توحید پر دنیا کی
سب سے منفرد تحقیقی کتاب

کِتَابُ التَّوحِیدِ

تالیف

الامام المجدد شیخ الاسلام

محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

توحید پر دنیا کی
سب سے منفرد تحقیقی کتاب

كِتَابُ التَّوحِيد

تالیف
الامام المجدد شیخ الاسلام
مُحَمَّد بن عَبدِ الوَهَّاب رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ
پروفیسر سعید مجتبی سعیدی

مراجعہ و تعلیق
منتخب علماء کرام

صُوبائی جمعیت أهلِ حدیث ممبئی

© حقوق طبع بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	کتاب التوحید الذی ھو حق اللہ علی العبید
مؤلف	:	شیخ الاسلام امام محمد بن عبد الوہاب تمیمی نجدی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ	:	پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی
مراجعہ و تعلیق	:	منتخب علماء کرام
اشاعت	:	اگست ۲۰۲۳ء مطابق محرم ۱۴۴۵ھ
صفحات	:	۲۳۲
ایڈیشن	:	اول
تعداد	:	دو ہزار
ناشر	:	صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی

ملنے کے پتے:

- **دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی:**

14-15، چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل کرلا بس ڈپو، ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی-400070۔

- **جمعیت اہل حدیث ٹرسٹ:** 549/غوری پاڑہ پہلا منزلہ نزد رئیس ہائی اسکول، بھیونڈی۔ 421302۔ فون نمبر: 226526 / 225071 (02522)

- **مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ والخیریۃ:**

بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینۃ انگلش اسکول، مہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع: رتنا گری -415709،
فون: 02356-264455

فہرست مضامین

عرض ناشر

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين، نبينا محمد وعلى آله و صحبه أجمعين وبعد:

توحید الوہیت یا توحید عبادت جملہ انبیاء علیہم الصلاۃ والتسلیم کی بعثت کا بنیادی مقصد ہے، جن وانس کی تخلیق کی غرض وغایت ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زمین وآسمان اور ان میں موجود مخلوقات کی تخلیق اسی مقصد عبادت کے لئے فرمائی ہے۔ اسی پر ثقلین کی ابدی وسرمدی کامیابی وکامرانی کا دارومدار ہے۔ جبکہ اس میں خلل ونقص حقیقی ناکامی کا پیش خیمہ ہے۔ کتاب وسنت کے نصوص اس مضمون اور اس کے متعلقات سے بھرے پڑے ہیں۔

توحید کا موضوع دنیا کا سب سے عظیم الشان، جلیل القدر، دلچسپ اور محبوب موضوع ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ ذوالجلال والاکرام کی سچی معرفت، خالص بندگی، دنیا وآخرت میں اس کے بے پایاں ثمرات، مغفرت اور جنت کی سرفرازی نیز اللہ واحد کے حق عبادت میں شرک وانحراف، دنیا وآخرت میں اس کی رحمت ومغفرت سے محرومی، عذاب وعقاب اور جہنم رسید ہونے کی بابت گفتگو ہوتی ہے اور یہی حقیقی کامیابی ہے۔ ارشاد باری ہے: ﴿فَمَن زُحْزِحَ عَنِ ٱلنَّارِ وَأُدْخِلَ ٱلْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ﴾ [آل عمران:١٨٥]۔

پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے بے شک وہ کامیاب ہو گیا۔

انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کے درمیان اسی توحید عبادت کا جھگڑا رہا۔ یہی تمام عبادات اور اعمال کی قبولیت کا محور ہے۔ بنابریں انبیاء علیہم السلام نے دعوت توحید کے مشن میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے تیئیس سالہ دور نبوت میں توحید عبادت کے لئے انتھک جہاد کیا۔ امت کو شرک وکفر، نفاق اور ہر طرح کی بدعقیدگیوں سے نجات دلائی۔ توحید کی چہار دیواری کو تمام دراندازیوں سے محفوظ کیا۔ اسی مشن پر امت کے ائمہ وعلماء بھی گامزن رہے۔ زبان وقلم کی تمام تر صلاحیتوں کے ذریعہ توحید کی دعوت کو دنیا میں عام کیا اور انہیں شرک وکفر، بت پرستی، نفاق، شجر، حجر، قبر، انبیاء، اولیاء، بزرگان، ملائکہ، شمس وقمر، پیروں، فقیروں، باباؤں، درگاہوں، مزاروں، تربتوں اور آستانوں وغیرہ

کی پرستش سے ڈرایا اور آگاہ کیا۔

اس سلسلہ کی ایک عظیم الشان، منفرد اور بے مثال شاہکار کتاب ”کتاب التوحید“ ہے جسے بارہویں صدی ہجری کے مجدد شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب تمیمی نجدی رحمہ اللہ نے تصنیف کیا ہے۔ یوں تو آپ نے توحید خالص کی نشر واشاعت کے لئے متعدد بے مثال رسالے تصنیف کئے ہیں مگر ”کتاب التوحید“ اپنی جامعیت، ندرت، تحقیق، استناد واعتبار اور عالمی سطح پر عوام وخواص میں مقبولیت کے اعتبار سے سب میں نمایاں ہے۔ یہ اللہ کے فضل واحسان کے بعد شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے اخلاص وللہیت کا نتیجہ ہے کہ دنیا میں اس کتاب کی شروح مختلف زبانوں میں ترجمے اور دیگر خدمات کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔

اس کتاب کی اشاعت کا پس منظر یہ ہے کہ صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کی جانب سے مدارس وجامعات کے طلبہ کے لئے قرآن وسنت کا ایک عظیم الشان ”تعلیمی انعامی مقابلہ“ منعقد ہوا، جس کے ایک زمرہ میں اس کتاب کے نصوص کا حفظ اور ترجمہ مطلوب تھا۔ اس موقع پر خصوصی تقاضا کے باعث امیر محترم شیخ عبدالسلام سلفی حفظہ اللہ و دیگر ذمہ داران نے جمعیت کے شعبۂ نشر واشاعت سے اس کی اشاعت کا فیصلہ کیا تاکہ شرکاء کو بطور نصاب دی جاسکے نیز شعبہ کے منشورات کے ضمن دیگر قیمتی کتابوں کی طرح تقسیم ہوکر عوام وخواص کے لئے نفع بخش ہو۔ فجزاہم اللہ خیراً۔

زیر نظر ترجمہ پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی صاحب کا ہے جو دارالسلام ریاض سے شائع ہوا ہے۔ مکتبات میں موجود دیگر تراجم کے مابین اسے زیادہ سلیس اور مفید پایا گیا لہٰذا اس کا انتخاب عمل میں آیا۔ ساتھ ہی تحقیق وتنقیح کی غرض سے جماعت کے نوجوان فاضل شیخ الطاف الرحمن سلفی مدنی سلمہ اللہ نے اس کا دقیق مراجعہ کیا نیز علامہ محمد بن یوسف سورتی رحمہ اللہ کی تعلیقات کی روشنی میں مفید حواشی اور توضیحی نوٹ لگائے۔ اس طرح یہ ایڈیشن دیگر ایڈیشنوں سے زیادہ محقق اور مفید ہوگیا۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ وجزاہ اللہ خیراً۔

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اس کے مؤلف شیخ الاسلام رحمہ اللہ، مترجم، مراجع، محشی، معلق اور ناشر کو جزائے خیر عطا فرمائے اور تمام لوگوں کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

ممبئی – ۲۳/اگست ۲۰۲۳ء

ابوعبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی مدنی

(شعبۂ نشر واشاعت صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی)

باب: ①

عبادات کی بنیاد توحید

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ [الذاریات:۵۶]

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں''۔

اور فرمایا کہ:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِى كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُوا۟ ٱلطَّـٰغُوتَ﴾ [النحل:۳۶]

''اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ صرف اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت (کی بندگی) سے بچو''۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَـٰنًا﴾ [الاسراء:۲۳]

''اور تیرے رب نے فیصلہ کردیا ہے کہ تم صرف اسی (اللہ) کی بندگی کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو''۔

اور جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا:

﴿وَٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا۟ بِهِۦ شَيْـًٔا﴾ [النساء:۳۶]

''اور تم سب اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ''۔

ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ تَعَالَوْا۟ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ۖ أَلَّا تُشْرِكُوا۟ بِهِۦ

شَيْـًٔا﴾ [الانعام:۱۵۱]

”(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کہہ دیجئے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں، جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں (وہ یہ) کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ“۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى وَصِيَّةِ[1] مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي عَلَيْهَا خَاتَمُهُ فَلْيَقْرَأْ:

﴿قُلْ تَعَالَوْا۟ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ۖ أَلَّا تُشْرِكُوا۟ بِهِۦ شَيْـًٔا ۖ وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَٰنًا ۖ وَلَا تَقْتُلُوٓا۟ أَوْلَٰدَكُم مِّنْ إِمْلَٰقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ وَلَا تَقْرَبُوا۟ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۖ وَلَا تَقْتُلُوا۟ ٱلنَّفْسَ ٱلَّتِى حَرَّمَ ٱللَّهُ إِلَّا بِٱلْحَقِّ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّىٰكُم بِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا۟ مَالَ ٱلْيَتِيمِ إِلَّا بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُۥ ۖ وَأَوْفُوا۟ ٱلْكَيْلَ وَٱلْمِيزَانَ بِٱلْقِسْطِ ۖ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَٱعْدِلُوا۟ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ ٱللَّهِ أَوْفُوا۟ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّىٰكُم بِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿١٥٢﴾ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِى مُسْتَقِيمًا فَٱتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِۦ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّىٰكُم بِهِۦ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [الانعام:۱۵۱-۱۵۳]

---

[1] سنن ترمذی (۳۰۷۰) میں یہ روایت بایں الفاظ ہے: ”مَن سَرَّهُ أنْ يَنظُرَ إلى الصَّحِيفةِ التي عليها خاتَمُ مُحمَّدٍ ﷺ فلْيقرَأْ هؤلاءِ الآياتِ: قُلْ تَعالَوْا أتْلُ ما حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ – إلى قولِه – لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“. ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔ تفسیر ابن کثیر سے غالبا مؤلف نے اسے نقل کیا ہے، جس میں وصیت کا لفظ ہے، صحیفہ کا لفظ اصل ہے۔ [ابوعبداللہ محمد السورتی رحمہ اللہ]، علامہ البانی نے اس حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔

''جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت دیکھنا چاہے جس پر آپ کی مہر ہے' تو وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھ لے:

''(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کہہ دیجئے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں، جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں:

● یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ ● اور (ماں باپ سے بدسلوکی نہ کرنا بلکہ) اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ ● اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو (کیونکہ) ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی۔ ● اور تم بے حیائی کے کاموں کے، ظاہر ہوں یا پوشیدہ، قریب نہ جانا۔ ● اور جس کا قتل اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، اسے قتل نہ کرو، مگر حق (اور جائز طریقے) کے ساتھ۔ اس (اللہ) نے تمہیں ان باتوں کی ہدایت کی ہے، تاکہ تم عقل سے کام لو۔ ● اور تم یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ، مگر ایسے طریقے سے جو انتہائی بہترین اور پسندیدہ ہو، یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے۔ ● اور انصاف کے ساتھ ناپ تول پورا پورا کرو (بے انصافی نہ کرو)، ہم کسی جان کو اس کی وسعت سے بڑھ کر مکلف نہیں بناتے۔ ● اور جب بات کرو تو انصاف کی کہو، خواہ وہ (تمہارا) رشتے دار ہی ہو۔ (جھکاؤ سے کام نہ لو)۔ ● اور اللہ کے عہد کو پورا کرو (بدعہدی نہ کرو)، اس (اللہ) نے تمہیں ان باتوں کی ہدایت کی ہے، شاید کہ تم نصیحت قبول کرو۔ ● اور بے شک یہی میرا سیدھا راستہ ہے، تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلنا، کہ وہ (راستے) تمہیں اللہ کی راہ سے دور کر دیں گے۔ اس (اللہ) نے تمہیں اس بات کی ہدایت کی ہے، تاکہ تم پرہیزگار بنو''۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

"كُنْت رَدِيفَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم عَلَى حِمَارٍ، فَقَال: يا مَعَاذُ! أَتَدْرِي مَا حَقُّ

اللَّهِ عَلَى الْعِبَاد، ومَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ؟، قلت: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ.

قال: "فإن حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدوهُ وَلَا يُشْرِكوا به شَيْئاً، وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِك به شَيْئاً. فقلت: يا رَسُول اللَّهِ! أَفَلَا أُبَشِّرُ النَّاسَ؟ قال: لَا تُبَشِّرْهُم فِيتَّكِلُوا".

ایک دفعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے گدھے پر سوار تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: ''اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟'' (معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی بہتر جانتے ہیں''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق یہ ہے کہ جو بندہ شرک کا مرتکب نہ ہو وہ اسے عذاب نہ دے''۔ (معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے کہا: ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! (اجازت ہو تو) لوگوں کو یہ خوشخبری سنا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں (اور عمل کرنا چھوڑ دیں)''[1]۔

مسائل ①:

① جن وانس کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کارفرما ہے۔

② عبادت سے اصل مراد توحید ہے، کیونکہ جملہ انبیاء اور ان کی امتوں کے درمیان یہی بات متنازعہ تھی۔

---

① صحیح البخاری: ۱۲۸، صحیح مسلم: ۳۲۔

③ جو شخص توحید پر کار بند نہیں، اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی نہیں کی اور سورۃ ''الکافرون'' کی آیت ﴿وَلَآ أَنتُمۡ عَٰبِدُونَ مَآ أَعۡبُدُ﴾ کا مفہوم بھی یہی ہے۔

④ اس سے بعثت انبیاء کی حکمت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

⑤ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر امت کی طرف (ان کی ہدایت کے لئے) رسول بھیجے گئے۔

⑥ تمام انبیاء کا دین (یعنی ان کی دعوت کا محور اور مرکزی نکتہ) ایک ہی تھا (اور وہ توحید ہے)۔

⑦ ایک بڑا مسئلہ یہ بھی معلوم ہوا کہ طاغوت کے ساتھ کفر اور اس کا انکار کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی عبادت ممکن نہیں۔ اور اسی معنی میں اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿فَمَن يَكۡفُرۡ بِٱلطَّٰغُوتِ وَيُؤۡمِنۢ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱسۡتَمۡسَكَ بِٱلۡعُرۡوَةِ ٱلۡوُثۡقَىٰ﴾ [البقرة:٢٥٦].

''سو جو شخص طاغوت کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، درحقیقت اس نے ایسی مضبوط رسی کو تھام لیا ہے جو ٹوٹنے والی نہیں ہے''۔

⑧ ''طاغوت'' ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے۔

⑨ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سلف صالحین کے نزدیک سورۂ انعام کی مذکورہ بالا تین محکم آیات کی کس قدر اہمیت اور عظمت ہے۔ ان میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو) دس احکام اور ہدایات دی گئی ہیں، کہ جن میں سے ''اولین ہدایت'' شرک سے ممانعت ہے۔

⑩ سورۂ بنی اسرائیل (الاسراء) کی محکم آیات میں اٹھارہ مسائل بیان ہوئے ہیں، جن کا آغاز اللہ تعالیٰ نے اپنے مندرجہ ذیل فرمان سے کیا ہے: ﴿لَّا تَجۡعَلۡ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ فَتَقۡعُدَ مَذۡمُومًا مَّخۡذُولًا﴾ [الاسراء:٢٢]

''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بنانا، ورنہ ذلیل اور بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ

رہو گے''۔

(یعنی ان مسائل میں سب سے اولین حیثیت توحید کو دی گئی ہے، جیسا کہ) مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ اختتام (بھی توحید پر ہی) کیا ہے:

﴿وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا﴾ [الاسراء:۳۹]

''اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنالینا کہ (ایسا کرنے سے) ملامت زدہ اور (اللہ کے دربار سے) راندہ بنا کر جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے''۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان مسائل کی اہمیت پر تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ﴾ [الاسراء:۳۹]

''یہ ان دانائی کی باتوں میں سے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی کی ہیں''۔

⑪ سورۃ النساء کی وہ آیت جو حقوقِ عشرہ کی آیت کہلاتی ہے' کا آغاز بھی اللہ نے اپنے (توحید بھرے ان الفاظ سے کیا ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾

''اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ''۔

⑫ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وصیت کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات کے وقت فرمائی تھی۔

⑬ ہمارے (یعنی بندوں کے) ذمہ اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے؟ اس کی معرفت۔

⑭ اور بندے جب اللہ تعالیٰ کا حق ادا کریں تو ان کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟

⑮ (حدیث مذکور میں بیان شدہ) مسئلہ کا اکثر صحابہ کو علم نہ تھا۔

(۱۶) کسی مصلحت کے پیش نظر علم کو چھپانا جائز ہے[1]۔

(۱۷) کسی مسلمان کو ایسی خبر دینا مستحب ہے، جس سے وہ خوش ہو۔

(۱۸) اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت پر بھروسہ کر کے (عمل ترک کرنے سے) ڈرنا چاہیے۔

(۱۹) اگر مسئول کو کسی بات کا علم نہ ہو تو اس کے متعلق "اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ أَعْلَمُ" (یعنی اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں) کہے[2]۔

---

① ممکن ہے کسی کو شبہ ہو کہ آنحضرت ﷺ نے بعض اسرار سربستہ خاص خاص اصحاب سے آشکارا کیئے، یعنی علمِ باطن تصوف وغیرہ کا ثبوت اس سے چاہیں، مگر یہ غلطی ہوگی، اس لئے کہ یہ بطور راز کے نہ تھے، بلکہ اتفاقاً بعض نکات آپ نے بیان فرمائے جن کے متعلق قرآن پاک یا آپ کے دوسر بیانات میں بہت کچھ اجمال وتفصیل ہے، مگر اس درجہ شاید وہ نص نہ ہوں، کیونکہ نبی کو جو فرض تبلیغ سپرد ہے اس میں وہ کسی قسم کی رعایت نہیں کرسکتا فہم میں قلت وکثرت اور بات ہے۔ نیز بعض باتوں کو بطور نص پیش کرنے میں جو بے سمجھی کی وجہ سے ناقدری ہو، یا خلاف مقصد عمل اس سے روکنا اور بات ہے۔ مثلاً حدیث معاذ رضی اللہ عنہ چند صحابہ سے مروی ہے، اور اسے ایک بڑے مجمع نے سنا، جیسا کہ ابوھریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کی روایتوں میں ہے، اس قسم کی خوشخبری اخلاص وصداقت کا نتیجہ ہے۔ اس سے علم والے خوف الٰہی اور شکرگذاری میں مصروف ہو جاتے ہیں، مگر جاہل، نادان تمام احکامِ شریعت کو اڑا دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہم اس مرحلہ سے پار ہو گئے۔ اس قسم کے نادانوں سے ایسی باتیں کرنا خلافِ اصول ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے کوئی ایسا راز نہیں رکھا جو صرف کسی مخصوص صحابی سے فرمایا ہوا اور دوسروں کو اس کی اطلاع ممنوع قرار دی ہو۔ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو صاحب سر رسول اللہ ﷺ کہتے ہیں۔ ایک روز آپ نے بھرے مجمع میں منافقین کے حالات کی توضیح فرمائی اور ایسے علامات ارشاد فرمائے کہ جاننے والا اس شخص کا نام تک سمجھ جائے، مگر اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ایسے مجمع کا علم بھی راز داری میں داخل ہوگیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ حذیفہ نے اس کا کچھ حصہ یاد کرلیا۔ غرض یہ ہے کہ فضائل اور نکات علمی میں ہوسکتا ہے کہ مصلحت وقت کا لحاظ رکھا جائے، اصول میں اس کا لحاظ نہیں ہوتا۔ اس کی مثال (۱) خانہ کعبہ کو ڈھا کر از سرنو تعمیر کرنا آپ نے چاہا تھا مگر ایسا نہیں کیا۔ (۲) اسی طرح آپ نے چاہا تھا کہ وفات سے قبل وصیت نامہ لکھ دیں، پھر ضرورت نہیں سمجھی۔ واللہ أعلم بالصواب [السورتی]۔

② آنحضرت ﷺ کی زندگی میں آپ کے روبرو "اللہ ورسولہ أعلم" کہتے تھے، وفات کے بعد "اللہ اعلم" کہنا چاہیئے۔ [السورتی]

(۲۰) کسی کو علم سکھانا اور کسی کو محروم رکھنا بھی جائز ہے۔

(۲۱) اس حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تواضع اور انکساری کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلیل القدر ہونے کے باوجود گدھے پر سوار ہوئے اور اپنے پیچھے ایک دوسرے شخص کو بھی سوار کیا۔

(۲۲) سواری پر اپنے پیچھے کسی دوسرے کو بٹھا لینا جائز ہے۔

(۲۳) اس حدیث سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی واضح ہوتی ہے۔

(۲۴) اس حدیث سے مسئلہ توحید کا بھی پتہ چلتا ہے۔

باب: ②

توحید کی فضیلت
اور اس کا بیان کی توحید تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے

ارشاد ربانی ہے:

﴿ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَمْ يَلْبِسُوٓا۟ إِيمَـٰنَهُم بِظُلْمٍ أُو۟لَـٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ [الانعام: ۸۳]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہیں کیا، ان کے لئے امن ہے اور وہی راہِ راست پر ہیں''[1]۔

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ، وَالْجَنَّةَ حَقٌّ، وَالنَّارَ حَقٌّ؛ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ".[2]

''جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ:

- اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔
- اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

---

① صحیح بخاری وغیرہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب (سورۂ انعام کی) یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام پریشان ہوئے اور ان پر یہ شاق گذری، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم میں ایسا کون ہے جس نے ظلم نہ کیا ہو؟ آپ نے فرمایا: اس سے یہ مقصود نہیں جو تم سمجھے، اس سے مراد شرک ہے، جیسا کہ سورۂ لقمان میں فرمایا: ان الشرک لظلم عظیم۔ [السورتی]

② صحیح البخاری: ۳۴۳۵، صحیح مسلم: ۴۶۔

● اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام (بھی) اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کے رسول، اس کا کلمہ جو اس (اللہ) نے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا تھا اور اس کی طرف سے (بھیجی ہوئی) روح تھے۔

● اور (جو شخص اس بات کی بھی گواہی دے کہ) جنت اور جہنم برحق ہیں۔ تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ (بہرحال) جنت میں داخل کرے گا، خواہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں"[1]۔

اور صحیحین ہی میں حضرت عتبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قال: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ؛ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ".

"اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو۔ جو محض رضائے الٰہی کے لئے "لا الہ الا اللہ" کا اقرار کرے"۔ دوزخ پر حرام کر دیتا ہے"[2]، [3]۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"قال: مُوسَى يَا رَبِّ! عَلِّمْنِي شَيْئاً أَذْكُرُكَ وَأَدْعُوكَ بِهِ؟ قال: قُلْ يا مُوسَى:

---

① یعنی موحد کا انجام جنت ہے، اگر گناہ ایسے کئے ہیں کہ ان کی سزا ضروری ہے، تو سزا پا کر ایک نہ ایک دن چھوٹ جائے گا، بخلاف مشرک کے، جس پر جنت حرام ہے۔

② عتبان بن مالک رضی اللہ جلیل القدر صحابی ہیں، ان کی بصارت جاتی رہی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر بلایا تا کہ وہاں مسجد کا افتتاح کریں، آپ تشریف لے گئے، اور جس جگہ یہ مسجد تجویز کر چکے تھے وہاں نماز نفل ادا کی، محلے کے لوگ بھی جمع ہو گئے، ایک شخص جو غیر حاضر تھا اس پر چہ میگوئیاں شروع ہوئیں، بعض نے اسے منافق بتایا، یہ لوگ الگ باتیں کر رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، جب فارغ ہوئے تو فرمایا: کیا وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کا اقرار نہیں کرتا؟ بولے زبانی اقرار کرتا ہے، اُس کے دل میں نہیں ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ قول ارشاد فرمایا۔ [السورتی]

③ صحیح البخاری: ۴۲۵، صحیح مسلم: ۲۶۳۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. قال: يَا رَبِّ! كُلُّ عِبَادِكَ يَقُولُونَ هَذَا. قال: يا مُوسَى! لَوْ أَنَّ السَّمَواتِ السَّبْعَ وَعَامِرُهُنَّ غَيْرِي والْأَرَضِينَ السَّبْعَ فِي كِفَّةٍ، ولَا إِلَهَ إِلَّا اللَّه فِي كِفَّةٍ، مَالَتْ بِهِنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ".

''موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی، اے میرے پروردگار! مجھے کوئی ایسا ذکر بتائیں جس سے میں تجھے یاد کروں اور اس کے ذریعے سے تجھے پکارتا رہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! ''لا الہ الا اللہ'' پڑھا کرو۔ حضرت موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! یہ کلمہ تو تیرے سب بندے پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اوران کی مخلوق بجز میرے اور ساتوں زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں ہوں اور ''لا الہ الا اللہ'' دوسرے پلڑے میں ہو تو ''لا الہ الا اللہ'' ان سب سے وزنی ہوگا''[1]۔

اور سنن ترمذی میں حسن سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"قال اللَّهُ تعالى: يا ابْنَ آدَمَ! إنك لَوْ أَتَيْتَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا، ثُمَّ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئاً، لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِها مَغْفِرَةً".

''اے ابن آدم! اگر تو میرے پاس زمین بھر کر گناہ لائے، پھر اس حال میں تو مجھ سے ملاقات کرے کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں اسی قدر تیری طرف مغفرت وبخشش لے کر آؤں''[2]۔

---

[1] صحیح ابن حبان: ۶۲۱۸، مستدرک الحاکم: ۵۲۹، وصححہ ابن حبان والحاکم۔

[2] سنن ترمذی: ۳۵۴۰، وصححہ الألبانی۔

مسائل ②:

① اللہ تعالیٰ کا فضل بہت وسیع ہے۔

② اللہ تعالیٰ کے ہاں توحید کا بہت زیادہ ثواب ہے۔

③ ثواب کے ساتھ ساتھ عقیدہ توحید گناہوں کا کفارہ بھی ہے۔

④ اس تفصیل سے سورۃ انعام کی آیت (۸۲) کی تفسیر بھی واضح ہوجاتی ہے۔ (کہ اس آیت میں ''ظلم'' سے مراد ''شرک'' ہے)۔

⑤ حضرت عبادۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو پانچ امور مذکور ہیں، ان پر غور وتدبر کرنا چاہیے۔

⑥ حدیث عبادہ اور حدیث عتبان رضی اللہ عنہما دونوں کو جمع کریں تو ان سے ''لا الہ الا اللہ'' کا معنی مزید واضح ہوجاتا ہے اور جو لوگ اس دھوکے میں مبتلا ہیں (کہ محض زبان سے کلمہ توحید کا اقرار نجات کے لئے کافی ہے) ان کی غلطی بھی واضح ہوتی ہے [1]۔

⑦ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور شرط بھی قابل توجہ ہے۔

⑧ انبیاء کرام بھی اس کلمہ کی فضیلت جاننے کے محتاج تھے۔

⑨ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' تمام آسمانوں اور زمینوں سے وزنی اور بھاری ہونے کے باوجود بہت سے کلمہ گو لوگوں کے ترازو ہلکے ہوں گے۔

---

① عام لوگ ''مَنْ قال: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخلَ الجنَّة'' پڑھ کر اپنا دل خوش کر لیتے ہیں۔ اس کے سچ ہونے میں شبہ نہیں، مگر صرف زبان سے کہنے سے کیا فائدہ جب تک کہ اُس پر کامل اعتقاد اور اس کے توڑنے والی چیزوں سے پرہیز نہ ہو، یعنی جب تک شرک سے نہ بچے، اس کا پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے، دنیا میں بڑے سے بڑا کافر بھی لا الہ الا اللہ کا انکار نہیں کرتا، مگر عمل کے وقت حقیقت کُھل جاتی ہے۔ [السورتی]

⑩ اس میں یہ صراحت بھی ہے کہ آسمانوں کی طرف زمینیں بھی سات ہیں۔

⑪ آسمانوں اور زمینوں میں مختلف قسم کے مخلوق آباد ہیں۔

⑫ اللہ تعالیٰ کے بھی اوصاف (صفات) ہیں، جبکہ اشاعرہ کا عقیدہ اس کے برعکس ہے (کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا انکار کرتے ہیں)۔

⑬ جب آپ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو اچھی طرح سمجھ لیں گے، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے ان الفاظ:

"فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ"

''کہ جو شخص محض رضائے الٰہی کی خاطر کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار کرلے، تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ پر حرام کردیتا ہے''۔

⑭ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس حدیث میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں کو اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول کہا گیا ہے۔

⑮ یہ بات بھی قابل پہچان ہے کہ (ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہونے کی وجہ سے اس کا کلمہ ہے) تاہم یہاں خصوصی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ''اللہ تعالیٰ کا کلمہ'' کہا گیا ہے۔

⑯ (اگرچہ روح، اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، تاہم) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق خصوصی طور پر معلوم ہوا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی روح قرار دیا گیا ہے۔

⑰ جنت اور جہنم پر ایمان لانے کی (اہمیت اور) فضیلت بھی معلوم ہوتی ہے۔

⑱ اس تفصیل سے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ''عَلَى مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ'' کا معنی بھی متعین ہوجاتا ہے کہ (انسان کے جنت میں جانے کے لئے اس کا ''صاحب توحید'' ہونا شرط ہے)۔

(۱۹) قیامت کے روز اعمال تولنے کے لئے جو میزان قائم کی جائے گی' اس کے بھی دو پلڑے ہیں۔

(۲۰) اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے لئے ''الوجہ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے' کہ جس کا معنی ''چہرہ'' ہے۔

(یعنی یہ ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے، البتہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ کی رو سے ہم اس کی کیفیت سمجھنے سے قاصر ہیں)۔

○○○○

باب:③

حقیقی موحد بلا حساب جنت میں جائے گا

ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّ إِبْرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ﴾ [النحل:۱۲۰]

''بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام (لوگوں کے لئے) پیشوا، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور یک سو تھے، وہ مشرکین میں سے نہیں تھے''۔

نیز ارشاد ہے: ﴿وَٱلَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ﴾ [المؤمنون:۵۹]

''اور (اہل ایمان وہ ہیں) جو اپنے رب کے ساتھ (کسی کو) شریک نہیں ٹھہراتے''۔

حصین بن عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں (ایک دفعہ) سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر تھا کہ انہوں نے کہا:

"أَيُّكُمْ رَأَى الْكَوْكَبَ الَّذي انقَضَّ الْبارِحَةَ؟ قُلْتُ: أَنا. ثُمَّ قُلْتُ: أَمَا إِنِّي لَمْ أَكُنْ فِي صَلاةٍ، وَلَكِنِّي لُدِغْتُ. قال: فَمَا صَنَعْتَ؟ قُلْتُ: ارْتَقَيْتُ، قال: فَمَا حَمَلَكَ عَلَى ذَلِكَ؟ قُلْتُ: حديثٌ حَدَّثَنَاهُ الشَّعْبِيُّ، قال: وَمَا حَدَّثَكُمْ؟ قُلْتُ: حَدَّثَنا عَنْ بُرَيْدَةَ بنِ الْحُصَيبِ أَنَّهُ قال: ''لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ''، فقال: قَدْ أَحْسَنَ مَنْ انْتَهَى إِلَى مَا سَمِعَ. وَلكِنْ حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال: ''عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّهْطُ، وَالنَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلانِ، وَالنَّبِيَّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ. إِذْ رُفِعَ لِيَ سَوادٌ عَظيمٌ، فَظَنَنْتُ أَنَّهُم أُمَّتِي، فَقِيلَ لِي: هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ.

فَنَظَرْتُ فَإِذا سَوادٌ عَظِيمٌ، فَقِيلَ لِيَ: هَذِهِ أُمَّتُكَ، وَمَعَهُم سَبْعونَ أَلفاً يَدْخُلونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ''. ثُمَّ نَهَضَ، فَدَخَل مَنزِلَهُ. فَخاضَ النَّاسُ فِي أُولَئِكَ، فَقَالَ بَعْضُهُم: فَلَعَلَّهُم الَّذِينَ صَحِبُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وقَالَ بَعْضُهُم: فَلَعَلَّهُم الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ وَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللَّهِ شَيْئاً -وَذَكَرُوا أَشْياءَ- فَخَرَجَ عَلَيْهِم رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوهُ، فقال: "هُم الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقونَ، وَلَا يَكْتَوونَ، وَلَا يَتَطَيَّرونَ، وَعَلَى رَبِّهِم يَتَوَكَّلُونَ". فَقَامَ عُكَّاشَةُ بنُ مِحْصَنٍ، فَقال: اُدْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُم، فقال: أَنْتَ مِنْهُم. ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرُ، فَقال: اُدْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُم، فَقال: "سَبَقَكَ بِها عُكَّاشَةُ".

''گزشتہ رات ٹوٹنے والا ستارہ تم میں سے کس نے دیکھا؟'' تو میں نے کہا: ''میں نے، پھر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ میں اس وقت نماز میں مشغول نہیں تھا، بلکہ مجھے کسی چیز نے ڈس لیا تھا''، سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تو پھر تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا: ''میں نے دم کیا تھا''۔ انہوں نے مجھ سے پھر پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو میں نے جواب میں کہا: ''کہ ہمیں شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث بیان کی ہے، اس کی بناء پر میں نے دم کیا تھا''۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے پھر سوال کر دیا: ''شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے تمہیں کیا بیان کیا تھا؟'' میں نے جواب دیا کہ انہوں نے ہمیں بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث بیان کی کہ ''لَا رُقْيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ'' نظر بد اور کسی زہریلی چیز کے کاٹنے کے سوا کسی اور صورت میں دم نہیں''۔ یہ سن کر سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''جس نے جو سنا، پھر اس پر عمل کیا، اس نے بہت ہی اچھا کیا۔ البتہ ہمیں ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث سنائی: ''میرے سامنے بہت سی امتیں پیش کی گئیں، میں نے دیکھا کہ کسی

نبی کے ساتھ تو بہت بڑی جماعت ہے اور کسی کے ساتھ ایک دو آدمی ہیں۔ اور میں نے ایک نبی ایسا بھی دیکھا، جس کے ساتھ کوئی ایک بھی (امتی) نہیں تھا۔ اسی اثناء میں میرے سامنے ایک بہت بڑی جماعت نمودار ہوئی، میں نے سمجھا کہ یہ میری امت ہے، لیکن مجھ سے کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے۔ پھر میں نے ایک اور بہت بڑی جماعت دیکھی، مجھے بتایا گیا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہے۔ اور ان میں ستر ہزار افراد ایسے ہیں جو بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے''۔ اتنی بات فرمانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور گھر تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان (خوش نصیب ستر ہزار) افراد کے بارے میں قیاس آرائیاں کرنے لگے۔ بعض نے کہا: ''شاید یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے فیضیاب ہوئے ہیں'' اور بعض نے کہا: ''شاید یہ وہ لوگ ہیں جو (عہد) اسلام میں پیدا ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا''۔ اس کے علاوہ انہوں نے کچھ اور باتیں بھی ذکر کیں۔ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آراء سے آگاہ کیا' تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کرواتے ہیں، نہ (علاج کی غرض سے) اپنے جسم داغتے ہیں، نہ بدفالی لیتے ہیں اور وہ صرف اپنے پروردگار پر ہی توکل کرتے ہیں''۔ یہ سن کر عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی (اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) یہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں سے کر دے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تو ان میں سے ہے''۔ اس کے بعد ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کی'' (اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) میرے لئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کر دے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس (دعا) میں عکاشہ (رضی اللہ عنہ) تم پر سبقت لے گیا ہے''[1]۔

---

[1] صحیح البخاری: ۵۷۰۵، صحیح مسلم: ۲۲۰، یہ الفاظ مسلم کے ہیں البتہ بخاری کے الفاظ مختصر بھی ہیں اور مفصل بھی۔

مسائل③:

① توحید کے بارے میں لوگوں کے درجات و مراتب مختلف ہیں۔

② "تحقیق توحید" کے مطلب کی وضاحت ہے۔

③ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح و ستائش فرمائی ہے کہ "وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے اور ان کا دامن شرک کی آلودگی سے پاک تھا"۔

④ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر حضرات اولیاء کرام کی بھی مدح فرمائی ہے کہ وہ شرک سے بیزار تھے۔

⑤ "دم" اور جسم داغنے کے طریق علاج کو ترک کرنا توحید کا اعلیٰ درجہ ہے۔

⑥ ان اوصاف کا احاطہ کرنا ہی درحقیقت توکل ہے۔

⑦ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم کی گہرائی کا بھی پتہ چلتا ہے، کہ یہ بلند پایہ مراتب و مناصب، انہیں محض عمل کی بدولت حاصل ہوئے ہیں۔

⑧ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خیر اور نیکی کے کاموں پر کس قدر حریص تھے۔

⑨ اس سے امت محمدیہ کی فضیلت بھی واضح ہوتی ہے کہ یہ امت بلندئ درجات اور کثرت تعداد کے لحاظ سے تمام امتوں سے برتر اور افضل ہے۔

⑩ اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام (اور ان) کی امت کی فضیلت بھی عیاں ہوتی ہے۔

⑪ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تمام امتیں پیش کی گئیں۔

⑫ ہر امت کو اپنے اپنے نبی کے ساتھ علیحدہ علیحدہ اٹھایا جائے گا۔

⑬ دعوت انبیاء کو بالعموم تھوڑے لوگوں نے قبول کیا۔

⑭ جس نبی کی دعوت پر ایک شخص بھی ایمان نہ لایا، وہ اکیلا ہی آئے گا۔

⑮ اس علم کا فائدہ یہ ہے کہ کثرت تعداد پر مغرور اور قلت تعداد پر پریشان نہیں ہونا چاہیے۔

⑯ نظر بد اور زہریلے جانور کے کاٹنے کا دم کرنا جائز ہے۔

⑰ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے قول ''قَدْ أَحْسَنَ مَنِ انْتَهَى إِلَى مَا سَمِعَ'' (یعنی جس نے اپنی شنید کے مطابق عمل کیا، اس نے اچھا کیا) سے سلف صالحین کی علمی گہرائی کا پتہ چلتا ہے، نیز یہ بھی معلوام ہوا کہ پہلی حدیث دوسرے حدیث کے خلاف نہیں۔

⑱ سلف صالحین ایک دوسرے کی بے جا تعریف وستائش سے پرہیز کیا کرتے تھے۔

⑲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمانا کہ ''أَنْتَ مِنْهُمْ'' (کہ تو ان میں سے ہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے کے دلائل اور نشانیوں میں سے ایک دلیل اور نشانی ہے۔

⑳ اس حدیث سے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی معلوم ہوئی۔

㉑ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اشارہ وکنایہ میں گفتگو کرنا جائز ہے۔

㉒ (حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے بعد دعا کی درخواست کرنے والے شخص کو احسن انداز میں بٹھا دینے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلیٰ واحسن اخلاق کے مالک تھے۔

○○○○

باب:④

شرک سے ڈرنے کا بیان

ارشادِ ربانی ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغۡفِرُ أَن يُشۡرَكَ بِهِۦ﴾ [النساء:۴۸]

’’بے شک اللہ تعالیٰ اس (گناہ) کو نہیں بخشے گا کہ (کسی کو) اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور جس گناہ کو چاہے معاف کر دے گا‘‘۔

اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے دعا کی:

﴿وَٱجۡنُبۡنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعۡبُدَ ٱلۡأَصۡنَامَ﴾ [ابراہیم:۳۵]

’’اور (اے میرے رب!) مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچانا‘‘۔

اور حدیث شریف میں ہے:

"أَخْوَفُ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ: الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ، فَسُئِلَ عَنْهُ؟ فَقال: الرِّيَاءُ".

مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ ڈر ’’شرک اصغر‘‘ کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا ’’شرک اصغر‘‘ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’ریاکاری‘‘۔ [مسند أحمد: ۲۳۶۳۰، سندہ جید]

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَدْعُو لِلَّهِ نِداً؛ دَخَلَ النَّارَ". رَوَاهُ البُخَارِيّ.

’’جس شخص کو اس حال میں موت آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے (شریک) کو پکارتا ہو تو وہ جہنم رسید ہوگا‘‘[1]۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

① صحیح البخاری: ۴۴۹۷۔

"مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يُشْرِكُ به شَيْئاً دَخَل الْجَنَّةَ، وَمَنْ لَقِيَهُ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً دَخَلَ النَّارَ".

''جوکوئی اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو، تو وہ جنت میں جائے گا۔ اور جو اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملے کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہو، تو وہ جہنم رسید ہوگا''[1]۔

مسائل④:

① شرک سے ڈرنا چاہیے۔
② ''ریاکاری'' بھی شرک کی ایک قسم ہے۔
③ ''ریاکاری'' ''شرک اصغر'' ہے۔
④ نیک لوگوں پر باقی گناہوں کی نسبت ''ریاکاری'' کا زیادہ خطرہ ہے۔
⑤ جنت اور جہنم (انسان کے) قریب ہیں۔
⑥ ایک ہی حدیث میں جنت اور جہنم کے قریب ہونے کو اکٹھا ذکر کیا گیا ہے۔
⑦ مرتے وقت شرک نہ کرنے والا شخص جنت میں جائے گا اور جسے شرک کرتے ہوئے موت آئی وہ جہنم رسید ہوگا، اگرچہ وہ بہت بڑا عابد وزاہد کیوں نہ ہو[2]۔

---

① صحیح مسلم: ۹۳۔

② اس لئے کہ شرک کے ہوتے ہوئے کوئی عمل قبول نہیں ہوتا، اور شرک نیک عملوں کے واسطے بمنزلہ آگ ہے کہ سب کو جلا دیتا ہے، ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ البتہ اگر تو نے شرک کیا تو تیرے بھی سب عمل برباد ہو جائیں گے اور تو خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائے گا۔ [السورتی]

⑧ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے بتوں کی عبادت سے محفوظ رہنے کی دعا کرنا' ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔

⑨ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے: ﴿رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ ٱلنَّاسِ﴾ [ابراہیم:۳۶] (یعنی اے میرے پروردگار! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کردیا ہے) کہہ کر اکثریت کی حالت سے عبرت حاصل کی ہے (کہ اے میرے پروردگار! مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچانا)۔

⑩ امام بخاری رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق ان آیات واحادیث میں کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کی تفسیر ہے[1]۔

⑪ اس باب میں شرک سے محفوظ رہنے والوں کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔

○○○○

---

① حدیث کے بعض الفاظ میں اس طرح ہے کہ جو مر گیا لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہوئے، جنت میں جائے گا۔ بعض کے الفاظ اس طرح ہیں جیسا کہ اوپر اس باب میں بیان ہوا، یعنی جو اس حالت میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا' وہ جنت میں جائے گا۔ تو حاصل یہ نکلا کہ محض زبان سے کلمہ بولنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کے معنیٰ پر عمل نہ ہو، کیونکہ یہ نہایت صاف دھوکہ ہوگا کہ ایک شخص عربی کے الفاظ بے سوچے سمجھے پڑھ کر مسلمان بن جائے، حالانکہ سراسر اس کے خلاف عمل کررہا ہے۔ ایمان کے لئے اولاً علم، پھر زبان، دل اور ظاہری اعضاء کا خوشی سے ماننا شرط ہے۔ [السورتی]

باب: ۵

''لا الہ الا اللہ'' کی گواہی کے لئے لوگوں کو دعوت دینا

ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلۡ هَٰذِهِۦ سَبِيلِيٓ أَدۡعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِيۖ وَسُبۡحَٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ﴾ [یوسف:۱۰۸]

''(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) آپ کہہ دیں کہ میرا اور میرے پیروکاروں کا راستہ تو یہ ہے کہ ہم سب سمجھ بوجھ کر اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کرتے وقت فرمایا:

"إِنَّك تَأْتِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ؛ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُم إِلَيْهِ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ - وفِي رِوَايَةٍ: إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوا اللَّهَ -

فَإِنْ هُم أَطَاعُوك لِذَلِكَ؛ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِم خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ. فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ؛ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللَّهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِم. فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوكَ لِذَلِكَ؛ فَإِيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ، وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ؛ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَها وبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ".

''تم اہل کتاب کی ایک قوم کے پاس جا رہے ہو، تم انہیں سب سے پہلے کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کی گواہی کی دعوت دینا، ایک اور روایت میں ہے کہ ''تم انہیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت (توحید) کی دعوت دینا''۔

پس اگروہ آپ کی یہ بات مان جائیں تو انہیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔

پس اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان جائیں تو پھر انہیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے، جو ان کے اصحاب ثروت سے وصول کر کے ان کے فقراء وغرباء میں تقسیم کردی جائے گی۔ پس اگر وہ تمہاری یہ بات بھی مان جائیں تو ان کے عمدہ اور قیمتی مال لینے سے احتیاط کرنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا، کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں''[1]۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اور حدیث میں ہے کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غداً رَجُلاً يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ؛ يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ. فَبَاتَ النَّاسُ يَدُوكُونَ لَيْلَتَهُمْ؛ أَيُّهُمْ يُعْطَاهَا. فَلَمَّا أَصْبَحُوا؛ غَدَوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَاهَا، فقال: أَيْنَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ؟ فَقِيلَ هُوَ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ. فَأَرْسَلُوا إِلَيْهِ، فَأُتِيَ به، فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ، وَدَعَا لَهُ، فَبَرَأَ حَتَّى كَأَنْ لَمْ يَكُنْ به وَجَعٌ، فَأَعْطَاهُ الرَّايَةَ، وقال: انْفُذْ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تنزِلَ بِسَاحَتِهِمْ، ثُمَّ ادْعُهُم إِلَى الْإِسْلَامِ، وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِم مِنْ حَقِّ اللَّهِ تعالى فِيهِ، فَوَاللَّهِ! لَأَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ بِكَ رَجُلاً وَاحِداً خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ".

''کل میں ایک ایسے شخص کو پرچم دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت

[1] صحیح البخاری: ۱۳۹۵، صحیح مسلم: ۱۹۔

رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔

چنانچہ صحابہ رات بھر قیاس آرائیاں کرتے رہے کہ پرچم کسے دیا جا سکتا ہے؟ صبح ہوئی تو تمام صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ ہر ایک کی یہی خواہش اور امید تھی کہ پرچم اسے ہی ملے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟'' بتایا گیا کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ صحابہ کرام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب مبارک ڈالا اور دعا فرمائی۔ چنانچہ حضرت علی (مکمل طور پر) یوں تندرست ہو گئے کہ گویا انہیں کچھ بھی تکلیف نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پرچم حضرت علی کو تھما دیا اور ارشاد فرمایا:

''اطمینان سے (ابھی) روانہ ہو جاؤ اور خیبر کے میدان میں پہنچ جاؤ، پھر سب سے پہلے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا اور اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ان پر عائد ہوتے ہیں، انہیں بتانا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ تمہاری بدولت ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو تمہارے لئے یہ (سعادت انتہائی قیمتی) سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے''[1]۔

مسائل ⑤:

① آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین کا طریق کار یہ ہے کہ (وہ خود ہدایت پر آجانے کے بعد) دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔

② اس باب میں اخلاص نیت کی ترغیب ہے، کیونکہ اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ

① صحیح البخاری: ۲۹۴۲، صحیح مسلم: ۲۴۰۶۔

''دعوت الی الحق'' لے کر اٹھیں بھی تو (وہ اس میں مخلص نہیں ہوتے بلکہ) وہ لوگوں کو بالعموم اپنی ذات کی طرف بلاتے ہیں۔

③ دعوت کے کاموں میں بصیرت سے کام لینا فرض ہے۔

④ حسن توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر عیب سے پاک مانا جائے۔

⑤ شرک کی ایک خرابی یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لئے گالی اور اس کی ذات میں عیب اور نقص ہے۔

⑥ اس باب کا ایک اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان کو اہل شرک سے دور کر دینا چاہیے، تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شرک نہ کرنے کے باوجود ان کا ساتھی بن جائے۔

⑦ جملہ واجبات دین میں سے سب سے پہلا واجب مسئلہ توحید ہے۔

⑧ بشمول نماز تمام امور دین سے قبل توحید سے تبلیغ کا آغاز کرنا چاہیے۔

⑨ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان: ''أَنْ يُوَحِّدُوا اللَّهَ'' اور کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کی شہادت وگواہی کا معنی ومفہوم ایک ہی ہے۔

⑩ کچھ لوگ اہل کتاب ہونے کے باوجود کتاب (یعنی توحید) سے کما حقہ باخبر نہیں ہوتے، یا جاننے کے باوجود اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔

⑪ دین کی تعلیم تدریجاً دینی چاہیے۔

⑫ سب سے پہلے اہم ترین اور بعد ازاں بتدریج اہمیت والے مسائل بیان کرنے چاہئیں۔

⑬ اس میں زکوٰۃ کے مصرف کا بھی بیان ہے۔

⑭ معلم کو چاہیئے کہ وہ متعلم کے شبہات کو بھی دور کرے۔

⑮ زکوٰۃ میں عمدہ اور قیمتی مال لینا منع ہے۔

⑯ مظلوم کی بددعا سے بچنا چاہئے۔

⑰ مظلوم کی آہ و بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔

⑱ سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات اولیاء صحابہ کرام کو جن مشقتوں، بھوک اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا، وہ تمام دلائل توحید میں سے ہیں۔

⑲ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ''کل میں یہ پرچم ایسے شخص کو دوں گا جو...''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامات نبوت میں سے ہے۔

⑳ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں لعاب ڈالنا (اور ان کا فوراً صحت یاب ہو جانا بھی) علامات نبوت میں سے ہے۔

㉑ اس واقعہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی عیاں ہوتی ہے۔

㉒ اس واقعہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت اور فضیلت بھی واضح ہے کہ وہ ساری رات یہ سوچتے رہے کہ پرچم کس خوش نصیب کو ملنے والا ہے اور اس خیال میں وہ فتح کی بشارت بھی بھول گئے۔

㉓ اس سے ''ایمان بالقدر'' بھی ثابت ہوتا ہے کہ پرچم ایسے شخص کو مل گیا جس نے اس کے لئے کوئی کوشش یا خواہش نہیں کی اور کوشش کرنے والے اس کے حصول سے محروم رہے۔

㉔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان (عَلَى رِسْلِكَ) (کہ اطمینان سے روانہ ہو جاؤ) میں آداب (جنگ) کی تعلیم ہے۔

㉕ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ جنگ سے پیشتر دعوت اسلام دینی چاہئے۔

(۲۶) لوگوں سے اولین خطاب ہو، یا قبل ازیں دعوت اور جنگ ہو چکی ہو، ہر دو صورت میں قبل از جنگ دعوت اسلام مشروع ہے۔

(۲۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مندرجہ ذیل ارشاد کہ ''ان پر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں وہ انہیں بتانا'' سے معلوم ہوا کہ اسلام کی دعوت حکمت و دانائی کے ساتھ پیش کرنی چاہیئے۔

(۲۸) مسلمان ہو کر اسلام میں (مقرر کردہ) حقوق اللہ سے روشناس ہونا چاہیئے۔

(۲۹) معلوم ہوا کہ جس شخص کے ہاتھوں ایک بھی شخص ہدایت پا جائے، اس کے لئے بڑا ثواب اور بڑی عظمت ہے۔

(۳۰) اس سے فتویٰ پر قسم اٹھانے کا جواز بھی ثابت ہوتا ہے۔

○○○○

باب: ⑥

توحید کی تفسیر
اور کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کی گواہی کا مطلب

ارشاد ربانی ہے:

﴿أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ يَبۡتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ ٱلۡوَسِيلَةَ أَيُّهُمۡ أَقۡرَبُ وَيَرۡجُونَ رَحۡمَتَهُۥ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُۥٓۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحۡذُورٗا﴾ [الاسراء:۵۷]

''یہ لوگ (اللہ تعالیٰ کے علاوہ) جن کو پکارتے ہیں، وہ خود اپنے رب کا تقرب حاصل کرنے کا وسیلہ (ذریعہ) تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون اس کے قریب تر ہو اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف رہتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے''۔

اور ارشاد ہے:

﴿وَإِذۡ قَالَ إِبۡرَٰهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوۡمِهِۦٓ إِنَّنِي بَرَآءٞ مِّمَّا تَعۡبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا ٱلَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُۥ سَيَهۡدِينِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةَۢ بَاقِيَةٗ فِي عَقِبِهِۦ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُونَ﴾ [الزخرف:۲۶-۲۸]

''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے (صاف صاف) کہہ دیا تھا کہ تم (اللہ تعالیٰ کے سوا) جن کی بندگی کرتے ہو (میرا ان سے کوئی تعلق نہیں) میں ان سے بیزار ہوں۔ ہاں (میں صرف اسے مانتا ہوں) جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری راہنمائی کرے گا اور یہی بات اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے، تا کہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں''۔

نیز فرمایا:

﴿ٱتَّخَذُوٓاْ أَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَٰنَهُمۡ أَرۡبَابٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِ﴾ [التوبۃ:۳۱]

''انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور بزرگوں کو اپنا رب بنالیا''۔

اور فرمایا:

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادٗا يُحِبُّونَهُمۡ كَحُبِّ ٱللَّهِۖ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَشَدُّ حُبّٗا لِّلَّهِ﴾ [البقرۃ:۱۶۵]

''اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو غیر اللہ کو (اس کا) شریک اور ہمسر ٹھہراتے ہیں۔ (اور) وہ ان سے اللہ کی سی محبت کرتے ہیں اور ایمان والے (سب سے) بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں''۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا:

"مَنْ قال: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ، حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ، وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ".

''جس شخص نے کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار کرلیا اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے، ان کا انکار کیا تو اس کا مال اور خون محفوظ ہوگیا اور اس کا حساب (یعنی باقی معاملہ) اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے''[1]۔

وَشَرْحُ هَذِهِ التَّرْجُمَةِ: مَا بَعْدَها مِنَ الْأَبْوابِ.

آئندہ ابواب اسی بات کی تشریح ہیں۔

[1] صحیح مسلم: ۲۳۔

مسائل ⑥:

① اس میں سب سے اہم مسئلہ توحید اور کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کی تفسیر ہے، جسے متعدد واضح آیات واحادیث سے بیان کر دیا گیا ہے۔

② دلائل توحید میں سب سے پہلی آیت سورۃ الاسراء (بنی اسرائیل ۵۷) کی ہے، جس میں ان مشرکین کی تردید ہے جو مصائب ومشکلات میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صالحین و بزرگان کو پکارتے ہیں۔ اس آیت میں صاف صاف بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو پکارنا ہی شرک اکبر ہے۔

③ ان دلائل توحید میں سے ایک دلیل سورۃ براءۃ (التوبہ ۳۱) کی آیت ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے واضح انداز میں فرمایا ہے کہ:

﴿ٱتَّخَذُوٓاْ أَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَٰنَهُمۡ أَرۡبَابٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِ﴾ [التوبة:۳۱]

''اہل کتاب نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور بزرگوں کو رب بنا رکھا تھا، جبکہ انہیں صرف اور صرف ایک الٰہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا''۔

حالانکہ اس آیت کی واضح تفسیر۔جس میں کوئی اشکال یا ابہام نہیں۔یہ ہے کہ اہل کتاب اپنے علماء اور بزرگوں کو (مصیبت اور مشکل میں) پکارتے نہیں تھے، بلکہ عملِ معصیت میں ان کی اطاعت کرتے تھے۔

④ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس بات کا تذکرہ ہے، جو انہوں نے کفار سے کہی تھی کہ:

﴿إِنَّنِي بَرَآءٞ مِّمَّا تَعۡبُدُونَ ۝٢٦ إِلَّا ٱلَّذِي فَطَرَنِي﴾ ''میں تمہارے معبودوں سے بیزار اور لاتعلق ہوں، ہاں (میرا تعلق صرف اسی سے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے) اور اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کفار کے معبودان باطلہ سے اپنے رب کو مستثنیٰ کیا۔ اللہ سبحانہ و

تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ کفار سے اس طرح کی براءت و بیزاری اور اللہ تعالیٰ کی موالات ومحبت ہی کلمہ لا الہ الا اللہ کی تفسیر ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ [الزخرف]

''اور ابراہیم علیہ السلام یہی پیغام اپنے پیچھے اپنی قوم میں چھوڑ گئے، تاکہ وہ (اس کی طرف) رجوع کریں''۔

⑤ ان دلائل میں سے ایک دلیل سورۂ بقرہ (۱۶۷) کی وہ آیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے متعلق بیان فرمائی ہے کہ:

﴿وَمَا هُم بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ﴾ ''وہ جہنم کی آگ سے نکلنے والے نہیں ہیں''۔

اور ان کے بارے میں فرمایا کہ:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ﴾

[البقرۃ:۱۶۵]

''وہ اپنے شریکوں سے یوں محبت کرتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہیے''۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کو اللہ تعالیٰ سے بھی بڑی محبت تھی، مگر ان کی یہ محبت انہیں مشرف بہ اسلام نہ کرسکی۔ ذرا غور کریں! کہ جب اللہ تعالیٰ اور غیر اللہ سے محبت کرنے والوں کو مسلمان شمار نہیں کیا گیا تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر شریکوں سے محبت کرنے والوں، یا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر صرف غیر اللہ سے محبت کرنے والوں کا کیا حال ہوگا؟

⑥ ان دلائل میں سے ایک دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ذیشان بھی ہے کہ:

"مَنْ قالَ: لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَرُمَ مَالُهُ وَدَمُهُ..."

جس شخص نے کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار اور معبودان باطلہ کا انکار کیا' اس کا مال اور خون

(جان) محفوظ ہو گیا اور اس کا حساب (یعنی باقی معاملہ) اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے"۔

یہ ارشاد مبارک ان بڑے دلائل میں سے ایک ہے جو کلمہ "لا الہ الا اللہ" کے معنی و مفہوم کو (صحیح طور پر) واضح کرتے ہیں کہ اس کلمہ کو محض زبان سے ادا کر لینے سے مال و جان کو امان و تحفظ نہیں مل جاتا، یعنی اس کلمہ کو محض پڑھ لینے سے، یا اس کے معنی اور لفظ کو جان لینے، یا اس کے محض اقرار سے امان نہیں مل جاتی اور نہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کو محض پکارنے سے امان و تحفظ حاصل ہوتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ جب تک معبودان باطلہ کا کفر و انکار نہ کیا جائے، امان نہیں مل سکتی۔

یاد رہے کہ اگر کسی نے ان باتوں میں سے کسی میں بھی ذرا سا شک یا توقف کیا تو اس کی جان اور مال کو تحفظ و امان حاصل نہیں ہو سکے گا۔

یہ مسئلہ کس قدر اہم اور عظیم ہے اور کس قدر واضح ہے۔ اور مخالفین کے خلاف کتنی بڑی قاطع دلیل ہے۔

باب: ⑦

رفع بلاء اور دفع مصائب کے لئے چھلے اور دھاگے وغیرہ پہننا شرک ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿قُلْ أَفَرَءَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَـٰشِفَـٰتُ ضُرِّهِۦٓ أَوْ أَرَادَنِى بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَـٰتُ رَحْمَتِهِۦ ۚ قُلْ حَسْبِىَ ٱللَّهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ ٱلْمُتَوَكِّلُونَ﴾ [الزمر:۳۸]

''(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) ان سے کہہ دیجئے! تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں تم پکارتے ہو، اس ضرر کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے، تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیں کہ مجھے تو اللہ ہی کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے ہیں''۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وآله وسلم رَأَى رَجُلاً فِي يَدِهِ حَلْقَةٌ مِنْ صُفْرٍ، فقال: مَا هَذِهِ؟! قال: مِنَ الْواهِنَةِ. قال: انْزِعْها؛ فَأَنَّها لَا تَزِيدُكَ إِلَّا وَهناً، فَإِنَّكَ لَوْ مِتَّ وَهِيَ عَلَيْكَ؛ مَا أَفْلَحْتَ أَبَداً". رَوَاهُ أَحْمَدُ بِسَنَدٍ لَا بَأْسَ بِهِ.

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ میں پیتل کا چھلہ دیکھا تو فرمایا: ''یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ ''واھنہ''[1] (ایک مرض) کی وجہ سے پہنا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

① واھنہ: امام ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ واھنہ ایک ایسی بیماری ہے جس میں کندھے یا پورے بازو کی رگ پھول جاتی ہے۔ تکلیف سے نجات کے لئے دم بھی کرتے ہیں۔ بعض اہل علم کا قول ہے کہ کہنی اور کندھے کے درمیانی...

''اسے اتار دو۔ یہ (تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا بلکہ) تمہاری کمزوری میں مزید اضافہ کردے گا۔ اس چھلے کو پہنے ہوئے اگر تمہیں موت آ گئی تو تم کبھی نجات نہ پا سکو گے''[1]۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً؛ فَلَا أَتَمَّ اللَّهُ لَهُ، وَمَنْ تَعَلَّقَ وَدْعَةً؛ فَلَا وَدَعَ اللَّهُ لَهُ".

''جس شخص نے (بیماری سے تحفظ کے لئے) کوئی تعویذ لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری نہ کرے اور جس نے سیپ باندھا، اللہ تعالیٰ اسے بھی آرام نہ دے''[2]،[3]۔

ایک اور روایت میں ہے: "مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ أَشْرَكَ". ''جس نے (بیماری سے تحفظ کی نیت سے) تعویذ لٹکایا، اس نے اس (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ شرک کیا''[4]۔

ابن ابی حاتم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا ہے کہ:

"أَنَّهُ رَأَى رَجُلاً فِي يَدِهِ خَيْطٌ مِنَ الْحُمَّى، فَقَطَعَهُ، وَتَلَا قَوْلَهُ تعالى: ﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِٱللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ﴾ [يوسف:١٠٦]".

انہوں نے ایک شخص کے ہاتھ میں بخار کے سبب دھاگا باندھا ہوا دیکھا تو انہوں نے

... حصہ میں بعض اوقات تکلیف ہو جایا کرتی ہے۔ یہ تکلیف مردوں کو ہوتی ہے، عورتوں کو نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو وہ چھلا پہننے سے اس لئے منع کیا تھا کہ اس نے وہ چھلا اس مرض سے نجات کے لئے پہنا تھا کہ وہ چھلا اسے محفوظ رکھے گا۔ حالانکہ چھلے کا بیماری سے کوئی واسطہ یا تعلق نہیں۔ (مترجم)

① مسند احمد: ٢٠٠٠٠، سنن ابن ماجہ: ٣٥٣١۔

② تمیمہ: مذکورہ بالا احادیث میں ''تمیمہ'' اور ''ودعہ'' کی مذمت وارد ہوئی ہے، کوئی چیز وہ لوہے کی ہو یا پیتل کی، سیپ ہو یا منکا، یا دھاگہ، اسے گلے میں ڈالنا، کلائی یا بازو، انگلی یا پاؤں پر باندھنا، اس نیت سے کہ اس کی وجہ سے آرام آجائے گا' سخت ممنوع ہے، بلکہ شرک ہے۔

③ مسند احمد: ١٧٤٠٤، حسنہ الارناؤط۔

④ مسند احمد: ١٧٤٢٢، قال ابن باز: سندہ لا بأس بہ، ثابت۔

اسے کاٹ ڈالا اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

''اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے باوجود بھی مشرک ہیں''[1] ۔

---

① ابن ابی حاتم: ۱۲۰۴۰۔

عرب لوگ بچوں کو نظر بد سے محفوظ رکھنے کے لئے ان کے گلے میں کوڑیاں باندھتے تھے، اسلام نے اس عمل کو باطل اور فضول قرار دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے:

''اور اگر میں تمیمہ ڈال لوں تو پھر مجھے اس کے بعد کسی بھی گناہ کی پرواہ نہیں''۔

مطلب یہ کہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے اور باقی اس سے پیچھے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص (نظر بد اور بیماری سے تحفظ کے لئے) کوئی چیز باندھے یا لٹکائے تو اللہ تعالیٰ اسے آرام نہ دے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ شدید انداز تخاطب اس لئے اختیار فرمایا کہ عربوں کا عقیدہ تھا۔ یہ چیزیں دوا اور شفاء ہیں۔ اور وہ لوگ ان چیزوں کو محض باندھ لینا کافی سمجھتے اور اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور فیصلہ کو روک لیں گی اور وہ انہیں دافع البلاء سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان امور سے سختی سے منع فرمایا اور اسے شرک قرار دیا۔

امام عبد العظیم منذری رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ:

تمیمہ: چمڑے کے ٹکڑے کو کہتے ہیں جس پر کوئی چیز لکھی ہو، عرب لوگ اس قسم کی چیزوں کو استعمال کرتے تھے تاکہ ان کے ذریعے آفات و مصائب سے دفاع ہو۔ یہ سراسر جہالت و ضلالت کی بات ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہ تو تکلیف کو دور کر سکتا ہے اور نہ روک سکتا ہے۔

ودعہ: مذکورہ بالا احادیث میں سے ایک حدیث میں ''ودعہ'' کا لفظ آیا ہے۔ ابو السعادات ابن الاثیر الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سمندر سے نکلنے والی سفید رنگ کی ایک چیز ہوتی ہے۔ وہ لوگ اسے نظر بد سے بچاؤ کے لئے گلے میں لٹکاتے تھے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر ناپسندیدگی اور کراہت کا اظہار فرمایا اور اس سے منع فرمایا۔ اردو میں ''ودعہ'' کو سیپ اور گھونگھے کہا جاتا ہے۔

ہمارے ہاں بھی بعض بیماریوں کی صورت میں لوگ ان کا صحیح علاج کرنے کی بجائے دھاگے پر گانٹھ لگا کر باندھ لیتے ہیں۔ یا چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کا ہار سا بنا کر گلے میں لٹکا لیتے ہیں۔ بعض صورتوں میں ناک یا کان میں سوراخ کر کے کوئی چیز ڈال لیتے ہیں۔ بس، ٹرک، کار، مکان وغیرہ پر سیاہ کپڑا لہرا دیتے ہیں یا پرانا جوتا لٹکا دیتے ہیں۔ یا سیاہ ہنڈیا الٹا کر رکھ دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کام مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں منع اور شرک ہیں۔ ان سے بچنا چاہئے۔ [سعیدی]

مسائل ⑦:

① (بیماری سے تحفظ کی نیت سے) چھلا، دھاگہ یا ڈورا وغیرہ باندھنا سخت منع ہے۔

② اس حدیث سے معلوم شدہ اس بیان سے کہ اگر صحابی بھی اس نیت سے کوئی چیز باندھے یا لٹکائے اور اسی حال میں مر جائے تو وہ بھی کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔ صحابہ کی اس ٹھوس بات کے لئے شاہد موجود ہے اور وہ یہ کہ ''شرک اصغر اکبر الکبائر ہے''۔

③ جہالت کے سبب بھی ان چیزوں کے مرتکب کو معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

④ یہ چیزیں دنیا میں بھی مفید نہیں بلکہ مضر ہیں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ:
"لَا تَزِيدُكَ إِلَّا وَهْنًا". ''یہ تیری بیماری کو بڑھانے کے سوا کچھ نہ کرے گا''۔

⑤ ایسی چیزوں کو استعمال کرنے والے شخص کو سختی سے روکنا چاہئے۔

⑥ اس بات کی وضاحت معلوم ہوئی کہ جس نے کوئی چیز لٹکائی' اسے اس کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

⑦ جس نے کوئی تعویذ لٹکایا' اس نے شرک کیا۔

⑧ بخار کی وجہ سے دھاگہ باندھنا شرک ہے۔

⑨ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا اس موقعہ پر اس آیت کی تلاوت کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شرک اکبر کی آیات سے شرک اصغر پر بھی استدلال کیا کرتے تھے؛
جیسا کہ سورۃ البقرۃ کی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ذکر کیا ہے۔

⑩ نظر بد سے بچاؤ کے لئے سیپ باندھنا شرک ہے۔

⑪ (بیماریوں سے تحفظ کے لئے) تعویذ لٹکانے اور سیپ وغیرہ ڈالنے والے کے لئے بددعا کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مراد پوری نہ کرے اور اسے آرام نہ دے۔

○○○○

باب: ⑧

دموں اور تعویذوں کا بیان

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت ابو بشیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، فَأَرْسَلَ رَسُولاً: أَنْ لَا يَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ، أَوْ قِلَادَةٌ؛ إِلَّا قُطِعَتْ". **وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قاصد کو (اعلان کرنے کے لئے) بھیجا کہ "کسی اونٹ کی گردن میں تانت وغیرہ سے لٹکائی چیز نہ رہنے دی جائے، اگر ہو تو کاٹ دی جائے"** ①، ②۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"إِنَّ الرُّقَى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ؛ شِرْكٌ". رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ. **"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: "جھاڑ پھونک (نظر بد وغیرہ سے تحفظ کے لئے) تعویذ گنڈے (باندھنا اور محبت کے لئے کیے جانے والے اعمال) جادو سب شرک ہیں"** ③، ④۔

---

① دور جاہلیت میں رسم تھی کہ اگر کمان کی تانت پرانی ہو جاتی تو اسے تبدیل کر لیتے اور پرانی تانت کو چوپایوں کے گلے میں ڈال دیتے۔ ان کا خیال تھا کہ اس سے جانور نظر بد سے محفوظ رہتا ہے۔ [سعیدی] ② صحیح البخاری: ۳۰۰۵، صحیح مسلم: ۲۱۱۵۔ ③ ملاحظہ: یہ ایک تفصیلی واقعہ کا بعض حصہ ہے۔ پورا واقعہ امام ابو داود رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ زینب رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میرے شوہر عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) نے میری گردن میں ایک دھاگہ دیکھا تو پوچھا، یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: "یہ دم کیا ہوا دھاگہ مجھے دیا گیا ہے، تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے وہ دھاگہ کاٹ ڈالا اور فرمایا: "اے عبداللہ کے اہل وعیال! تم اس شرک سے بے نیاز ہو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: یہ جھاڑ پھونک، نظر بد سے تحفظ کے لئے مختلف چیزیں باندھنا یا لٹکانا اور محبت کے تعویذات سب شرک ہیں"۔ میں نے کہا: "میری آنکھ میں چبھن تھی میں فلاں یہودی کے پاس دم کرانے جاتی تھی۔ اس کے دم سے مجھے آرام آجاتا تھا"۔ تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: "یہ شیطانی حرکت ہے، وہ اپنے ہاتھ سے چھوتا تھا جب دم کیا جاتا تو وہ ہاتھ روک لیتا۔ اس تکلیف کے دوران تمہارے لئے اتنا کافی تھا کہ تم وہ دعا پڑھ لیتی، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے: "أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا"۔

④ مسند أحمد: ۳۶۱۵، سنن أبي داود: ۵۲۰۸، علامہ البانی وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔

[اس (مذکورہ) حدیث میں درج ذیل تین الفاظ وارد ہوئے ہیں تمائم، رقی اور تولہ]۔

اور حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئاً وُكِّلَ إِلَيْهِ".

''جس شخص نے کوئی چیز لٹکائی تو اسے اسی کے حوالے کر دیا جاتا ہے''[1]۔

التمائم: یہ لفظ ''تمیمہ کی جمع ہے۔ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو نظر بد سے تحفظ کے لئے بچوں کے گلے میں باندھی، لٹکائی یا ڈالی جائے۔ قرآنی تعویذات کو بعض اہل علم نے جائز اور بعض نے ناجائز قرار دیا ہے، ناجائز کہنے والوں میں سے ایک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

الرقی: یہ ''رقیہ'' کی جمع ہے۔ انہیں ''العزائم'' بھی کہا جاتا ہے ''رقیہ'' دم اور جھاڑ پھونک کو کہتے ہیں۔ اگرچہ حدیث میں دم کو شرک کہا گیا ہے، لیکن دلائل سے ثابت ہے کہ جو دم شرکیہ کلمات پر مشتمل نہ ہو، اس کی اجازت ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر بد اور زہریلے جانوروں کے کاٹنے پر دم کی اجازت اور رخصت دی ہے۔

التولہ: یہ ایک ایسا عمل ہے، جس کے ذریعے عربوں کے خیال میں خاوند اور بیوی کے مابین الفت پیدا ہوتی ہے۔

اور امام احمد حضرت رویفع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"يا رُوَيْفِعُ! لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُولُ بِكَ، فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ، أَوْ تَقَلَّدَ وَتَراً، أَوِ اسْتَنْجَى بِرَجِيعِ دَابَّةٍ أَوْ عَظْمٍ، فَإِنَّ مُحَمَّداً بَرِيءٌ مِنْهُ".

---

[1] مسند أحمد: ۱۸۶۷۸۱، سنن الترمذی: ۲۰۷۲، حسن۔

''اے رویفع! شاید تم مدت تک زندہ رہو، لہٰذا لوگوں کو بتا دینا کہ جو شخص داڑھی کو گرہ لگائے، یا تانت گلے میں ڈالے، یا چوپائے کے گوبر یا ہڈی سے استنجاء کرے، تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سے بیزار اور لاتعلق ہیں''[1]۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ:

"مَنْ قَطَعَ تَمِيمَةً مِنْ إِنْسَانٍ؛ كَانَ كَعِدْلِ رَقَبَةٍ". رَوَاهُ وَكِيعٌ.

''جو شخص کسی کے گلے سے تعویذ کو کاٹ ڈالے تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا''[2]۔

اور وکیع رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

"كَانُوا يَكْرَهُونَ التَّمَائِمَ كُلَّهَا، مِنَ الْقُرْآنِ وَغَيْرِ الْقُرْآنِ".

''(لوگ یعنی اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ) قرآنی اور غیر قرآنی ہر قسم کے تعویذات کو ناپسند گردانتے تھے''[3]۔

مسائل ⑧:

① ''رقیہ'' اور ''تمیمہ'' کی تفسیر۔

② ''تولۃ'' کی تفسیر ہوئی۔

③ ''رقیہ''، ''تمیمہ'' اور ''تولۃ'' بلا استثناء تینوں شرک ہیں۔

---

① مسند احمد: ۱۶۹۹۵، سنن ابی داود: ۳۶، سنن نسائی: ۵۰۶۷، علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔

② مصنف ابن أبی شیبہ: ۲۳۹۳۹۔

③ مصنف ابن أبی شیبہ: ۲۳۹۳۳۔

④ نظر بد اور زہریلے جانوروں کے کاٹے کا غیر شرکیہ دم ممنوع نہیں۔

⑤ قرآنی آیات کے تمیمہ (تعویذ) کے بارے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے کہ یہ شرک ہے یا نہیں؟

⑥ نظر بد سے تحفظ کی خاطر جانوروں کے گلے میں تانت باندھنا شرک ہے۔

⑦ اس میں تانت باندھنے والوں کے لئے شدید وعید وارد ہوئی ہے۔

⑧ اس سے کسی کے گلے میں باندھے ہوئے تعویذ کو کاٹ پھینکنے کا ثواب اور فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

⑨ ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی بات اہل علم کے مذکورہ بالا اختلاف کے منافی نہیں؛ کیونکہ ان کے کلام سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد مراد ہیں [1]۔

○○○○

① بہت سے لوگ جائز معاملات میں قرآن مجید وغیرہ کے تعویذ کا استعمال روا جانتے ہیں، مگر اس کا ثبوت کسی صحیح روایت سے نہیں ہوتا، اس لئے ایک جماعت ہر حال میں اسے حرام جانتی ہے۔ قرآن مجید کے نزول کی غرض وغایت تعویذ و منتر ہونا نہیں، بلکہ عمل و اعتقاد کی اصلاح ہے، جسے لوگ چھوڑ بیٹھے ہیں۔ [السورتی]

باب: ۹

کسی درخت یا پتھر وغیرہ کو متبرک سمجھنا' شرک ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿أَفَرَءَيْتُمُ ٱللَّٰتَ وَٱلْعُزَّىٰ ۝١٩ وَمَنَوٰةَ ٱلثَّالِثَةَ ٱلْأُخْرَىٰٓ﴾ [النجم:۱۹-۲۰]

''بھلا تم نے (کبھی) ''لات''، ''عزیٰ'' اور تیسری (دیوی) ''منات'' کے بارے میں بھی غور کیا ہے؟''۔

حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

"خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى حُنَيْنٍ، وَنَحْنُ حُدَثَاءُ عَهْدٍ بِكُفْرٍ، وَلِلْمُشْرِكِينَ سِدْرَةٌ يَعْكُفُونَ عِنْدَهَا وَيَنُوطُونَ بِهَا أَسْلِحَتَهُمْ، يقال لَهَا: ذَاتُ أَنْوَاطٍ. فَمَرَرْنَا بِسِدْرَةٍ، فَقُلْنَا: يا رَسُولَ اللَّهِ! اِجْعَلْ لَنَا ذَاتَ أَنْوَاطٍ كَمَا لَهُمْ ذَاتُ أَنْوَاطٍ، فَقال رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "اللَّهُ أَكْبَرُ! إِنَّهَا السُّنَنُ، قُلْتُمْ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، كَمَا قالتْ: بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسَى: ﴿ٱجْعَل لَّنَآ إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ ءَالِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ﴾ [الاعراف:۱۳۸]

لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ".

غزوہ حنین کے موقع پر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جارہے تھے اور ہم نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ (راستے میں) مشرکین کی ایک بیری تھی، وہ (عظمت اور برکت کے خیال سے) اس کے پاس آکر بیٹھے رہتے تھے۔ اور (برکت کے لئے) اپنے ہتھیار بھی اس پر لٹکایا کرتے تھے۔ اس کا نام ''ذات انواط'' تھا۔ چلتے چلتے ایک بیری کے پاس سے ہمارا گزر ہوا تو ہم نے کہا: ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! جیسے ان مشرکین کا ذات انواط ہے،

آپ ہمارے لئے بھی ایک ''ذات انواط'' مقرر فرما دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ اکبر'' ''یہی تو (گمراہی اور سابقہ قوموں کے) راستے ہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم نے تو وہی بات کی جو بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ اے موسیٰ! جیسے ان کے معبود ہیں آپ ہمارے لئے بھی ایک ایسا معبود مقرر کر دیں''۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''تم تو بڑے ناداں ہو''۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم بھی پہلی امتوں کے طریقوں پر چلو گے''[1]۔

مسائل ⑨:

① سورۃ النجم کی آیت کی تفسیر ہے۔

② صحابہ کرام کے ذات انواط مقرر کرنے کے مطالبہ کی صحیح توجیہ (کہ وہ ذات انواط صرف تبرک کی خاطر مقرر کرانا چاہتے تھے۔ ان کا اسے معبود بنانا مقصود نہ تھا)۔

③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی اس خواہش کا صرف اظہار ہی کیا تھا۔ اسے عملی جامہ نہیں پہنایا تھا۔

④ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقصد و ارادہ محض تقرب الٰہی کا حصول تھا، کیونکہ ان کا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے پسند فرماتا ہے۔

⑤ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر شرک کی یہ قسم مخفی رہی تو دوسرے عام لوگوں کا اس سے نابلد رہنا زیادہ قرین قیاس ہے۔

⑥ (اعمال صالحہ کے بدلے) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو نیکیاں اور بخشش کے وعدے عطا

① سنن الترمذی: ۲۱۸۰، اس حدیث کو امام ترمذی اور البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔

کیے گئے ہیں، وہ دوسروں کو حاصل نہیں ہو سکتے۔

⑦ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معذور اور بے قصور نہیں سمجھا، بلکہ آپ نے ان کی بایں الفاظ تردید فرمائی کہ:

"اَللّٰهُ أَكْبَرُ! إِنَّهَا السُّنَنُ! لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ"

''یہی تو گمراہی (پہلی قوموں) کے راستے ہیں تم بھی پہلے لوگوں کے طریقوں پر چلو گے''

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین طرح سے اس کی مذمت فرمائی۔

⑧ سب سے اہم بات جو اصل مقصود ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ کرام کے لئے یہ فرمانا ہے کہ:

''تمہارا مطالبہ اور فرمائش بھی بنی اسرائیل کے مطالبہ و فرمائش جیسی ہے'' انہوں نے کہا تھا کہ: "اِجْعَلْ لَنَا إِلَهًا". اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا۔

سو تم نے بھی ایسا ہی مطالبہ کیا۔

⑨ اس قسم کے مقامات کو مقدس اور متبرک نہ سمجھنا، توحید اور لا الہ الا اللہ کی مراد ہے۔ یہ ایک انتہائی دقیق اور پوشیدہ بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس کا ادراک نہ کر سکے۔

⑩ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتوے پر قسم اٹھائی، جبکہ بلا مصلحت و مقصد قسم اٹھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ نہ تھی۔

⑪ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس مطالبہ و فرمائش کی وجہ سے مرتد نہیں سمجھا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ شرک بڑا بھی ہوتا ہے اور چھوٹا بھی [1]۔

---

① بنی اسرائیل کا فعل تو صریح کفر تھا، مگر ان لوگوں کا کہنا ایک قسم کی عبادت گاہ بنانے کے مرادف تھا، جس کو شریعت پسند نہیں کرتی، لہٰذا اسے شرک اصغر کہا۔ گویا کسی جگہ یا درخت کو بلا حکم الٰہی میلہ، اجتماع کا مقام بنا لینا اُسے بُت بنانا ہے۔ [السورتی]

⑫ ابوواقد رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ: "وَنَحْنُ حُدَثَاءُ عَهْدٍ بِكُفْرٍ" ہم ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس بات کا علم تھا کہ ایسا کرنا درست نہیں۔

⑬ اس سے اظہار تعجب کے موقع پر ''اللہ اکبر'' کہنے کا جواز بھی ملتا ہے نیز اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔

⑭ شرک وبدعت کے تمام ذرائع کا سد باب کرنا چاہئے۔

⑮ اس میں اہل جاہلیت کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے۔

⑯ اس میں دوران تعلیم (کسی مصلحت کی بنیاد پر استاد کا شاگرد پر) ناراض ہونا ثابت ہے۔

⑰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''إِنَّهَا السُّنَنُ'' فرما کر عمومی اصول بیان کردیا۔

⑱ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خبر بھی علامات نبوت میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق اب اسی طرح ہو رہا ہے۔

⑲ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جن باتوں پر یہود ونصاریٰ کی مذمت فرمائی، وہ دراصل ہمیں تنبیہ ہے (تاکہ ہم ان سے بچیں)[1]۔

⑳ اہل علم کے ہاں یہ اصول طے ہے کہ عبادات کی بنیاد حکم اور امر پر ہے (اپنی مرضی

---

① عام جاہلوں اور بہت سے علم کے مدعی لوگوں میں مشہور ہے کہ یہ آیت مشرکوں، کافروں، یہود ونصاریٰ کی بابت ہے، وہ اس سے مستثنیٰ ہیں، یہ نہایت غلط اور بے اصل بات ہے۔ قرآن مجید موعظت وعبرت کے لئے ہے، اس میں کسی مخصوص زمانہ یا قوم کی قید نہیں، اگر کسی جگہ ہو بھی تو وہ اتفاقی ہے۔ اسے بطور ضرب المثل سمجھنا چاہئے، جو ہر زمانہ اور قوم پر یکساں صادق آتی ہے۔ [السورتی]۔

یا خواہش سے عبادت مقرر نہیں کی جاسکتی) اس سے قبر کے سوالوں پر تنبیہہ ہوتی ہے کہ قبر میں پہلا سوال یہ ہوگا ''تیرا رب کون ہے؟'' یہ تو واضح ہے، البتہ دوسرا سوال ''تیرا نبی کون ہے؟'' اس کا تعلق امور غیبیہ سے ہے۔ اور تیسرا سوال ''تیرا دین کیا ہے؟'' اس پر آیت (اِجْعَلْ لَنَا اِلٰھًا) دلالت کرتی ہے۔

٢١ اہل کتاب کے طور طریقے بھی اسی طرح مذموم ہیں، جیسے مشرکین کا مذہب اور ان کے طور اطوار ہیں۔

٢٢ جو شخص باطل سے حق کی طرف آتا ہے، اس کے دل میں قدیم عبادات، عقائد اور تصورات کا کچھ نہ کچھ اثر باقی رہ جاتا ہے، جیسا کہ ابو واقد رضی اللہ عنہ نے کہا: (وَنَحْنُ حُدَثَاءُ عَهْدٍ بِكُفْرٍ) یعنی ابھی ماضی قریب میں ہمارا کفر سے تعلق رہا ہے اور ہم نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں۔

○○○○

باب:⑩

غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے کا حکم

ارشاد الٰہی ہے: ﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ [الانعام: ۱۶۲-۱۶۳] ''کہہ دیجئے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب رب العالمین کے لئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے اول فرمانبردار ہوں''۔

نیز فرمایا: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ [الکوثر: ۲]

''پس تم اپنے رب ہی کے لئے نماز پڑھو اور قربانی دو''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حَدَّثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: "لَعَنَ اللَّهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ، لَعَنَ اللَّهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ، لَعَنَ اللَّهُ مَنْ آوَى مُحْدِثاً، لَعَنَ اللَّهُ مَنْ غَيَّرَ مَنَارَ الْأَرْضِ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے چار باتیں بتلائیں: ''جو شخص غیر اللہ کے لئے جانور ذبح کرے' اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ جو شخص اپنے والدین پر لعنت کرے' اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، جو شخص کسی بدعتی (مجرم) کو پناہ دے' اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ جو شخص حدودِ زمین کے نشانات کو بدلے' اس پر (بھی) اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے''[1]، [2]۔

---

① اللہ کے سوا دوسرے کے لئے ذبح کرنے کی دو صورتیں ہیں: ایک کسی بت خانہ یا قبر وغیرہ پر بطورِ تبرک ذبح کرے اور نذر چڑھاوے۔ دوسری یہ کہ بسم اللہ کی جگہ کسی اور کے نام پر ذبح کرے۔

ماں باپ پر لعنت کی ایک صورت تو صاف ہے، یعنی ایسا نالائق، بداطوار ہو جائے کہ خود انہیں ایسے کلمات سنائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی بدمعاش کے منہ آئے اور اسے گالیاں دے، جس سے وہ اس کے ماں باپ پر بدلہ نکالے۔

مجرم بھی دو قسم کے ہوں گے: ایک جو کسی سرقہ، زنا، قتل وغیرہ میں گرفتاری کے قابل ہو، دوسری صورت یہ کہ جرم الٰہی یا شریعت میں بدعت ایجاد کر کے فتنہ قائم کرے۔

زمین کے نشانات بدلنے کے بھی دو معنیٰ ہیں: ایک یہ کہ زمین غصب کرنے کے لئے ایسا کرے۔ دوم راستے سے بہکانے کے لئے۔ [السورتی]۔

② صحیح مسلم: ۱۹۷۸۔

طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"دَخَلَ الْجَنَّةَ رَجُلٌ فِي ذُبَابٍ، ودَخَلَ النَّارَ رَجُلٌ فِي ذُبَابٍ، قَالُوا: وَكَيْفَ ذَلِكَ يا رَسُولَ اللَّهِ؟ قال: مَرَّ رَجُلَانِ عَلَى قَوْمٍ لَهُمْ صَنَمٌ لَا يَجُوزُهُ أَحَدٌ حَتَّى يُقَرِّبَ لَهُ شَيْئاً. فقَالُوا لِأَحَدِهِمَا قَرِّبْ، قال: لَيسَ عِنْدِي شَيْءٌ أُقَرِّبُ، قَالُوا لَهُ: قَرِّبْ وَلَوْ ذُبَاباً، فَقَرَّبَ ذُبَاباً، فَخَلُّوا سَبِيلَهُ؛ فَدَخَلَ النَّارَ. وَقالوا لِلْآخَرِ: قَرِّبْ، فقَالَ: مَا كُنْتُ لِأُقَرِّبَ لِأَحَدٍ شَيْئاً دُونَ اللَّهِ، فَضَرَبُوا عُنُقَهُ؛ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ".

''ایک شخص مکھی کی وجہ سے جنت چلا گیا اور ایک شخص مکھی ہی کی وجہ سے جہنم جا پہنچا''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ کیسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''دو آدمیوں کا گزر ایک قوم پر ہوا، جس کا ایک بت تھا۔ کسی کو وہاں سے چڑھاوا چڑھائے بغیر گزرنے کی اجازت نہ تھی۔ (اس) قوم کے لوگوں نے ان میں سے ایک کو کہا: چڑھاوا چڑھاؤ۔ اس نے کہا: چڑھاوے کے لئے میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ انہوں نے کہا: تمہیں یہ کام ضرور کرنا ہوگا، خواہ ایک مکھی ہی چڑھاؤ۔ اس شخص نے ایک مکھی کا چڑھاوا چڑھا دیا۔ چنانچہ انہوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ اور وہ اس مکھی کے سبب جہنم میں جا پہنچا۔ ان لوگوں نے دوسرے سے کہا، تم بھی کوئی چڑھاوا چڑھاؤ، تو اس نے کہا: میں تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے واسطے کوئی چڑھاوا نہیں چڑھا سکتا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا اور وہ ''سیدھا'' جنت میں جا پہنچا''[1]۔

[1] الزہد لاحمد: ۱۵، ۱۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۳۰۷۔

مسائل ⑩:

① آیہ مبارکہ ﴿إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي﴾ کی تفسیر۔

② آیہ مبارکہ ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ کی تفسیر۔

③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے والے شخص پر لعنت فرمائی ہے۔

④ اپنے والدین پر لعنت کرنے والا خود لعنتی ہے، اس سے یہ بات ماخوذ ہے کہ اگر تم کسی کے والدین کو لعنت کرو گے تو وہ تمہارے والدین پر لعنت کرے گا، اسی طرح تم خود اپنے والدین پر لعنت کا سبب بنو گے۔

⑤ جو شخص کسی بدعتی (مجرم) کو پناہ دے، وہ ملعون ہے۔ بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جو کسی ایسے جرم کا مرتکب ہو جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا واجب ہو۔ اور وہ اس سے بچنے کے لئے کسی کی پناہ ڈھونڈے۔

⑥ جو شخص حدود زمین کی علامات بدل ڈالے، وہ لعنتی ہے۔ اس سے ایسے نشانات مراد ہیں جو آپ اور آپ کے پڑوسی کی حدود ملکیت کو متعین کرتے ہیں اور ان نشانات کو بدلنے سے پڑوسیوں کا حق مارنا مقصود ہو۔

⑦ کسی متعین شخص پر یا عمومی طور پر گناہگار لوگوں پر لعنت کرنے میں فرق ہے۔

⑧ ایک مکھی کی وجہ سے جہنم میں جانے کا قصہ بہت عظیم ہے۔

⑨ مکھی کا چڑھاوا چڑھانے والا جہنم رسید ہوا حالانکہ ایسا کرنے میں اس کا مقصد قطعاً شرک نہیں تھا، بلکہ اس نے اپنی جان بچانے کے لئے ایسا کیا تھا۔

⑩ اہل ایمان کے ہاں شرک کس قدر سنگین جرم ہے کہ اس مومن نے قتل ہونا گوارا

کرلیا، لیکن اہل صنم کا مطالبہ پورا نہ کیا،

حالانکہ انہوں نے اس سے صرف ظاہری عمل کرنے کا مطالبہ کیا تھا۔

⑪ ان دونوں میں سے شرک کا ارتکاب کر کے جہنم میں جانے والا شخص مسلمان تھا۔ اگر وہ کافر ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں نہ فرماتے کہ:

''دَخَلَ النَّارَ فِي ذُبَابٍ''.

''وہ ایک مکھی کے سبب جہنم میں گیا''۔

⑫ اس حدیث میں ایک دوسری صحیح حدیث کی تائید ہے کہ:

"الْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ، وَالنَّارُ مِثْلُ ذَلِكَ".

''جنت اور جہنم تمہارے ایک کے اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے''۔

⑬ بشمول بت پرست ہر ایک کے نزدیک قلبی عمل سب سے زیادہ اہم اور مقصود اعظم ہوتا ہے۔

○○○○

باب: ⑪

جہاں غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کئے جائیں وہاں (اللہ تعالیٰ کے نام پر بھی) ذبح کرنا جائز نہیں

ارشاد الٰہی ہے:

﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾ [التوبۃ:۱۰۸]

''آپ کبھی اس (مسجد ضرار) میں (عبادت کے لئے) کھڑے نہ ہونا، البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد شروع دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے، وہ زیادہ موزوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں (عبادت کے لئے) کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک صاف رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو بھی صفائی اور پاکیزگی اختیار کرنے والے لوگ ہی پسند ہیں''[1]۔

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"نَذَرَ رَجُلٌ أَنْ يَنْحَرَ إِبِلاً بِبُوَانَةَ، فَسَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فقال: هَلْ كَانَ فِيها وَثَنٌ مِنْ أَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ؟ قالوا: لَا. قال: هَلْ كَانَ فِيها عِيدٌ مِنْ أَعْيَادِهِمْ؟ قالوا: لَا. فَقَالَ رَسُولُ اللّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْفِ بِنَذْرِكَ؛ فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيةِ اللَّهِ، وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ".

---

① ذبح مالی قربانی میں اعلیٰ ترین قربانی ہے۔ پس اللہ عزوجل کے ایسی مسجد میں نماز پڑھنے سے ممانعت کرنے سے جو مسلمانوں کی ایذا رسانی اور مکر و تدابیر سوچنے کے لئے بنائی گئی۔ یہ مسئلہ سمجھا گیا کہ نیک کام بری جگہ نہ ہونا چاہئے۔ نیز جو نیک عمل بری نیت سے کیا جائے اس کا اثر برا ہوتا ہے۔ پس ایسے مقامات پر ذبح جیسی مہتم بالشان عبادت انجام نہ دی جائے جہاں شرک کا شبہہ ہو یا شرک سے ادنیٰ تعلق ہو۔ [السورتی]۔

ایک شخص نے بوانہ مقام پر اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی، چنانچہ اس نے (اس کے متعلق) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”کیا وہاں جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی ایسا بت تھا جس کی پوجا کی جاتی رہی ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید پوچھا: ”کیا وہاں کوئی مشرکین کا میلہ لگتا تھا؟“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم اپنی نذر پوری کرلو۔ یاد رکھو! جو نذر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہو اسے پورا کرنا درست نہیں اور اسی طرح جس نذر کو پورا کرنا انسان کی وسعت میں نہ ہو اسے بھی پورا کرنا ضروری نہیں“[1]۔

مسائل (۱۱):

① آیہ مبارکہ ﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا﴾ کی تفسیر ہے۔

② اللہ تعالیٰ کی اطاعت و معصیت بعض اوقات زمین پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔

③ کسی مشکل مسئلہ کو سمجھانے کے لئے واضح مسئلہ پیش کرنا چاہئے، تاکہ کوئی اشکال باقی نہ رہے۔

④ بوقت ضرورت مفتی سائل سے تفصیلات اور وضاحتیں طلب کرسکتا ہے۔

⑤ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی خاص مقام کو منت اور نذر ماننے کے لئے مخصوص کرنے میں کوئی قباحت نہیں، بشرطیکہ اس میں کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو۔

⑥ جس مقام پر دور جاہلیت میں کوئی ”وثن“ (بت) رہا ہو، وہاں نذر پوری کرنا منع ہے، خواہ اب اسے وہاں سے ختم کردیا گیا ہو۔

---

① سنن ابی داؤد: ۳۳۱۳، اور اس کی سند بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

⑦ کسی ایسی جگہ پر بھی نذر پوری نہیں کی جاسکتی جہاں مشرکین کا کوئی میلہ یا تہوار منایا جا تا رہا ہو۔ اگر چہ اب وہ سلسلہ بند ہی ہو چکا ہو۔

⑧ اگر کسی نے مشرکین کے بت یا تہوار والے مقام کی نذر مانی ہو تو اسے پورا کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ نافرمانی کی نذر ہے' جو نا جائز ہے۔

⑨ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تہوار میں بھی مشرکین کی مشابہت سے بچنا چاہئے۔ اگر چہ مشرکین کی مشابہت کرنا مسلمان کا مقصود نہ بھی ہو۔

⑩ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والی نذر باطل ہے۔

⑪ جو امر انسان کی وسعت طاقت میں نہ ہو اس کی نذر بھی نا جائز اور غلط ہے۔

○○○○

باب: ⑫

غیر اللہ کی نذر و نیاز ماننا شرک ہے

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا﴾ [الدھر:٧] ''یہ لوگ نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے کہ جس کی سختی پھیل رہی ہوگی خوف رکھتے ہیں''۔

نیز ارشاد ہے: ﴿وَمَا أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ﴾ [البقرۃ:٢٧٠] ''اور تم (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) جو کچھ بھی خرچ کرو یا جو بھی نذر مانو' اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللَّهَ فَلْيُطِعْهُ، وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللَّهَ فَلَا يَعْصِهِ". ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے تو اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی و معصیت کی نذر مانے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے''[1]۔

مسائل ⑫:

① نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔

② جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ نذر اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے' تو پھر اسے غیر اللہ کے لئے ماننا اور سرانجام دینا شرک ہے۔

③ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو نذر معصیت پر مبنی ہو' اسے پورا کرنا جائز نہیں۔

○○○○

---

① صحیح البخاری:٦٦٩٦۔

باب: ⑬

غیر اللہ کی پناہ لینا شرک ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلۡإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلۡجِنِّ فَزَادُوهُمۡ رَهَقًا﴾ [الجن:٦]

''اور یہ کہ بعض لوگ جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے' تو (اس طرح) ان کی سرکشی اور بڑھ گئی تھی''۔

حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

"مَنْ نزَلَ مَنْزِلاً فقال: أَعوذُ بِكُلِّمَاتِ اللَّهِ التَّامَاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ؛ لَمْ يَضُرُّهُ شَيْءٌ حَتّى يَرْتَحِلَ مِنْ مَنزِلِهِ ذَلِكَ".

''جو شخص کسی جگہ ٹھہرے اور یہ دعا پڑھ لے'':

''أَعوذُ بِكُلِّمَاتِ اللَّهِ التَّامَاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ''۔

''میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے شر سے اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ مانگتا ہوں''۔

تو اس کے وہاں سے روانہ ہونے تک اسے کوئی چیز ضرر نہ پہنچا سکے گی''[1]۔

---

① صحیح مسلم:۲۷۰۸۔

مسائل ⑬:

① سورہ جن کی آیت (٦) ﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ ٱلْجِنِّ﴾ [الجن:٦] کی تفسیر (جس میں ہے کہ بعض لوگ جنوں کی پناہ پکڑتے تھے)۔

② اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ غیر اللہ کی پناہ لینا شرک ہے۔

③ اس مسئلہ پر مذکورہ بالا حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے، کیونکہ اس سے علماء نے یہ دلیل اخذ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات مخلوق نہیں، اگر یہ کلمات اللہ کی مخلوق ہوتے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے پناہ طلب نہ کرتے، کیونکہ مخلوق سے پناہ مانگنا شرک ہے۔

④ اس سے اس دعا کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے، اگر چہ یہ ایک مختصر سی دعا ہے۔

⑤ کسی عمل سے کسی دنیاوی فائدہ کا حصول مثلاً کسی کے شر سے تحفظ یا کسی منفعت کا حصول، اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ عمل شرک نہیں (بلکہ عین ممکن ہے کہ جس عمل سے وہ فائدہ حاصل ہوا وہ شرک ہو)۔[سعیدی]

○○○○

باب: ⑭

غیر اللہ سے فریاد کرنا یا انہیں پکارنا شرک ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٠٦﴾ وَإِن يَمْسَسْكَ ٱللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُۥٓ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهِۦ ۚ يُصِيبُ بِهِۦ مَن يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهِۦ ۚ وَهُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ﴾ [یونس:۱۰۶-۱۰۷]

''اور تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی ایسی چیز کو نہ پکارنا' جو نہ کچھ تمہارا بھلا کر سکے اور نہ نقصان۔ اگر تم ایسا کرو گے تو ظالموں میں سے ہو جاؤ گے اور اگر اللہ تمہیں کوئی مصیبت پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں، اگر تم سے بھلائی کرنا چاہے تو کوئی اس کے فضل کو روکنے والا نہیں ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے' اپنے فضل سے نوازتا ہے اور وہ بخشنے والا (اور) رحم فرمانے والا ہے''۔

نیز ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَوْثَٰنًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَٱبْتَغُوا۟ عِندَ ٱللَّهِ ٱلرِّزْقَ وَٱعْبُدُوهُ وَٱشْكُرُوا۟ لَهُۥٓ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ [العنکبوت:۱۷]

''تم اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہو وہ تمہیں رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے، پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو اور اسی کی بندگی کرو اور اسی کا شکر کرو۔ اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے''۔

اور فرمایا:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُۥٓ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ وَهُمْ عَن دُعَآئِهِمْ غَٰفِلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ ٱلنَّاسُ كَانُواْ لَهُمْ أَعْدَآءً وَكَانُواْ بِعِبَادَتِهِمْ كَٰفِرِينَ﴾ [الاحقاف:۵-۶]

''اور اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے، جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہیں دے سکتے اور وہ ان کی پکار سے غافل و بے خبر ہیں اور قیامت کو جب تمام انسان جمع کئے جائیں گے تو اس وقت وہ ان (پکارنے والوں) کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے''۔

نیز فرمایا:

﴿أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ [النمل:۶۲]

''جب کوئی بے قرار فریاد کرے تو کون ہے جو اس کی پکار اور فریاد کو سنے؟ (کون اس کی) تکلیف دور کرتا ہے؟ اور (کون ہے جو) تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو''۔

اور طبرانی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ:

"أَنَّهُ كَانَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ مُنافِقٌ يُؤْذِي الْمُؤْمِنينَ، فقال بَعْضُهُم: قُومُوا بِنا نَسْتَغيثُ بِرَسُول اللَّه ﷺ مِنْ هَذَا الْمُنافِقِ؛ فَقال النَّبِيُّ ﷺ إِنَّهُ لَا يُسْتَغاثُ بِي، وَإِنَّمَا يُسْتَغاثُ بِاللَّهِ".

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک منافق مومنین کو (بہت) ایذائیں دیا کرتا تھا، چنانچہ چند صحابہ نے مشورہ کیا کہ چلو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس سے گلو خلاصی

کے لئے استغاثہ کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''دیکھو! مجھ سے استغاثہ (فریاد) نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ فریاد (و پکار) صرف اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہئے''[1]۔

مسائل (۱۴):

① اس سے ثابت ہوا کہ دعا عام ہے اور استغاثہ خاص، پس استغاثہ کے بعد دعا کا ذکر کرنا ''عطف العام علی الخاص'' کے قبیل سے ہے۔

② اس سے آیہ مبارکہ ﴿وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ﴾ کی تفسیر بھی معلوم ہوئی۔

③ غیر اللہ کو پکارنا اور اس سے فریاد کرنا شرک اکبر ہے۔

④ کوئی انتہائی نیک و برگزیدہ شخص بھی اگر غیر اللہ کو اس کی رضا وخوشنودی کے حصول کی غرض سے پکارے، تو وہ بھی ظالموں میں سے ہوگا۔

⑤ اس سے ﴿وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ﴾ کے بعد والی آیت کی تفسیر بھی معلوم ہوئی۔

⑥ معلوم ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنا کفر ہے اور یہ عمل دنیا میں بھی لوگوں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

⑦ اس تفصیل سے تیسری آیہ مبارکہ ﴿فَٱبْتَغُواْ عِندَ ٱللَّهِ ٱلرِّزْقَ﴾ کی تفسیر بھی واضح ہوتی ہے۔

⑧ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے روزی طلب نہیں کرنی چاہئے، جیسا کہ اس کے سوا کسی سے

---

① رواہ الطبرانی فی الکبیر کما فی مجمع الزوائد: ۱۷۲/۶۔

طالب جنت بھی نہیں ہونا چاہئے۔

⑨ اس سے چوتھی آیہ مبارکہ ﴿وَمَنْ أَضَلُّ﴾ کی تفسیر بھی واضح ہوتی ہے۔

⑩ جو شخص غیر اللہ کو پکارے، یا اس سے فریاد کرے، اس سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں۔

⑪ اللہ تعالیٰ کے سوا جنہیں پکارا جاتا ہے وہ پکارنے والے کی پکار سے بے خبر ہیں، وہ نہیں جانتے کہ انہیں کوئی پکار رہا ہے۔

⑫ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کو پکارا جاتا ہے وہ اس پکار کے سبب قیامت کی دن پکارنے والے کا دشمن ہوگا۔

⑬ غیر اللہ کو پکارنا درحقیقت اس کی عبادت ہے۔

⑭ جن کو پکارا جاتا ہے وہ قیامت کے دن اس پرستش کا انکار کردیں گے۔

⑮ غیر اللہ کو پکارنے کے سبب ہی وہ شخص سب سے زیادہ گمراہ ہوا۔

⑯ اس سے پانچویں آیت ﴿أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ﴾ کی تفسیر بھی واضح ہوجاتی ہے۔

⑰ حیران کن بات تو یہ ہے کہ بتوں کے پجاری (اور ان کو پکارنے والے) بھی اعتراف کرتے ہیں کہ پریشان و بے قرار آدمی کی پکار کو صرف اللہ ہی سنتا ہے اور وہی نجات دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مشکلات میں وہ بھی خالص اللہ ہی کو پکارتے ہیں۔

⑱ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکمل طور پر چمن توحید کی حفاظت فرمائی اور (امت کو) اللہ تعالیٰ کے ساتھ انتہائی ادب واحترام کی تعلیم دی۔

○○○○

باب: ⑮

بے اختیار مخلوق کو پکارنا

ارشاد الٰہی ہے:

﴿أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ﴾ [الاعراف:١٩١-١٩٢]

''کیا وہ ایسوں کو (اللہ تعالیٰ کا) شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں، اور نہ ان کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں''۔

نیز ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ﴿١٣﴾ إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ [فاطر:١٣-١٤]

''اور اللہ کو چھوڑ کر جن کو تم پکارتے ہو، وہ ایک کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی مالک نہیں ہیں۔ تم اگر ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے اور اگر سن بھی لیں تو تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اور بروز قیامت وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور (اللہ) خبیر کی طرح تمہیں کوئی خبر نہیں دے سکتا''۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"شُجَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ، فَقَال: كَيْفَ يُفْلِحُ قَوْمٌ شَجُّوا نَبِيَّهُمْ؟! فنزلت: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾.

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ احد میں زخمی ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کے دو دانت شہید کر دیئے گئے، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ایسی قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جس نے اپنے نبی کو زخمی کر دیا ہے''۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ: ''(اے پیغمبر!) اس معاملے میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں''①۔

اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: "أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم -إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ مِنَ الْفَجْرِ- يَقُولُ: اللَّهُمَّ الْعَنْ فُلَاناً، فُلَاناً، وَفُلَاناً؛ بَعْدَمَا يَقُولُ: سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ؛ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تعالى: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ ٱلْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ [آل عمران:۱۲۸]

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی نماز کی آخری رکعت میں جب رکوع سے سر اٹھایا تو ''سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد'' کے بعد فرمایا:

''اللَّهُمَّ الْعَنْ فُلَاناً، فُلَاناً'' ''یا اللہ! فلاں اور فلاں پر لعنت فرما'' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ ٱلْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ ''(کہ اے پیغمبر!) اس معاملے میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں''②۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

يَدْعُو عَلَى صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةَ، وَسُهَيْلِ بنِ عَمْرٍو، وَالْحَارِثِ بنِ هِشَامٍ، فَنَزَلَتْ: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ ٱلْأَمْرِ شَيْءٌ﴾

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفوان بن امیہ، سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام پر بددعا کر رہے تھے، تب بھی یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ (اے پیغمبر!) اس معاملے میں آپ کو کچھ بھی اختیار

① صحیح البخاری تعلیقا، صحیح مسلم: ۱۷۹۱۔ ② صحیح البخاری: ۴۰۶۹۔

نہیں''[1]۔

اور ایک جگہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حِينَ أُنْزِلَ عَلَيْهِ ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ﴾ [شعراء: ۲۱۴]؛ قَالَ: يَا مَعشَرَ قُرَيْشٍ! ـ أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا ـ اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ؛ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئاً. يا عَبّاسُ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئاً. يا صَفِيَّةُ عَمَّةُ رَسُولِ اللَّه! لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللَّهِ شَيْئاً. وَيا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ! سَلِينِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي؛ لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللَّهِ شَيْئاً".

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ﴾ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوگئے اور فرمانے لگے:

''اے قریش کی جماعت! (یا اس طرح کا کوئی اور کلمہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) اپنی جانوں کو بیچو (یعنی اپنے آپ کو بچالو) اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔

اے عباس بن عبدالمطلب! (اپنے آپ کو بچالو) اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔

اے میری پھوپھی صفیہ! (اپنے آپ کو بچالو) اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔

اے میری بیٹی فاطمہ! میرے مال سے جو چاہو مانگ لو، لیکن اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا''[2]۔

---

[1] صحیح البخاری مرسلا: ۴۰۷۰، سنن الترمذی: ۳۰۰۴، علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔

[2] صحیح البخاری: ۲۷۵۳، صحیح مسلم: ۲۰۶۔

مسائل ⑮:

① دونوں آیتوں کی تفسیر ہے۔ (جن میں مخلوق کو پکارنے سے منع کیا گیا ہے)

② جنگ احد کا (مختصر سا) تذکرہ ہے۔

③ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے صحابہ رضی اللہ عنہم کا آمین کہنا ثابت ہوتا ہے۔

④ جن کے لئے بددعا کی گئی وہ کھلے کافر تھے۔

⑤ ان لوگوں نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بدسلوکی کے) ایسے ایسے کام سر انجام دیئے جن کے کرنے سے دیگر کفار بھی قاصر رہے۔ مثلاً ان کا اپنے نبی کو زخمی کرنا اور ان کے قتل کے درپے ہونا اور مسلمان شہداء کا مثلہ کرنا حالانکہ وہ (شہداء) ان کفار کے عم زاد بھی تھے۔

⑥ ان کفار کی اس بدسلوکی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت: ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ نازل فرمائی۔

⑦ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ﴾

''کہ اللہ تعالیٰ ان کفار کو معافی دے دے گا یا انہیں عذاب دے گا''۔

چنانچہ اللہ نے انہیں معافی دی اور وہ ایمان لے آئے۔

⑧ اس سے نزول حوادث کے موقع پر قنوت نازلہ پڑھنے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

⑨ جن لوگوں پر بددعا کی جائے، ان کے اور ان کے آباؤ اجداد کے نام نماز میں لینا جائز ہیں۔

⑩ قنوت نازلہ میں کسی متعین شخص کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے۔

⑪ آیت: ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ﴾ کے نزول کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے قریبی رشتہ داروں کو بلا کر ایک ایک کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے اور اپنی اپنی نجات کی فکر دلانے کا ذکر بھی ہے۔

⑫ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت توحید دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجنون کہا گیا۔ اسی طرح آج بھی اگر کوئی توحید کی دعوت دے، تو اسے بھی ایسے ہی القاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

⑬ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے قریبی اور دور کے رشتہ داروں سے یہ فرمانا ثابت ہوا کہ:

"لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنْ اللَّهِ شَيْئًا" اللہ کے ہاں میں تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔

حتیٰ کہ یہی بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بھی صراحتاً کہی:

"يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ! لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنْ اَللَّهِ شَيْئًا"

اور جب آپ سید المرسلین ہونے کے باوجود اپنی لخت جگر سیدۃ نساء العالمین سے فرما رہے ہیں کہ میں تمہارے کچھ کام نہ آسکوں گا جبکہ انسان کا ایمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلتا۔

پھر مندرجہ بالا صراحت کی روشنی میں آج کل کے حالات کو بھی دیکھئے کہ اس بیماری میں عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی مبتلا ہیں، غور کرنے والے پر صحیح توحید اور دین کی اجنبیت عیاں ہو جائے گی۔

○○○○

باب: ⑯

فرشتوں پر اللہ کی وحی کا خوف

ارشاد الٰہی ہے:

﴿حَتَّىٰٓ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمۡ قَالُواْ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمۡۖ قَالُواْ ٱلۡحَقَّۖ وَهُوَ ٱلۡعَلِيُّ ٱلۡكَبِيرُ﴾ [سباء:۲۳]

"جب ان فرشتوں کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ تو (اللہ کے مقرب فرشتے) کہتے ہیں کہ اس نے حق فرمایا ہے اور وہ عالی مقام (اور) بزرگ و برتر ہے"۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِذَا قَضَى اللّٰهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَاناً لِقَوْلِهِ، كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلَى صَفْوَانَ، يَنْفُذُهُمْ ذَلِكَ: ﴿حَتَّىٰٓ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمۡ قَالُواْ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمۡۖ قَالُواْ ٱلۡحَقَّۖ وَهُوَ ٱلۡعَلِيُّ ٱلۡكَبِيرُ﴾، فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ، وَمُسْتَرِقُ السَّمْعِ هَكَذَا، بَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ ـ وَصَفَهُ سُفْيَانُ بِكَفِّهِ، فَحَرَّفَهَا وَبَدَّدَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ ـ فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ، فَيُلْقِيهَا إِلَى مَنْ تَحْتَهُ، ثُمَّ يُلْقِيهَا الْآخَرُ إِلَى مَنْ تَحْتَهُ، حَتَّى يُلْقِيَهَا عَلَى لِسَانِ السَّاحِرِ أَوِ الْكَاهِنِ. فَرُبَّمَا أَدْرَكَهُ الشِّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُلْقِيَهَا، وَرُبَّمَا أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُدْرِكَهُ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كِذْبَةٍ فَيُقَالُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ لَنَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا: كَذَا وَكَذَا فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِي سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ".

"جب اللہ تعالیٰ آسمان پر کوئی فیصلہ صادر فرماتے ہیں تو اللہ کے فرشتے اس کی حکم برداری

میں یوں اپنے پر مارتے ہیں کہ گویا صاف پتھر پر نرم زنجیر لگنے کی جھنکار ہے اور یہ فرمان ان فرشتوں تک پہنچ جاتا ہے، حتیٰ کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ تو (اللہ کے مقرب فرشتے) کہتے ہیں کہ اس نے جو کہا وہ برحق ہے اور وہ عالی مقام اور بزرگ و برتر ہے۔ اللہ کی اس بات کو شیاطین چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں، یہ شیاطین ایک دوسرے کے اوپر یوں ہوتے ہیں، یہ کہتے ہوئے حدیث کے راوی سفیان نے اپنے ہاتھ کو ٹیڑھا کیا اور انگلیوں کو ایک دوسری سے (ذرا) جدا کیا کہ شیاطین اس طرح ایک دوسرے کے اوپر ہوتے ہیں۔ (سب سے اوپر والا شیطان جب کوئی بات سن لیتا ہے تو وہ اپنے سے نیچے والے کو بتا دیتا ہے اور وہ اپنے سے نیچے والے کو، یہاں تک کہ آخری شیطان وہ بات ساحر یا کاہن کو بتا دیتا ہے۔ کبھی تو کاہن کو وہ بات پہونچنے سے قبل شہاب اسے جلا دیتا ہے اور کبھی شہاب کے آنے سے پہلے پہلے شیطان اسے بات بتا چکا ہوتا ہے، تو کاہن شیطان کی بتائی ہوئی بات کے ساتھ سو جھوٹ ملاتا ہے۔ اگر کوئی بات اسی طرح واقع ہو جائے تو لوگ کہتے ہیں کہ کیا فلاں روز اس ساحر یا کاہن نے ایسے ہی نہیں کہا تھا؟ چنانچہ صرف اس ایک بات کے سچ ہونے سے اس کاہن کو سچا سمجھ لیا جاتا ہے حالانکہ وہ بات تو آسمان سے سنی ہوئی ہوتی ہے‘‘[1]۔

اور حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِذَا أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يُوحِيَ بِالْأَمْرِ؛ تَكَلَّمَ بِالْوَحْيِ، أَخَذَتِ السَّمَاوَاتِ مِنْهُ رَجْفَةٌ - أَوْ قال: رِعْدَةٌ شَدِيدَةٌ - خَوْفاً مِنَ اللَّهِ‘‘. فَإِذَا سَمِعَ ذَلِكَ أَهْلُ السَّمَاوَاتِ؛ صَعِقُوا؛ وَخَرُّوا لِلَّهِ سُجَّداً. فَيَكُونُ أَوَّلَ مَنْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ جِبْرِيلُ، فَيُكَلِّمُهُ اللَّهُ مِنْ وَحْيِهِ بِمَا أَرَادَ. ثُمَّ يَمُرُّ جِبْرِيلُ

---

[1] صحیح البخاری: ۴۷۰۱۔

عَلَى الْمَلَائِكَةِ، كُلَّمَا مَرَّ بِسَمَاءٍ سَأَلَهُ مَلَائِكَتُهَا: مَاذا قال رَبُّنَا يا جِبْرِيلُ؟ فِيَقُولُ جِبْرِيلُ: قَالَ الْحَقَّ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ. قَالَ: فَيَقُولُونَ كُلُّهُمْ مِثْلَ مَا قال جِبْرِيلُ؛ فَيَنْتَهِي جِبْرِيلُ بِالْوَحْيِ إِلَى حَيْثُ أَمَرَهُ اللَّهُ".

''اللہ تعالیٰ جب کسی بات کی وحی کا ارادہ فرماتے ہیں تو وہ اس وحی کا تکلم فرماتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے تمام آسمانوں پر دہشت اور کپکپی طاری ہوجاتی ہے۔

جب آسمان والے اس آواز کو سنتے ہیں تو بے ہوش ہو کر سجدے میں گر پڑتے ہیں۔

سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی وحی میں سے جو چاہتا ہے ان سے گفتگو فرماتا ہے۔

پھر جبرائیل ملائکہ کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں اے جبرائیل! ہمارے رب نے کیا ارشاد فرمایا؟ تو جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں اس نے حق فرمایا ہے۔ اور وہ عالی مقام اور بزرگ و برتر ہے۔

پھر تمام فرشتے بھی یہی الفاظ پکارتے ہیں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام اس وحی کو جہاں اللہ عزوجل کا حکم ہوتا ہے پہنچا دیتے ہیں''[1]۔

[1] السنة لابن ابی عاصم: ۵۲۷، تعظیم قدر الصلاة: ۲۱۶، التوحید لابن خزیمہ: ۲۰۶، وصححہ۔

مسائل ⑯:

① سورہ سباء کی آیت ۲۳ کی تفسیر (جس میں اللہ کی وحی کے وقت فرشتوں کی کیفیت بیان ہوئی ہے)

② اس آیت میں ابطال شرک کی دلیل ہے بالخصوص ایسے شرک کی جس کا تعلق صالحین امت سے ہے۔

اور اس آیت کے متعلق کہا گیا ہے کہ یہ آیت دل سے شجرۂ شرک کی جڑوں کو کاٹ پھینکتی ہے۔

③ اس باب سے ﴿قَالُواْ ٱلۡحَقَّۖ وَهُوَ ٱلۡعَلِيُّ ٱلۡكَبِيرُ﴾ کی تفسیر بھی واضح ہوتی ہے۔

④ فرشتوں کے سوال کی وجہ اور سبب بھی اس میں مذکور ہے۔

⑤ فرشتوں کے سوال پر جبرائیل علیہ السلام انہیں جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے یہ یہ فرمایا ہے''۔

⑥ اس میں اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ جب سب فرشتے بے ہوش ہو جاتے ہیں تو سب سے پہلے جبرائیل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں۔

⑦ چونکہ ہر آسمان کے فرشتے جبرائیل علیہ السلام سے سوال کرتے ہیں، لہٰذا وہ سب کو جواب دیتے ہیں۔

⑧ بے ہوشی اور غشی تمام آسمانوں کے فرشتوں پر طاری ہوتی ہے۔

⑨ اللہ تعالیٰ کے کلام سے آسمان لرز جاتے ہیں۔

⑩ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ کی وحی کو منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں۔

⑪ شیاطین چوری چھپے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سننے کی کوشش کرتے ہیں۔

⑫ اس مقصد کے لئے وہ ایک دوسرے کے اوپر سوار ہو جاتے ہیں۔

⑬ ان شیاطین پر شہاب چھوڑا جاتا ہے۔

⑭ بعض اوقات کاہن تک بات پہنچنے سے قبل ہی شہاب اس شیطان کو خاکستر کر دیتا ہے اور کبھی شہاب کے آنے سے پہلے پہلے یہ شیطان اپنے انسانی دوست کو بات بتا چکا ہوتا ہے۔

⑮ بعض اوقات کاہن کی بات صحیح ثابت ہو جاتی ہے۔

⑯ اور کاہن اس ایک بات کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتا ہے۔

⑰ کاہن کے جھوٹوں کو لوگ محض اس لئے درست مان لیتے ہیں کہ اس کی ایک بات تو صحیح تھی، حالانکہ وہ بات آسمان سے سنی گئی ہوتی ہے۔

⑱ نفوس انسانی باطل کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں، اور کاہن کی صرف اس ایک بات کو مدنظر رکھتے ہیں اور اس کی ایک سو غلط باتوں کو نہیں دیکھتے۔

⑱ شیاطین اس ایک بات کو ایک دوسرے سے حاصل کر کے یاد کر لیتے ہیں اور اس سے (دوسرے جھوٹوں کے صحیح ہونے پر) استدلال کرتے ہیں۔

⑳ اس باب سے اللہ تعالیٰ کی صفات کا اثبات بھی ہوتا ہے۔ اشاعرہ معطلہ اس کی صفات کے منکر ہیں۔

㉑ آسمانوں پر طاری ہونے والی دہشت و کپکپی اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہوتی ہے۔

㉒ تمام فرشتے اللہ تعالیٰ (کی عظمت کے تصور سے اس) کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

○○○○

باب:⑰

شفاعت کا بیان

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَأَنذِرْ بِهِ ٱلَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوٓا۟ إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِۦ وَلِىٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ﴾ [الانعام:۵۱]

''اور (اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !) آپ اس قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو نصیحت کریں جو اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اپنے رب کے سامنے اس حال میں پیش کئے جائیں کہ ان کا اللہ کے سوا کوئی مددگار یا سفارشی نہ ہو، شاید کہ یہ لوگ اللہ سے ڈر جائیں)''۔

اور فرمایا:

﴿قُل لِّلَّهِ ٱلشَّفَٰعَةُ جَمِيعًا﴾ [الزمر:۴۴]

''(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم !) کہہ دیجئے کہ ہر قسم کی شفاعت اللہ کے اختیار میں ہے''۔

نیز فرمایا:

﴿مَن ذَا ٱلَّذِى يَشْفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ﴾ [البقرۃ:۲۵۵]

''کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟''۔

اور نیز فرمایا:

﴿وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ لَا تُغْنِى شَفَٰعَتُهُمْ شَيْـًٔا إِلَّا مِنۢ بَعْدِ أَن يَأْذَنَ ٱللَّهُ لِمَن يَشَآءُ وَيَرْضَىٰٓ﴾ [النجم:۲۶]

''اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں کہ جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی مگر بعد اس کے کہ اللہ جس کے لئے شفاعت کی اجازت دے اور پسند کرے''۔

نیز فرمایا:

﴿قُلِ ٱدۡعُواْ ٱلَّذِينَ زَعَمۡتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمۡلِكُونَ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِي ٱلۡأَرۡضِ وَمَا لَهُمۡ فِيهِمَا مِن شِرۡكٖ وَمَا لَهُۥ مِنۡهُم مِّن ظَهِيرٖ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ عِندَهُۥٓ إِلَّا لِمَنۡ أَذِنَ لَهُۥ﴾ [سباء:۲۲-۲۳]

(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان مشرکین سے) کہہ دیجئے کہ اللہ کے سوا جن کو تم معبود سمجھتے ہو، انہیں پکار کر دیکھو، وہ آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں اور زمین و آسمان (کی ملکیت، یا ان کی تخلیق) میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے اور اللہ کے حضور (کسی کے لئے کوئی) سفارش مفید نہیں ہوگی، مگر اس کے لئے جس کے بارے میں (سفارش کی) وہ اجازت بخش دے''۔

شیخ الاسلام ابوالعباس ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے علاوہ تمام مخلوق سے ان باتوں کی نفی کردی جن سے مشرکین استدلال کرتے تھے۔ مثلاً اس بات کی نفی کی ہے کہ کسی کو زمین و آسمان میں کسی قسم کی قدرت واختیار کلی ہو، یا جزوی اختیارات ہوں، یا کوئی اللہ کا مددگار ہو، البتہ سفارش ہی باقی ہے، چنانچہ وہ بھی اسی کے لئے مفید ہوگی جس کے حق میں سفارش کی اجازت اللہ تعالیٰ خود دیں گے، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَلَا يَشۡفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ٱرۡتَضَىٰ﴾ [الانبیاء:۲۸]

''اور وہ کسی کی سفارش نہیں کرسکتے بجز اس کے جس سے اللہ راضی ہو''۔

پس وہ سفارش جس کے مشرکین قائل ہیں، قیامت کے دن معدوم ہوگی (یعنی ان کو حاصل نہیں ہوسکے گی) جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی نفی کی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"أَنَّهُ يَأْتِي فَيَسْجِدُ لِرَبِّهِ وَيَحْمَدُهُ، لَا يَبْدَأُ بِالشَّفَاعَةِ أَوَّلاً، ثُمَّ يُقال لَهُ: ارْفَعْ رَأْسَكَ، وَقُلْ يُسْمَعْ، وَسَلْ تُعْطَ، وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ".

''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوکر فوراً سفارش کی بجائے پہلے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوں گے اور اس کی حمدوثنا کریں گے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا جائے گا ''اپنا سر اٹھائیں اور بات کریں' آپ کی بات سنی جائے گی، آپ سوال کریں' آپ جو مانگیں گے دیا جائے گا، آپ سفارش کریں' آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سفارش قبول ہوگی''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

مَنْ أَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ قال: مَنْ قال: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ خَالِصاً مِنْ قَلْبِهِ.

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) سب سے زیادہ خوش نصیب کون ہے جو آپ کی سفارش کا حقدار ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے خلوص دل سے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا''۔

پس ثابت ہوا کہ یہ سفارش اللہ کی اجازت سے صرف خلوص دل سے کلمہ پڑھنے والوں کو حاصل ہوگی اور مشرکین کو حاصل نہیں ہوگی۔

اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلص اہل توحید پر اپنا خصوصی فضل فرمائے گا اور جن لوگوں کو سفارش کی اجازت دے گا، ان کی دعا کے سبب اہل توحید کی مغفرت کرے گا، اس طرح سفارش کرنے والے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اکرام کرے گا اور وہ مقام محمود پائیں گے۔

پس جس شفاعت کا قرآن نے انکار کیا ہے، اس سے مراد وہ شفاعت ہے جس میں

شرک کی آمیزش ہو۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد مقامات پر اپنی اجازت سے شفاعت کا اثبات کیا جا رہا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف صاف فرمایا ہے کہ شفاعت صرف اہل توحید اور اہل اخلاص کے لئے ہوگی،،[1] ۔انتھی

مسائل ⑰:

① ان آیات قرآنیہ کی تفسیر (جن میں اللہ کے سامنے شفاعت کا بیان ہے)۔

② نا قابل قبول شفاعت کی وضاحت ہے۔

③ قابل قبول شفاعت کا تذکرہ ہے۔

④ شفاعت کبریٰ کا ذکر ہے جسے مقام محمود بھی کہتے ہیں۔

⑤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے انداز کا بیان کہ آپ جاتے ہی شفاعت نہیں کریں گے، بلکہ سب سے پہلے آپ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوں گے پھر اجازت ملنے پر شفاعت کریں گے۔

⑥ شفاعت کے سب سے زیادہ سعادت مند آدمی کا بیان ہے۔

⑦ یہ سفارش مشرکین کو حاصل نہیں ہوگی۔

⑧ حقیقت شفاعت کا بیان ہے۔

○○○○

① الایمان الکبیر: ۷۵، مجموع الفتاویٰ: ۷/۷۷، ۷۸۔

باب: ⑱

ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَآءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِٱلْمُهْتَدِينَ﴾ [القصص:۵۶]

”(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے“۔

اور ایک مقام پر حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ حضرت مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

"لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ؛ جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَعِنْدَهُ عَبْدُ اللَّهِ بنُ أَبِي أُمَيَّةَ وَأَبُو جَهْلٍ، فقال لَهُ: يا عَمِّ! قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ. فَقَالَا له: أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ؟! فَأَعَادَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فَأَعَادَا، فَكَانَ آخِرَ مَا قَالَ: هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَأَبَى أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ. فقال النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ۔

جب ابوطالب کی موت کا وقت قریب آیا تو اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس کے پاس عبداللہ بن ابی امیہ اور ابوجہل بھی بیٹھے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اے چچا جان! کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلو، میں تمہارے لئے یہی کلمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بطور دلیل پیش کروں گا، وہ دونوں (عبداللہ بن ابی امیہ اور ابوجہل) بولے کیا تم عبدالمطلب

کے مذہب کو چھوڑ دو گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دونوں سردار اپنی اپنی باتیں دہراتے رہے، چنانچہ ابوطالب نے آخر میں یہی کہا کہ وہ عبدالمطلب کے مذہب پر قائم ہے اور اس نے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے سے انکار کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جب تک مجھے روکا نہ جائے، میں تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا''[1]۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَن يَسْتَغْفِرُواْ لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوٓاْ أُوْلِي قُرْبَىٰ﴾ [التوبۃ:۱۱۳]

''نبی اور اہل ایمان کو زیبا نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا کریں، خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں''۔

اور اللہ تعالیٰ نے ابوطالب کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَآءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ [القصص:۵۶]

''اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت قبول کرنے والوں کو خوب جانتا ہے''۔

---

① صحیح البخاری: ۱۳۶۰، صحیح مسلم: ۲۴۔

مسائل ⑱:

① آیت کریمہ ﴿إِنَّكَ لَا تَهۡدِي مَنۡ أَحۡبَبۡتَ﴾ کی تفسیر ہے۔

② آیت کریمہ: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَن يَسۡتَغۡفِرُواْ لِلۡمُشۡرِكِينَ﴾ کی تفسیر ہے۔

③ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان: ''قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اَللَّهُ'' کی تفسیر ایک اہم مسئلہ (وہ یہ ہے کہ محض زبان سے لا الہ الا اللہ پڑھ لینا کافی نہیں، بلکہ دلی اقرار بھی ضروری ہے) اس میں علم کے ان دعویداروں کی تردید ہے جو محض زبان سے اقرار کر لینے کو کافی سمجھتے ہیں۔

④ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا سے ''لا الہ الا اللہ'' پڑھنے کا کہا تو ابوجہل اور اس کے ساتھی جانتے تھے کہ آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟ (اس لئے وہ ابوطالب کو عبدالمطلب کے مذہب پر قائم رہنے کی تلقین کرتے رہے) اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا برا کرے جن سے ابوجہل اصل دین (کلمہ لا الہ الا اللہ) کے مفہوم کو بہتر جانتا تھا۔

⑤ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا کو مسلمان کرنے کی پوری اور انتہائی کوشش کی۔

⑥ جو لوگ عبدالمطلب اور اس کے اسلاف کو مسلمان سمجھتے ہیں' اِس سے اُن کی بھی تردید ہے۔

⑦ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطالب کے لئے مغفرت کی دعا کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ اس کی مغفرت نہ کی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی دعا کرنے سے روک دیا۔

⑧ یہ بھی ثابت ہوا کہ برے لوگوں کی صحبت کا انسان کو نقصان ہی ہوتا ہے۔

⑨ اپنے اکابر واسلاف کی تعظیم (میں غلو کرنا) نقصان دہ ہے (اس لئے کہ ممکن ہے کہ وہ گمراہ ہوں)

⑩ باطل پرستوں کو اس میں ابوجہل کے استدلال کی وجہ سے مغالطہ ہوا۔

⑪ نجات کا دارومدار آخری زندگی کے اعمال پر ہے، کیونکہ اگر ابوطالب بوقت وفات کلمہ کا اقرار کر لیتا' تو اسے ضرور فائدہ ہوتا۔

⑫ گمراہ لوگوں کے دلوں میں راسخ اس بڑے مغالطے کے بارے میں غور و فکر کرنا چاہیئے، اس لئے کہ ابوطالب کے قصہ میں مذکور ہے کہ سردارانِ مکہ اسی مغالطے کی بنا پر ابوطالب سے جھگڑتے رہے۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مبالغے اور تکرار کے ساتھ (ابوطالب کے لئے) کلمہ پیش کیا، اس لئے وہ اس پر اڑے رہے۔

باب: ⑲

بنی آدم کے کفر اور ترک دین کا بنیادی سبب بزرگوں کے بارے میں غلو (عزت وتکریم میں حد سے بڑھ جانا) ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ لَا تَغۡلُواْ فِي دِينِكُمۡ وَلَا تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡحَقَّ﴾

[النساء:۱۷۱]

''اے اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ کے متعلق حق کے سوا کوئی بات نہ کرو''[1]۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے فرمان:

﴿وَقَالُواْ لَا تَذَرُنَّ ءَالِهَتَكُمۡ وَلَا تَذَرُنَّ وَدّٗا وَلَا سُوَاعٗا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسۡرٗا﴾ [نوح:۲۳]

کے بارے میں مروی ہے کہ:

هَذِهِ أَسمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ، فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ أَنِ انْصُبُوا إِلَى مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوا يَجْلِسُونَ فِيها أَنْصَاباً، وَسَمُّوهَا بِأَسْمَائِهِمْ، فَفَعَلَوا، فَلَمْ تُعْبَدْ، حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولَئِكَ وَنُسِيَ الْعِلْمُ؛ عُبِدَتْ.

''یہ سب (ود، سواع، یغوث، یعوق، نصر) قوم نوح کے صالح لوگ تھے، جب وہ مر گئے تو شیطان نے ان کی قوم کو سمجھایا کہ یہ نیک لوگ جہاں بیٹھا کرتے تھے، وہاں بطور یادگار پتھر نصب کر دو اور ان پتھروں کو ان کے ناموں سے موسوم کرو۔ چنانچہ انہوں نے

---

① غلو کے معنیٰ ہیں حد سے بڑھنا۔ تمام شرک اور بے دینی، بُت پرستی اور جہالت وتقلید کی اصل یہی غلو فی المحبت ہے۔ عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا کہنا بھی اسی محبت کا نتیجہ ہے۔ [السورتی]۔

ایسا ہی کیا، لیکن اس دور میں ان پتھروں کو پوجا نہ گیا جب یہ لوگ مر گئے اور بعد والوں پر جہالت چھا گئی، علم جا تا رہا اور اصل بات بھول گئے، تو انہوں نے ان یادگاروں کی پرستش شروع کر دی''①۔

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال غَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ السَّلَفِ: لَمَّا مَاتُوا؛ عَكَفُوا عَلَى قُبُورِهِم، ثُمَّ صَوَّرُوا تَمَاثِيلَهُم، ثُمَّ طَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ، فَعَبَدُوهُمْ".

''متعدد اسلاف اہل علم نے بیان کیا ہے کہ جب وہ مر گئے تو پہلے یہ لوگ ان کی قبروں کے مجاور بنے، پھر ان کے مجسمے بنائے، پھر زمانہ دراز گزرنے پر ان کی عبادت کرنے لگے②۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ، فَقُولُوا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ".

''تم میری تعریف کرنے میں حد سے نہ گزر جانا، جیسے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی تعریف میں نصاریٰ حد سے تجاوز کر گئے۔ میں تو ایک بندہ ہوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول کہو''③۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْغُلُوُّ".

---

① صحیح البخاری: ۴۹۲۰۔

② اغاثۃ اللھفان: ۱/ ۱۸۴۔

③ صحیح البخاری: ۳۴۴۵۔

''غلو سے بچ کر رہو، تم سے پہلے لوگوں کو غلو (مبالغہ) ہی نے ہلاک کیا تھا''①۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ قالها ثَلَاثاً".

''تکلف کرنے والے اور حد سے بڑھنے والے ہلاک ہو جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات تین بار فرمائی''②۔

مسائل ⑲:

① جو شخص زیر بحث باب اور اس کے بعد والے دو ابواب اچھی طرح سمجھ لے، اس پر اسلام کی، باقی ادیان سے جداگانہ حیثیت واضح ہو جائے گی اور دلوں کے پھیرنے میں اسے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجیب وغریب کرشمے نظر آئیں گے۔

② روئے زمین پر رونما ہونے والا اولین شرک بزرگوں کے ساتھ حد درجے کی محبت اور ان کی عظمت میں غلو کے سبب ہوا۔

③ سب سے پہلے جس چیز میں تغیر و تبدل ہوا، وہ انبیاء کرام کا دین تھا، اس (باب میں غور و فکر کرنے سے دین میں تغیر) کے اسباب بھی معلوم ہوتے ہیں، حالانکہ انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ ہی نے مبعوث فرمایا تھا (پھر بھی لوگوں نے ان کی پرواہ نہ کی)۔

④ لوگ بدعات و محدثات کو جلد قبول کر لیتے ہیں، حالانکہ شریعت اسلامیہ اور فطرت سلیمہ ان چیزوں کو قبول نہیں کرتی۔

---

① مسند أحمد: ۱۸۵۱، ۳۲۴۸، سنن نسائی: ۳۰۵۷، سنن ابن ماجہ: ۳۰۲۹۔

② صحیح مسلم: ۲۶۷۰۔

⑤ شرک شروع ہونے کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ حق اور باطل کو آپس میں خلط ملط کر دیا گیا تھا، جس کے دو واضح اسباب تھے:

ایک: تو بزرگوں کے ساتھ حد درجہ کی عقیدت و محبت تھی اور **دوسرا:** یہ کہ بعض اہل علم و دین نے کچھ ایسے امور سرانجام دیئے کہ جن میں ان کی نیتیں درست تھیں، مگر بعد والوں نے یہ سمجھا کہ ان اہل علم کی مراد کچھ اور تھی [1]۔

⑥ سورہ نوح کی اس آیت کی تفسیر (جس میں مختلف بتوں کے نام ذکر ہیں)

⑦ فطری طور پر انسان کا مزاج اور اس کی طبیعت ہی کچھ ایسی ہے کہ اس کے دل میں حق (آہستہ آہستہ) کم ہوتا جاتا ہے، جبکہ باطل بڑھتا رہتا ہے [2]۔

---

① حق کچھ ہوتا ہے، باطل کو اُس کے ساتھ ملا کر کچھ کا کچھ بنا دیا جاتا ہے۔ ''غلو'' میں محبت اور اسے حد سے بڑھانا دو چیزیں ہیں۔ نیک لوگوں کی محبت یقیناً اچھی چیز ہے، بلکہ انبیاء کی محبت تو ضروری اور یقیناً ایمان کا جزو ہے، لیکن نبی نبی ہے، خدا نہیں۔ نبی کے ساتھ وہ باتیں کرنا جو خدا کے ساتھ مخصوص ہیں، یا نبی کو اللہ کا بیٹا سمجھ لینا، یا اسی قسم کی ناجائز نسبت دینا' یہی غلو ہے، اسی طرح نیک لوگوں کی محبت، علماء کی عزت و عظمت و اطاعت اچھی چیز ہے، مگر کسی عالم و زاہد کی ایسی محبت و عظمت کرنی' جو اسے رسول اللہ ﷺ سے بڑھا دے یا اس کی بات یا فتوے کو آپ ﷺ کے فرمان و سنت پر ترجیح دی جائے' یہ غلو ہے، اور یہی شرعاً حرام ہے۔ یادگار کی بھی یہی صورت ہے، نیک اور بڑے لوگوں کی یادگار اس لئے قائم کی جائے کہ لوگ اسے نمونہ سمجھ کر اپنے واسطے ترقی کی راہ اختیار کریں، یہ بہتر چیز ہے۔ مگر اس کی عبادت کرنا، یا اس سے دین میں اضافہ کرنا، یہی ناجائز ہے۔ [سورتی]۔

② حق کا کم ہونا اور باطل کا بڑھنا، اس طرح سمجھنا چاہئے کہ حق اکثر خواہش اور عام رواج کے خلاف ہوتا ہے۔ دنیا کے اکثر لوگوں کا عمل یعنی رواج باطل کے موافق ہوا کرتا ہے، انسان کو جس سے روزمرہ ہر وقت سابقہ پڑتا ہے' اس کا اثر ضروری ہے۔ پھر حکومت بھی جس کے ساتھ ہو' اس کا اثر اَلمضاعف ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دینداری، ایمانداری، روز بروز کم ہوتی جاتی ہے، باطل بظاہر آسان اور خوش منظر بھی ہے، اسی واسطے زیادہ تر لوگ اس کے شیدائی ہوتے ہیں۔ دیکھ لو عام طور پر مسلمان اپنی وضع قطع میں سنت نبوی کو چھوڑ کر کفار کی وضع اختیار کرتے جاتے ہیں، یہ محبت کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے؟ محبوب کی ہر ادا محب کو پسند آتی ہے۔ جسے آنحضرت ﷺ سے محبت اور سچی محبت ہو' وہ کافر کے عادات و اطوار کو کیونکر پسند کر سکتا ہے؟

⑧ اس میں علماء سلف کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ ”أن البدع سبب الکفر“ کفر کا اصلی سبب بدعت ہے[1]۔

⑨ شیطان ابلیس بدعت کے انجام سے خوب آگاہ ہے (کہ یہ کس طرح انسان کو تباہ کر دیتی ہے) اگرچہ بدعت جاری کرنے والے کی نیت اچھی ہی کیوں نہ ہو۔

⑩ اس باب سے ایک اور قاعدہ اور اصول ثابت ہوتا ہے کہ غلو سے قطعی طور پر اجتناب کرنا چاہئے۔ (کیونکہ اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا) اور جو غلو کی طرف مائل کرے اس کے متعلق بھی علم ہونا چاہئے۔

⑪ قبر پر کسی صالح عمل کی انجام دہی کے لئے بیٹھنا انتہائی نقصاندہ ہے۔

⑫ مجسموں کی ممانعت اور ان کے مٹا ڈالنے کی حکمت کا پتہ چلتا ہے۔

⑬ اس تفصیل سے جہاں یہ (وقوع شرک کا) عظیم واقعہ معلوم ہوتا ہے، وہاں اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اس کا جاننا ضروری ہے، لیکن اکثر مسلمان اس سے غافل اور لاعلم ہیں۔

⑭ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ لوگ یہ واقعہ کتب تفسیر و حدیث میں پڑھتے ہیں اور سمجھتے بھی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان کے اور ان کے دلوں کے درمیان حائل ہوا تھا، پھر بھی سمجھتے ہیں کہ قوم نوح کا یہ عمل (قبر پرستی) بزرگوں کی غایت درجہ تعظیم، قبروں پر مجاور بننا وغیرہ افضل ترین عبادت ہے اور وہ یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ جس بات سے اللہ اور اس کے

---

① اس کی وجہ صاف ہے۔ اصل میں لوگ مسلمان تھے، بدعات میں پڑ کر رفتہ رفتہ گمراہ ہوتے گئے؛ پیر پرستی، قبر پرستی وغیرہ سے اللہ کے حق راستہ کو چھوڑ بیٹھے، اپنے دل میں سمجھتے ہیں کہ ہم نیکی کرتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک یہی اصلی برائی اور شرک ہے۔ [السورتی]۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا ہے وہ ایسا کفر ہے جو کسی کے جان و مال کو مباح کرتا ہے۔

⑮ اس تفصیل میں یہ صراحت بھی ہے کہ (ان بتوں کو) پوجنے والوں کا ارادہ صرف یہ تھا کہ یہ بزرگ ہمارے سفارشی ہیں۔

⑯ بعد والے مشرکین نے گمان کیا کہ سابق اہل علم نے ان بزرگوں کی تصویریں عبادت کے لئے بنائی تھیں۔

⑰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد مبارک کہ:

"لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتْ النَّصَارَى اِبْنَ مَرْيَمَ".

''تم میری تعریف میں اس طرح مبالغہ نہ کرنا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم میں کیا تھا'' میں (مسلمانوں کے لئے) کھلا بیان اور عظیم نصیحت ہے۔ اللہ کی بے شمار رحمتیں ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ آپ نے واضح طور پر تبلیغ کا حق ادا فرما دیا۔

⑱ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں نصیحت فرمائی ہے کہ تکلف کرنے (اور) حد سے تجاوز کرنے والے ہمیشہ ہلاک ہوتے ہیں۔

⑲ اس سے علم کی اہمیت اور علم نہ ہونے کے نقصان کا بھی پتہ چلتا ہے کہ قوم نوح میں علم ختم ہونے کے بعد ہی بتوں کی پوجا پاٹ شروع ہوئی تھی۔

⑳ علماء کا دنیا سے رخصت ہونا فقدان علم کا سبب ہے۔

باب: ۲۰

کسی بزرگ کی قبر کے پاس بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ناجائز اور سنگین جرم ہے، چہ جائیکہ خود اس مردصالح کی عبادت کی جائے

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

"أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم كَنِيسَةً رَأَتْهَا بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، وَمَا فِيهَا مِنَ الصُّوَرِ، فقال: "أُولَئكَ إِذَا مَاتَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ -أَوِ الْعَبْدُ الصَّالِحُ- بَنُوا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِداً، وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ".

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک کلیسا اور اس میں موجود تصویروں اور مجسموں کا ذکر کیا جو کہ انہوں نے حبشہ کی سرزمین میں دیکھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ان لوگوں میں جب کوئی بزرگ فوت ہوجاتا تو یہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں یہ تصاویر (مجسمے) بنا دیتے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں''[1]۔

ان لوگوں نے دو فتنوں کو یکجا کر دیا؛ ایک قبروں (کو عبادت گاہیں بنانے) کا اور دوسرا (ان میں) مجسمے اور تصویریں بنانے کا۔

اور (ایک دوسرے مقام پر) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

"لَمَّا نُزِلَ بِرَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم، طَفِقَ يَطْرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجْهِهِ، فَإِذَا اغْتَمَّ بِهَا كَشَفَهَا، فَقَالَ: ـ وَهُوَ كَذَلِكَ ـ: لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى اليَهُودِ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ -يُحَذِّرُ مَا صَنَعُوا.

وَلَوْلَا ذَلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ، غَيْرَ أَنَّهُ خُشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِداً-".

---

① صحیح البخاری: ۴۳۴، صحیح مسلم: ۵۲۸۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر موت کی علامات ظاہر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (شدت تکلیف سے) اپنے چہرہ مبارک پر چادر اوڑھ لیتے اور جب دم گھٹتا تو چادر کو ہٹا لیتے، اسی عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو، انہوں نے انبیاء کرام کی قبور کو سجدہ گناہ بنالیا تھا''۔ اس سے آپ کا مقصد اپنی امت کو ایسے طرز عمل سے روکنا تھا۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کو سجدہ گناہ بنانے کا خدشہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر بھی (عام صحابہ کی طرح) ظاہر ہوتی①۔

اور حضرت جندب بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِخَمْسٍ وَهُوَ يَقُولُ: "إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللّٰهِ أَنْ يَكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ، فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ اتَّخَذَنِي خَلِيلاً كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلاً. وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذاً مِنْ أُمَّتِي خَلِيلاً؛ لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلاً.

أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ".

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے پانچ یوم قبل میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا: ''میں اللہ کے سامنے اس بات سے برأت کا اظہار کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا دوست (خلیل) ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنالیا ہے، جیسا کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔ اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بنانا چاہتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا۔

خبردار! تم سے پہلے لوگ انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا کرتے تھے۔ خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنالینا، میں تمہیں اس طرز عمل سے منع کرتا ہوں''②۔

---

① صحیح البخاری: ۴۳۵، صحیح مسلم: ۵۳۱۔ ② صحیح مسلم: ۵۳۲۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عمل شنیع سے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں منع فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت وحیات کی کشمکش میں ایسا کرنے والوں پر لعنت فرمائی۔

(معلوم ہوا کہ اگر) قبر پرستی نہ بھی ہو تب بھی قبر کے پاس نماز پڑھنا منع ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول: ''خُشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِداً'' کا مطلب بھی یہی ہے۔اس لئے کہ صحابہ کرام سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر مسجد بنائیں، کیونکہ جس جگہ نماز پڑھنا مقصود ہو وہ مسجد ہی ہے، بلکہ ہر وہ جگہ جہاں نماز ادا کی جائے، اسے مسجد کا نام دیا جاتا ہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِداً وَطَهُوراً".

''تمام روئے زمین کو میرے لئے مسجد اور ذریعۂ طہارت (وضو کے لئے پانی کا قائم) بنایا گیا ہے''[1]۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ: مَنْ تُدْرِكُهُم السَّاعَةُ وَهُمْ أَحْيَاءٌ، وَالَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْقُبُورَ مَسَاجِدَ".

سب سے بدترین وہ ہوں گے جن پر قیامت قائم ہوگی اور وہ بھی (سب سے بدتر ہیں) جو قبروں کو مساجد کا درجہ دیں[2]۔

---

① صحیح البخاری: ۳۳۵، صحیح مسلم: ۵۲۱۔

② مسند أحمد: ۳۸۴۴، صحیح ابن حبان: ۶۸۴۷، وصححہ الالبانی۔

مسائل ⑳:

① کسی بزرگ کی قبر کے پاس مسجد تعمیر کر کے عبادت کرنے والے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ڈانٹ، اگرچہ مسجد بنانے والے کی نیت صحیح ہی ہو۔

② تصاویر و مجسمے بنانے کی حرمت اور اس پر شدید وعید ہے۔

③ اس عمل کی مذمت کے معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبالغہ سے عبرت حاصل ہوتی ہے کہ پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کام سے ویسے منع فرمایا تھا، پھر آخر عمر میں وفات سے پانچ روز قبل مزید تنبیہہ فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب آپ کا سفر آخرت شروع ہونے والا تھا (اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ) اس سے پھر ایک بار سخت ممانعت فرمائی۔

④ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قبر پر بھی اس عمل سے منع فرمادیا، حالانکہ ابھی آپ کی قبر موجود نہ تھی۔

⑤ انبیاء و صلحاء کی قبروں پر مساجد بنا کر ان میں عبادت کرنا، یہود و نصاریٰ کا طرز عمل ہے۔

⑥ اس عمل پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی۔

⑦ اس طرز عمل کی وجہ سے یہود و نصاریٰ پر آپ کے لعنت کرنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ مسلمان آپ کی قبر پر ایسا کارنامہ انجام نہ دیں۔

⑧ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کو کھلا اور عام جگہ پر نہ بنانے کی وجہ اور مصلحت بھی معلوم ہوتی ہے۔

⑨ قبروں کو مسجد بنانے کے معنی کی بھی وضاحت ہے۔

⑩ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں پر مساجد تعمیر کرنے والوں اور جن لوگوں پر قیامت

قائم ہوگی، دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے، گویا آپ نے کفر یا شرک کے وقوع پذیر ہونے سے قبل ہی اس کے اسباب اور اس کے انجام کا ذکر فرما دیا ہے۔

⑪ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے پانچ روز قبل اپنے خطبہ میں ان دو گروہوں کا رد فرما دیا' جو اہل بدعت میں سے سب سے زیادہ برے ہیں، بلکہ بعض اہل علم نے تو انہیں بہتر (۷۲) گروہوں سے بھی خارج کر دیا ہے۔ ان دو گروہوں میں سے ایک رافضہ اور دوسرا جہمیہ ہے۔ خصوصاً روافض کی وجہ سے مسلمانوں میں شرک اور قبر پرستی کی ابتدا ہوئی اور انہی روافض نے سب سے پہلے قبروں پر مساجد بنانے کا سلسلہ شروع کیا۔

⑫ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نزع کے وقت بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔

⑬ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہونے کے وصف سے نوازا گیا ہے۔

⑭ خلیل ہونے کا درجہ مقام محبت سے اونچا ہے۔

⑮ اس میں یہ صراحت بھی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

⑯ اس ارشاد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

○○○○

بزرگوں کی قبروں کے بارے میں غلو کرنے کا انجام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"اللَّهُم لَا تَجعَلْ قَبرِي وَثَناً يُعبَدُ، اشْتَدَّ غَضَبُ اللَّهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائهُمْ مَسَاجِدَ". ''یا اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا، جسے لوگ پوجنا شروع کر دیں۔ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب اور قہر نازل ہو' جنھوں نے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہیں بنالیا تھا''①۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے آیت مبارکہ: ﴿أَفَرَءَيْتُمُ ٱللَّٰتَ وَٱلْعُزَّىٰ﴾ کی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ سفیان اور منصور کے طریق سے مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ:

"كَانَ يَلُتُّ لَهُمُ السَّوِيقَ فَمَاتَ؛ فَعَكَفُوا عَلَى قَبْرِهِ". ''لات'' حجاج کرام کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا، جب یہ فوت ہوگیا' تو لوگ اس کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھ گئے②۔

ابوالجوزاء بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ:

"كَانَ يَلُتُّ السَّوِيقَ للْحَاجِّ". ''لات'' حجاج کرام کو ستو گھول کر پلایا کرتا تھا③۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ:

"لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ، وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ". رَوَاهُ أَهلُ السُّنَنِ.

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کی زیارت کو جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور

---

① الموطا للامام مالک: ۴۷۵، مسند أحمد: ۷۳۵۸۔ ② تفسیر الطبری: ۴۸،۴۷/۲۲۔

③ صحیح البخاری: ۴۸۵۹۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو بھی ملعون قرار دیا جو قبروں پر مساجد بناتے اور چراغاں کرتے ہیں''[1]۔

مسائل (۲۱):

① اوثان کی تشریح وتوضیح ہے۔

② عبادت کا معنی ومفہوم واضح ہوتا ہے۔

③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اسی چیز سے پناہ مانگی، جس کے وقوع پذیر ہونے کا آپ کو اندیشہ تھا۔

④ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا کی کہ ''یا اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا کی جائے'' وہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی بیان فرمایا کہ ''پہلے لوگوں نے انبیاء کی قبروں کو عبادت گناہیں بنالیا تھا''۔

⑤ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ایسے کام کرنے والوں پر اللہ کا شدید قہر وغضب نازل ہوا تھا۔

⑥ ایک اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ لات جو عرب کا سب سے بڑا بت تھا، اس کی کس طرح عبادت شروع ہوئی تھی۔

⑦ یہ بات معلوم ہوئی کہ لات ایک بزرگ کی قبر تھی۔

⑧ لات؛ صاحب قبر کا نام ہے اور اس کی وجہ تسمیہ بھی مذکور ہے۔

⑨ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو قبروں کی زیارت کو جاتی ہیں۔

⑩ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں پر چراغاں کرنے والوں پر بھی لعنت فرمائی۔

○○○○

---

① سنن ابی داود: ۳۲۳۶، سنن الترمذی: ۳۲۰، سنن النسائی: ۲۰۴۳، سنن ابن ماجہ: ۱۵۷۵، صحیح۔

باب: ⑳

آنحضرت ﷺ کا توحید کی مکمل حفاظت اور ذریعۂ شرک بننے والی ہر راہ کو بند کرنے کا بیان

ارشاد الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ [التوبۃ: ۱۲۸-۱۲۹]

''(لوگو!) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے۔ تمہاری تکلیف اسے شاق گزرتی ہے، وہ تمہاری (فلاح وہدایت کا) حریص ہے اور اہل ایمان کے لئے نہایت شفیق اور مہربان ہے، پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو آپ ﷺ ان سے کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میرا بھروسہ اسی پر ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُوراً، وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيداً، وَصَلُّوا عَلَيّ؛ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ".

''اپنے گھروں کو (نماز، دعا اور تلاوت قرآن ترک کر کے) قبرستان نہ بناؤ اور نہ میری قبر کو میلہ (گاہ) بناؤ اور تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود (وسلام) پڑھتے رہو، تمہارے درود وسلام مجھے پہنچ جائیں گے''[1]، [2]۔

---

① مسند احمد: ۸۸۰۴، سنن ابی داود: ۲۰۴۲، وصححہ النووی والالبانی۔

② اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ انسان زندگی میں اللہ کا ذکر کرتا ہے، مرنے کے بعد یہ سلسلہ ختم...

زین العابدین علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:

"أَنَّهُ رَأَى رَجُلاً يَجِيءُ إِلَى فُرْجَةٍ كَانَتْ عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيدْخُلُ فِيهَا فَيَدْعُو، فَنَهَاهُ".

وَقال: أَلَا أُحَدِّثكُمْ حَدِيثاً سَمِعْتُهُ مِنْ أَبِي، عَنْ جَدِّي، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قال: لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي عِيداً، وَلَا بُيُوتَكُمْ قُبُوراً، فَإِنَّ تَسْلِيمَكُمْ يَبْلُغَنِي أَيْنَ كُنْتُمْ" رَوَاهُ فِي الْمُخْتَارَةِ.

ایک شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے گرد بنی دیوار میں ایک شگاف سے اندر داخل ہو کر قبر کے پاس دعا کرتے ہوئے دیکھا' تو اسے روک دیا۔

اور کہا: ''کیا میں تجھے وہ حدیث نہ بتاؤں جو میرے باپ (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) نے میرے دادا (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی تھی! آپ نے فرمایا تھا: ''میری قبر کو میلہ (گاہ) نہ بنانا اور تم (نماز، دعا اور تلاوت قرآن ترک کر کے) اپنے گھروں کو قبرستان نہ بنا لینا اور مجھ پر درود پڑھتے رہنا، اس لئے کہ تم جہاں بھی ہو گے، تمہارا درود مجھے پہنچ جائے گا''① ۔

...ہو جاتا ہے، پس جس گھر میں اللہ کا ذکر نہیں ہوتا ہے مُردوں کا گھر یعنی قبر ہے، اور وہ شخص میت ہے۔ لہذا گھروں میں نماز اور تلاوت کا سلسلہ قائم کرو، اس سے ایک تو برکت ہوگی، دوسرے بچوں پر نیک اثر ہوگا۔

آپ کی قبر کو عید گاہ بنانے کے یہ معنیٰ ہیں کہ جس طرح عید کا ن دن مخصوص ہوتا ہے' اسی طرح قبر کی زیارت کے واسطے مخصوص حیثیت نہ کرو، نہ اس کے واسطے سفر کرو، کیونکہ جو مقصود زیارت سے ہے، یعنی سلام و درودُ وہ ہر جگہ سے پہنچ جاتا ہے۔ پھر اس تکلف سے کیا فائدہ؟ بلکہ بسا اوقات اس قسم کا تکلف شرک کی طرف لے جاتا ہے۔ [السورتی]

① المختارة للضياء المقدسی: ۴۲۸، وصححہ الالبانی۔

مسائل (۲۲):

① سورۂ برأت (توبہ) کی آخری دو آیتوں کی تفسیر وتوضیح ہے۔

② آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت کو حدود شرک سے بہت دور رہنے کی ہدایت اور حکم ہے۔

③ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم (یعنی اپنی امت) پر نہایت شفیق ومہربان اور ہماری رشد وہدایت پر انتہائی حریص تھے۔

④ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخصوص انداز میں اپنی قبر کی زیارت سے منع فرمایا ہے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زیارت (شرعی حدود وقیود میں رہ کر کی جائے تو یہ) انتہائی فضیلت والے اعمال میں سے ہے [1]۔

⑤ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار زیارت قبر کے لئے جانے سے منع فرمایا ہے۔

⑥ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفلی نماز گھر میں بجالانے کی ترغیب دی ہے۔

⑦ صحابہ کرام کے ہاں یہ بات مسلم اور معروف تھی کہ قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔

⑧ صلوٰۃ وسلام کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ وجہ بیان فرمائی کہ آدمی کا درود وسلام مجھے پہنچ جاتا ہے۔ خواہ وہ دور ہی ہو، لہٰذا اس غرض سے قریب آنے کی ضرورت نہیں۔

⑨ اس میں یہ بھی بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برزخ میں ہیں اور امت کے اعمال میں سے درود وسلام آپ پر پیش کئے جاتے ہیں۔

○○○○

---

① مؤلف نے نہ معلوم کس سند کی بنا پر ایسا لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبر کی زیارت بہترین اعمال میں سے ہے۔ یقیناً زندگی میں آپ کی ملاقات بہترین اعمال سے تھی، اس لئے کہ اس سے تصدیق وایمان کا کمال حاصل ہوتا تھا۔ بعد از وفات زیارتِ قبر سے درود وسلام کے علاوہ کوئی خاص مقصد نہیں اور جبکہ یہ حضور وغیبت میں یکساں پہنچتا ہے' تو پھر زیارت کا بہترین اعمال سے ہونا کیونکر ثابت ہوا؟ درحقیقت بہترین اعمال ایمان وتوحید اور اللہ ورسول کی سچی محبت ہے، نہ کہ اس قسم کے خیالات واَہواء۔ [السورتی]۔

باب: ۲۳

امت محمدیہ کے بعض افراد کا بت پرستی میں مبتلا ہونا

ارشاد الٰہی ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ نَصِيبًا مِّنَ ٱلْكِتَٰبِ يُؤْمِنُونَ بِٱلْجِبْتِ وَٱلطَّٰغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا۟ هَٰٓؤُلَآءِ أَهْدَىٰ مِنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ سَبِيلًا﴾ [النساء:۵۱]

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا، وہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان لانے والوں سے زیادہ صحیح راستے پر ہیں''۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ ٱللَّهِ ۚ مَن لَّعَنَهُ ٱللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ ٱلْقِرَدَةَ وَٱلْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ ٱلطَّٰغُوتَ﴾ [المائدۃ:۶۰]

''(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) آپ ان سے کہہ دیں، کیا میں تمہیں ان لوگوں کی نشاندہی کردوں جن کا انجام اللہ تعالیٰ کے ہاں فاسقوں کے انجام سے بھی بدتر ہے؟ وہ ایسے ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور غضب ناک ہوا اور (جن کو) ان میں سے بندر اور سور بنا دیا اور جنہوں نے طاغوت کی بندگی کی''۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَالَ ٱلَّذِينَ غَلَبُوا۟ عَلَىٰٓ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا﴾ [الکہف:۲۱]

''جو لوگ ان کے معاملات پر غالب تھے، انہوں نے کہا: ہم تو ان (کی غار) پر ضرور

مسجد (عبادت گاہ) بنائیں گے'' [1]۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَذْوَ الْقُذَّةِ بِالْقُذَّةِ، حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمُوهُ، قالوا: يا رَسُولَ اللَّهِ! الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى؟ قال: فَمَنْ؟!".

''تم پہلی امتوں کی پیروی کرتے ہوئے اس طرح ان کے برابر ہو جاؤ گے جیسے تیر تیر کے برابر ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر وہ ضب (سانڈے) کے بل میں گھسے ہوں تو تم بھی جا گھسو گے''۔ صحابہ کرام نے کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اور کون؟'' [2]۔

اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ زَوَى لِيَ الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِي مِنْهَا، وَأُعْطِيتُ الْكَنْزَيْنِ -الْأَحْمَرَ وَالْأَبْيَضَ-. وَإِنِّي سَأَلْتُ رَبِّي لِأُمَّتِي أَنْ لَا يُهْلِكَهَا بِسَنَةٍ بِعَامَّةٍ، وَأَنْ لَا يُسَلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوّاً مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ.

وَإِنَّ رَبِّي قال: يا مُحَمَّدُ! إِنِّي إِذَا قَضَيْتُ قَضَاءً فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ وَإِنِّي أَعْطَيْتُكَ لِأُمَّتِكَ

---

[1] اس آیت سے بعض علماء کا یہ استدلال ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنا سکتے ہیں، مگر یہ بچند وجوہ ناقابل اعتبار اور غلط ہے۔ اول: یہ ہے کہ پہلی امت کا عمل ہے، ہمارے واسطے حجت نہیں ہوسکتا۔ دوم: کسی نبی وصالح کا عمل نہیں۔ سوم: اللہ نے اس کی تعریف نہیں کی۔ چہارم: یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرما کر اُن لوگوں کا ذکر کیا، تو ایسی حالت میں یہ عمل بجائے جائز ہونے کے سخت ترین حرام وممنوع ہوئی، کیونکہ آپ کا لعنت فرما کر ذکر کرنا کسی طرح جواز پر دلیل نہیں ہوسکتا۔ پھر یہ لعنت آخری وقت میں وفات کے وقت میں وارد ہوئی، جس کے یہ معنی ہوئے کہ یہی آخری فیصلہ ہے، اس کے بعد دوسرا فیصلہ نہیں ہوا۔ [السورتی]

[2] صحیح البخاری: ۳۴۵۶، صحیح مسلم: ۲۶۶۹۔

أَلَّا أُهْلِكَهُمْ بِسَنَةٍ بِعَامَّةٍ وَأَلَّا أُسَلِّطَ عَلَيْهِم عَدُوّاً مِنْ سِوَى أَنْفُسِهِمْ فَيَسْتَبِيحَ بَيْضَتَهُمْ، وَلَوْ اجْتَمَعَ عَلَيْهِم مَنْ بِأَقْطَارِهَا حَتَّى يَكُونَ بَعْضُهُمْ يُهْلِكَ بَعْضاً وَيَسْبِي بَعْضُهُمْ بَعْضًا".

''اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین اس حد تک سمیٹ دی کہ میں نے اس کے مشرق ومغرب دیکھ لئے اور میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی، جہاں تک مجھے زمین سمیٹ کر دکھائی گئی، اور مجھے دو خزانے ایک سرخ اور دوسرا سفید عطا کئے گئے، اور میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لئے یہ دعا کی کہ وہ عام قحط سالی سے اسے ہلاک نہ کرے۔ اور ان پر کوئی ایسا بیرونی دشمن مسلط نہ کرے جو انہیں تباہ کر کے رکھ دے۔

اور میرے رب نے فرمایا: ''اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) میں جب کوئی فیصلہ کر دیتا ہوں تو اسے ٹالا نہیں جا سکتا۔ میں آپ کی امت کے بارے میں آپ کی یہ دعا قبول کرتا ہوں کہ میں انہیں عام قحط سالی سے ہلاک نہیں کروں گا، اور ان پر کوئی ایسا بیرونی دشمن بھی مسلط نہیں کروں گا جو انہیں تباہ کر کے رکھ دے، اگرچہ سارے دشمن ان کے خلاف متحد اور مجتمع کیوں نہ ہو جائیں۔ البتہ وہ خود آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور قیدی بھی بنائیں گے''[1]۔

اور اسے حافظ برقانی نے بھی اپنی کتاب (الصحیح) میں روایت کیا ہے اور مندرجہ ذیل الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ:

وَإِنَّمَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّينَ، وَإِذَا وَقَعَ عَلَيْهِمُ السَّيْفُ لَمْ يُرْفَعْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَلْحَقَ حَيٌّ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ،

---

[1] صحیح مسلم: ۲۸۸۹۔

وَحَتَّى تَعْبُدَ فِئَامٌ مِنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ. وَأَنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، لَا نَبِيَّ بَعْدِي. وَلَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ مَنْصُورَةً، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتعالى".

''مجھے اپنی امت کے بارے میں صرف گمراہ پیشواؤں کا خدشہ ہے اور جب ان میں ایک دفعہ تلوار چل پڑی تو قیامت تک بند نہیں ہوگی۔ اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ میری امت کی ایک جماعت مشرکین سے نہ جا ملے اور میری امت کے بہت سے گروہ بت پرستی نہ کرنے لگیں اور میری امت میں تیس دجال ہوں گے، وہ سب کے سب نبوت کا دعویٰ کریں گے، حالانکہ میں خاتم الانبیاء (آخری نبی) ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ (قیامت تک) حق پر رہے گا اور ان کی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مدد کی جائے گی اور انہیں چھوڑ جانے والے ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (یعنی قیامت) آ جائے''[1]۔

مسائل ۲۳:

① سورۂ نساء کی آیت (جس میں اہل کتاب کے بتوں اور شیطان کی پوجا کرنے کا ذکر ہے) کی تفسیر۔

② سورۂ مائدہ کی آیت (جس میں فاسقوں سے بدتر لوگوں کا ذکر ہے) کی تفسیر۔

③ سورۂ کہف کی آیت (جس میں اصحاب کہف کے غار پر مسجد بنانے کا ذکر ہے) کی تفسیر۔

---

① مسند أحمد: ۲۲۳۹۵، سنن أبي داود: ۴۲۵۲، سنن ابن ماجہ: ۳۹۵۲، وصححہ ابن حبان، والحاکم والالبانی۔

④ سب سے اہم بات جِبت (بت) اور طاغوت (شیطان) پر ایمان لانے کے معنی ومفہوم کا بیان ہے کہ کیا اس سے مراد قلبی اعتقاد ہے؟ یا ان سے نفرت اور ان کے بطلان کا اعتقاد رکھتے ہوئے بظاہر ان کی موافقت؟

⑤ اس سے یہود کی یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ اپنے کفر سے واقف کفار اہل ایمان سے زیادہ صحیح راستے پر ہیں۔

⑥ ایک اہم مسئلہ جو اس باب کا مقصود وعنوان ہے، یہ ہے کہ اہل حق کی ایک جماعت ہر زمانے میں موجود رہے گی، جیسا کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس کا بیان موجود ہے۔

⑦ اس امت کے بہت سے گروہ بت پرستی میں مبتلا ہوں گے۔

⑧ تعجب تو اس بات پر ہے کہ مختار ثقفی جیسا شخص نبوت کا دعویٰ کرنے لگا[1]، حالانکہ وہ توحید ورسالت کا اعتراف اور اس امت کے فرد ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور یہ بھی مانتا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برحق اور قرآن مجید سچی کتاب ہے اور اس قرآن میں یہ بھی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں۔

---

① مختار بن ابی عبید ثقفی ۶۵ھ کے بعد کوفہ میں پہلے پہل حضرت حسین کے قاتلوں سے بدلہ لینے کے نام سے اٹھا، اس کے ساتھ اکثر شیعہ شریک ہو گئے، بہت سی جنگیں کیں، اور کوفہ پر تسلط ہو گیا، پھر اس نے آہستہ آہستہ یہ دعویٰ کیا کہ مجھ پر وحی والہام ہوتا ہے، لوگ اس کو بھی تسلیم کرنے لگے۔ ابن الزبیر نے اپنے بھائی مصعب کو جنگ کے واسطے بھیجا جنہوں نے اسے قتل کیا، اسی طرح ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی پہلے اسلام کی مدافعت کے نام سے عیسائیون اور ہندوؤں سے مناظرہ کیا، جب عام طور پر کچھ اثر ہوا' تو وحی والہام کا دعویٰ کیا، اور اپنے کو ظلّی نبی بنا دیا، کبھی مہدی بتایا۔ اس قسم کے بیسیوں دعویدار پہلے گزرے۔ بعض نے مسیح دجال کی طرح اپنے کو عیسیٰ بتایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مکر و دجل سے محفوظ رکھے۔ آمین [السورتی]۔

اس کی باتوں میں اس قدر واضح تضاد کے باوجود لوگ اس کی تصدیق کرتے رہے، صحابہ کے آخری دور میں ظاہر ہوا اور بہت سے گروہوں نے اس کی پیروی کی۔

⑨ یہ بشارت بھی ہے کہ امت محمدیہ کلی طور پر ختم نہیں ہوگی، جیسا کہ سابقہ زمانوں میں ہوتا رہا ہے، بلکہ ایک جماعت قیامت تک حق پر رہے گی۔

⑩ اہل حق کی ایک بڑی نشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کو چھوڑ جانے اور ان کی مخالفت کرنے والے ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔

⑪ اہل حق کا وجود قیامت تک رہے گا۔

⑫ مذکورہ بالا حدیث میں مندرجہ ذیل عظیم نشانیاں ہیں:

● آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے زمین کے مشارق ومغارب سمیٹ دیئے اور جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ حرف بحرف صحیح ثابت ہوا۔ بخلاف شمال وجنوب کے۔(کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ذکر ہی نہیں فرمایا)۔

● آپ کا یہ خبر دینا کہ امت کے بارے میں آپ کی پہلی دو دعائیں قبول ہوگئی ہیں۔

● اور یہ فرمانا کہ آپ کی تیسری دعا قبول نہیں ہوئی۔

● آپ کا یہ خبر دینا کہ میری امت میں اگر تلوار چل نکلی تو قیامت تک نہ رکے گی۔

● آپ کا یہ خبر دینا کہ یہ امت آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کریں گے اور قیدی بھی بنائیں گے۔

● آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت کے بارے میں گمراہ پیشواؤں سے ڈرنا۔

● آپ کا یہ خبر دینا کہ اس امت میں نبوت کے دعویدار جھوٹے نبی پیدا ہوں گے۔

● آپ کا قیامت تک طائفہ منصورہ کے موجود رہنے کی خبر دینا اور یہ تمام امور حرف

بحرف آپ کی پیشین گوئی کے مطابق پورے ہوئے، حالانکہ عقلی طور پر ان تمام امور کا وقوع پذیر ہونا بہت مشکل اور بعید ہے۔

⑬ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے صرف گمراہ پیشواؤں سے خطرہ محسوس کیا۔

⑭ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبادت اوثان (بت پرستی) کے معنی ومفہوم کی وضاحت فرمائی ہے۔

○○○○

باب: ۲۴

جادو کا بیان

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلَقَدْ عَلِمُوا۟ لَمَنِ ٱشْتَرَىٰهُ مَا لَهُۥ فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ مِنْ خَلَـٰقٍ﴾ [البقرة:۱۰۲]

''اور وہ خوب جانتے تھے کہ اسے حاصل کرنے والے کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے''۔

نیز ارشاد ہے:

﴿يُؤْمِنُونَ بِٱلْجِبْتِ وَٱلطَّـٰغُوتِ﴾ [النساء:۵۱]

''وہ بتوں اور شیطانوں کو مانتے ہیں''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"الْجِبْتُ": السِّحْرُ، وَالطَّاغُوتُ: الشَّيْطَانُ".

''جبت جادو اور طاغوت شیطان ہے''[1]۔

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كُهَّانٌ، كَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فِي كُلِّ حَيٍّ وَاحِدٌ".

''طاغوت وہ کاہن ہیں جن پر شیطان اترتا تھا اور ہر محلے کا الگ الگ کاہن ہوتا تھا''[2]۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

① صحیح البخاری تعلیقا، ووصلہ سعید بن منصور فی سننہ: ۲۵۳۴، قال ابن حجر: اسنادہ قوی۔

② صحیح البخاری تعلیقا، ووصلہ الطبری: ۳ء۵۵۸، وابن أبی حاتم: ۵۴۵۲۔

"اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ، قالوا: يا رَسُول اللَّه! وَمَا هُنَّ؟ قال: الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ".

''سات مہلک کاموں سے بچ کر رہو، صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) وہ سات کام کون کون سے ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ (۲) جادو کرنا۔ (۳) کسی کو ناحق قتل کر ڈالنا۔ (۴) سود خوری۔ (۵) یتیم کا مال کھانا۔ (۶) کفار سے مقابلے کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا۔ (۷) پاکدامن اور عفیف اہل ایمان عورتوں پر تہمت لگانا''[1]۔

اور حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ: "حَدُّ السَّاحِرِ: ضَرْبُهُ بِالسَّيْفِ".

''جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اسے تلوار سے قتل کر دیا جائے''[2]۔

اور بجالہ بن عبدہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:

"كَتَبَ عُمَرُ بنُ الخَطَّابِ رضي الله عنه: أَنِ اقْتُلُوا كُلَّ سَاحِرٍ وَسَاحِرَةٍ. قال: فَقَتَلْنَا ثَلَاثَ سَوَاحِرَ".

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ ہر جادوگر مرد اور عورت کو قتل کر دو، تو ہم نے تین جادوگرنیوں کو قتل کیا''[3]۔

اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ:

---

① صحیح البخاری: ۲۷۶۶، صحیح مسلم: ۸۹۔

② سنن الترمذی: ۱۴۶۰، وقال: الصحیح أنہ موقوف۔

③ سنن أبي داود: ۳۰۴۳، وصححہ ابن حزم، والألبانی۔

"أَنَّهُا أَمَرَتْ بِقَتْلِ جَارِيَةٍ لَهَا سَحَرَتْهَا؛ فَقُتِلَتْ".

''انہوں نے اپنی لونڈی کو قتل کرنے کا حکم دیا جس نے ان پر جادو کر دیا تھا، چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا''①۔

اسی طرح حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی ایک واقعہ منقول ہے②۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"عَنْ ثَلَاثَةٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ".

جادوگروں کو قتل کرنا تین صحابہ سے ثابت ہے③۔

مسائل ۲۴:

① سورہ بقرہ کی آیت کی تفسیر۔ (جس میں جادو حاصل کرنے والے کا انجام بیان کیا گیا ہے)۔

② سورۂ نساء کی آیت کی تفسیر۔ (جس میں جادوگروں کا بتوں اور شیطانوں کو ماننے کا تذکرہ ہے)۔

③ جِبت اور طاغوت کا معنی اور ان کے مابین فرق۔

④ یہ بھی ثابت ہوا کہ طاغوت جن بھی ہوتے ہیں اور انسان بھی۔

---

① مسند الشافعی: ۲۹۰، موطا للامام مالک: ۲۵۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۸۴۹۱۔

② دیکھئے: مصنف عبد الرزاق: ۱۸۷۴۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۹۵۸۰، التاریخ للبخاری: ۲/ ۲۲۲، وصححہ الذھبی والألبانی۔

③ الجامع للخلال: ۲/ ۵۲۹، ۱۳۴۵۔

⑤ اس سے ان سات کاموں کا بھی پتہ چلا جو انتہائی مہلک اور خاص طور پر ممنوع ہیں۔

⑥ جادوگر کافر ہے۔

⑦ جادوگر کو توبہ کرائے بغیر قتل کر دیا جائے۔

⑧ جادوگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی موجود تھے، تو اس کے بعد کے دور کا کیا حال ہوگا؟

باب:٢٥

جادو کی چند اقسام

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، محمد بن جعفر سے روایت کرتے ہیں، وہ عوف سے، وہ حیان بن علاء سے، وہ قطن بن قبیصہ سے اور وہ اپنے باپ قبیصہ سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"إِنَّ الْعِيَافَةَ، وَالطَّرْقَ، وَالطِّيَرَةَ؛ مِنَ الْجِبْتِ".

"پرندوں کو اڑا کر فال لینا، زمین پر خطوط کھینچنا (علم رمل) اور کسی چیز کو دیکھ کر بدفالی اور بدشگونی لینا، یہ سب جادو کی اقسام ہیں"[1]۔

عوف کہتے ہیں:

"الْعِيَافَةَ" زَجْرُ الطَّيْرِ، وَ"الطَّرْقُ": الْخَطُّ يُخَطُّ بِالْأَرْضِ"۔

العیافۃ: پرندوں کو اڑا کر فال بد لینا اور الطرق: سے مراد زمین پر خطوط کھینچنا ہے۔ یہ علم آج کل علم رمل کہلاتا ہے۔

حسن بصری کہتے ہیں: "الْجِبْتُ": رَنَّةُ الشَّيْطَانُ.

شیطانی چیخ و پکار اور آہ و بکا "الجبت" ہے[2]۔

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ النُّجُومِ؛ فَقَدِ اقْتَبَسَ شُعْبَةً مِنَ السِّحْرِ، زَادَ مَا زَادَ".

---

① مسند أحمد: ١٥٩١٥، مصنف ابن أبي شيبہ: ٢٦٩٣١، حسن۔

② ابوداود، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اس کا صرف مرفوع حصہ روایت کیا ہے۔ ('قال عوف' سے آگے کی عبارت انہوں نے روایت نہیں کی یہ صرف مسند احمد میں ہے۔

''جس نے علم نجوم کا کچھ حصہ سیکھا، اس نے اسی قدر جادو سیکھا، جتنا زیادہ سیکھتا جائے' اتنا ہی زیادہ اس کی وجہ سے گناہ میں اضافہ ہوتا جائے[1]۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"مَنْ عَقَدَ عُقْدَةً ثُمَّ نَفَثَ فِيهَا فَقَدْ سَحَرَ، وَمَنْ سَحَرَ فَقَدْ أَشْرَكَ، وَمنْ تَعَلَّقَ شَيْئاً وُكِلَ إِلَيْهِ".

''جس شخص نے گرہ باندھ کر اس پر پھونک ماری' تحقیق اس نے جادو کیا۔ اور جو جادو کرے' وہ شرک کا مرتکب ہوا۔ اور جو شخص (اپنے بازو، گلے، ہاتھ وغیرہ پر) کوئی چیز (باندھے) یا لٹکائے' اسے اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے''[2]۔

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"أَلَا هَلْ أُنَبِّئُكُمْ مَا الْعَضْهُ؟ هِيَ النَّمِيمَةُ -القالةُ بَيْنَ النَّاسِ-" رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

''کیا میں تمھیں العَضْہ کے متعلق بتاؤں کہ وہ کیا ہے؟ (پھر خود ہی فرمایا:) وہ چغلی ہے، جس سے لوگوں میں فتنہ اور لڑائی ہو جائے''[3]۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحراً".

''بعض بیان میں بھی جادو (کا سا اثر) ہوتا ہے''[4]۔

---

① سنن أبی داود: ۳۹۰۵، سنن ابن ماجہ: ۳۷۲۶، اسنادہ صحیح۔

② سنن النسائی: ۴۰۷۹، حسن۔

③ صحیح مسلم: ۲۶۰۶۔

④ صحیح البخاری: ۵۱۴۶، صحیح مسلم: ۸۶۹۔

مسائل ㉕:

① عیافہ، طرق اور طیرہ سب جادو ہی کی اقسام ہیں۔

② ان تینوں کی مکمل وضاحت اور تفصیل بھی سامنے آتی ہے۔

③ علم نجوم جادو ہی کی ایک قسم ہے۔

④ گرہ لگانا اور پھونک مارنا بھی جادو ہی ہے۔

⑤ چغلی کرنا بھی جادو کی ایک شکل ہے۔

⑥ بعض لوگوں کا فصیح و بلیغ کلام بھی بعض اوقات جادو کا اثر رکھتا ہے [1]۔

○○○○

① فصاحت اور بیان یقیناً بہترین چیز ہے، لیکن جو فصاحت حق کو باطل اور غلط کو صحیح کرنے کے لئے یا الحاد و کفر کی حمایت میں استعمال ہو وہ سحر میں داخل ہے۔ جملہ "ان من البیان لسحرا" کلامِ موجّہ کہلاتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں مدح و ذم دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔

باب: ۲۶

نجومی اور غیب دانی کے دعویدار

بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ أَتَى عَرَّافاً فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ، فَصَدَّقَهُ؛ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِينَ يَوْمًا".

''جس شخص نے کسی کاہن و نجومی کے پاس جا کر کچھ دریافت کیا اور پھر اس کی کہی ہوئی کسی بات کی تصدیق کی تو چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہ ہوگی''[1]۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ أَتَى كَاهِناً فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ؛ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله وسلم".

''جو شخص کسی نجومی کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے اس دین کے ساتھ کفر کیا جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اتارا گیا''[2]۔

ایک اور جگہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یوں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ أَتَى عَرَّافاً أَوْ كَاهِناً فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ؛ فَقَدْ كَفَرَ بمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وآله وسلم".

''جس شخص نے کسی نجومی یا کاہن کے پاس جا کر اس کی کہی ہوئی بات کی تصدیق کی، اس نے اس دین کے ساتھ کفر کیا' جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتارا گیا''[3]۔

اور مسند ابی یعلی میں عمدہ سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود سے یہی روایت موقوف

---

① صحیح مسلم: ۲۲۳۰، البتہ 'فَصَدَّقَهُ' کا لفظ صحیح مسلم میں نہیں، یہ اضافہ مسند أحمد: ۱۶۶۳۸ میں ہے۔

② سنن أبی داود: ۳۹۰۴، سنن الترمذی: ۱۳۵، وصححہ الالبانی وغیرہ۔

③ مسند أحمد: ۹۵۳۶، السنن الکبری للبیہقی: ۱۶۴۹۶، مستدرک الحاکم: ۱/۸، وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی۔

مروی ہے[1]۔

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَيسَ مِنّا مَنْ تَطَيَّرَ أَوْ تُطِيِّرَ لَهُ، أَوْ تَكَهَّنَ أَوْ تُكُهِّنَ لَهُ، أَوْ سَحَرَ أَوْ سُحِرَ لَهُ، وَمَنْ أَتَى كَاهِناً فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ؛ فَقَدْ كَفَرَ بمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم".

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو فال نکالے یا نکلوائے، کہانت کرے یا کرائے، جادو کرے یا کرائے۔ اور جو شخص کسی کاہن کے پاس جا کر اس کی کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کرے، تو اس نے اس دین کا انکار کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا"[2]۔

اور یہی حدیث امام طبرانی نے "المعجم الاوسط: ۴۲۶۲" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، تاہم اس میں "مَنْ أَتَى ..." سے آخر تک کے الفاظ نہیں ہیں۔

امام بغوی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ:

"الْعَرَّافُ هُوَ الَّذِي يَدَّعِي مَعْرِفَةَ الأُمُورَ بِمُقَدِّمَاتِ أَسْبَابٍ يُسْتَدَلُّ بِهَا عَلَى مَوَاقِعِهَا، كَالْمَسْرُوقِ مِنَ الَّذِي سَرَقَهَا، وَمَعْرِفَةُ مَكَانِ الضَّالَّةِ".

"(العراف) وہ ہے جو چند باتوں سے معاملات کے علم کا دعویٰ کرے اور ان کی روشنی میں چوری شدہ یا گمشدہ چیز کی جگہ کی نشاندہی کرے وغیرہ"[3]۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ عراف کاہن ہے اور کاہن وہ ہے جو مستقبل میں ہونے

---

[1] المعجم الاوسط للطبرانی: ۱۴۵۳، مسند ابن الجعد: ۴۲۵، صححہ الألبانی۔

[2] مسند البزار: ۳۵۷۸، المعجم الکبیر للطبرانی: ۳۵۵، وصححہ الألبانی۔

[3] شرح السنۃ للبغوی: ۱۲/ ۱۸۲۔

والے امور کے متعلق خبر دیتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ: ”کاہن وہ ہے جو دل کی بات بتائے“۔

شیخ الاسلام ابو العباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

الْعَرَّافُ: اسْمٌ لِلْكَاهِنِ، وَالْمُنَجِّمِ، وَالرَّمَّالِ، وَنَحْوِهِمْ، مِمَّنْ يَتَكَلَّمُ فِي مَعْرِفَةِ الْأُمُورِ بِهَذِهِ الطُّرُقِ.

”عراف ایک جامع لفظ ہے جس کا اطلاق کاہن، نجومی، رمال اور اس قسم کے تمام لوگوں پر ہوتا ہے جو ان طریقوں سے بعض امور وواقعات کی اطلاع دے[1]، [2]۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں جو لوگ ابجد لکھ کر حساب کرتے ہیں اور نجوم (ستاروں) سے رہنمائی لیتے ہیں کہ:

"مَا أَرَى مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ لَهُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ خَلَاقٍ".

میرے نزدیک ایسا کرنے والوں کے لئے اللہ کے ہاں آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے[3]۔

---

① عرب میں عرّاف، کاہن، منجم وغیرہ کا بڑا اثر تھا، ان سے اپنی تقدیر دریافت کرتے، معاملات میں رائے ومشورہ لیتے، نزاع وجدال کے وقت فیصلہ حاصل کرتے، بیماری میں علاج کراتے، یہ تمام شعبے شیطانی اثر کے ماتحت ایک خاص قسم کی طرز گفتگو میں ادا ہوتے تھے۔ اسلام نے آکر ان سب کو یکلخت باطل وڑ ٹھہرایا۔ کاہن وہ جو خفیہ امور بتائے۔ منجم جو نجوم کے ذریعہ طالع وغیرہ ملا کر بھلائی بُرائی بتائے۔ عراف وہ جو بیماری وفال وغیرہ کے اسباب وعوارض بتائے۔ ان سب میں کاہن کا لفظ زیادہ عام ہے، اسی واسطے کاہن کی برائی اور اس کے کفر کا اعلان کیا گیا۔ [السورتی]۔

② مجموع الفتاویٰ: ۳۵/ ۱۷۳۔

③ الجامع لابن وهب: ٦٩٠، مصنف عبد الرزاق: ١٩٨٠٥، مصنف ابن ابی شیبہ: ٢٦١٦١، اسناده صحیح۔

مسائل ㉖:

① قرآن پر ایمان لانا اور کاہن کی بات کی تصدیق کرنا، یہ دونوں باتیں ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں۔

② اس میں یہ وضاحت وصراحت بھی ہے کہ کاہن کی تصدیق کرنا کفر ہے۔

③ کہانت کرانے والے کا تذکرہ موجود ہے۔

④ فال نکلوانے والے کا ذکر وارد ہے۔

⑤ جادو کرانے والے کا ذکر ہے۔

⑥ اور حروف ابجد لکھ کر حساب کرنے والے کا تذکرہ موجود ہے۔

(ان سب کا ذکر اس لئے ہے کہ یہ لوگ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں)۔

⑦ اس میں کاہن اور عراف کے مابین فرق کی وضاحت بھی ہے۔

○○○○

باب: ㉗

جادو ٹونے کے ذریعے جادو کے علاج کی ممانعت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم سُئِلَ عَنْ النَّشْرَةِ؟ فقال: هِيَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ".

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نشرہ (یعنی جادو کے ذریعے جادو کے علاج) کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ شیطانی عمل ہے''[1]۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"سُئِلَ أَحْمَدُ عَنْهَا؟ فقال: ابْنُ مَسْعُودٍ يَكْرَهُ هَذَا كُلَّهُ".

''امام احمد رحمہ اللہ سے نشرہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان سب کاموں کو ناپسند سمجھتے تھے''[2]۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

"قلت لِابْنِ الْمُسَيَّبِ: رَجُلٌ بِهِ طِبٌّ، أَوْ يُؤَخَّذُ عَنِ امْرَأَتِهِ؛ أَيُحَلُّ عَنْهُ أَوْ يُنَشَّرُ؟ قال: لَا بَأْسَ بِهِ؛ إِنَّمَا يُرِيدُونَ بِهِ الْإِصْلَاحَ، فَأَمَّا مَا يَنْفَعُ؛ فَلَمْ يُنْهَ عَنْهُ" انْتَهَى[3].

''میں نے سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے پوچھا اگر کسی پر جادو ہو یا کوئی ایسا ٹونہ جس کے سبب وہ اپنی بیوی کے قریب نہ آسکتا ہو تو کیا اس کا دفیعہ کرنا، یا اس کو باطل کرنے کے لئے نشرہ یعنی منتر

---

① مسند أحمد: ١٤١٣٥، سنن أبي داود: ٣٨٦٨، وصححه الألباني۔

② الآداب الشرعية لابن مفلح: ٣/ ٦٣۔

③ صحيح البخاري تعليقا، ووصله ابن شيبة في المصنف: ٢٣٩٨٩، وصحح اسناده ابن حجر۔

استعمال کرنا درست ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ''اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس سے جادو کرنے والوں کا مقصد اصلاح ہی ہے، نفع مند اور مفید شئے کے استعمال کی ممانعت نہیں''[1]۔

---

① سعید بن المسیب کے کلام سے یہ سمجھنا کہ جادو بذریعہ جادو اتار سکتے ہیں، نہایت غلط اور قریب بہ کفر ہے، اس لئے کہ اللہ عزوجل نے جادو اور جادو کے تمام اعمال کفر فرمائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے عمل شیطانی فرمایا۔ عمل شیطانی پر اعتقاد رکھنا اور اس سے فائدہ اٹھانا بدترین کفر اور انتہا درجہ کی حماقت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سعید بن المسیب نے صرف جائز اور مباح ذرائع کی اجازت دی ہے اور اس کے سوا ان کے کلام کا کوئی اور محمل ممکن نہیں۔

بعض جاہلوں نے یہ سمجھ کر کہ سحر کی حالت میں اضطرار کی صورت ہے یا اکراہ کی، یہ اجازت دے دی ہے کہ شرک وسحر کے ذریعہ اسے اتارنا درست ہے۔ ہم نے گذشتہ صفحات میں اس کا بیان اچھی طرح کر دیا ہے کہ اسے اضطرار اور اکراہ سے کوئی تعلق نہیں، اور یہ شرع کا بے جا استعمال اور محض تلبیس ہے۔ مگر اس جگہ پر مکرر توضیح کی جاتی ہے، بغور سنئے۔ اضطرار یہ ہے کہ انسان بھوکوں مرتا ہو، کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ملے تو وہ حرام چیز مردہ وغیرہ استعمال کر کے اپنی زندگی بچائے، اس کی اجازت شرعاً ہے۔ اِکراہ یہ ہے کہ انسان کو قتل کی دھمکی دی جائے اور تلوار و آلۂ قتل اس کے روبرو پیش ہو، اس طرح کہ یا کفر وفسق کا کام کر، ورنہ تجھے قتل کر دیا جائے گا۔ ایسی صورت میں بظاہر کفر کرنا مباح ہے، بشرطیکہ دل میں اس سے نہایت سخت کراہت ہو، مگر یہ صرف مباح ہے، اس سے زیادہ اعلیٰ وافضل یہ صورت ہے کہ اپنی جان دیدے اور کفر نہ کرے۔ یہی معنی ہیں لاتشرک باللہ وان قتلت اوحرقت (اللہ کے ساتھ ہرگز شرک نہ کر، اگر چہ تجھے مار ڈالیں یا جلا ڈالیں)۔ نیز انبیاء علیہم السلام کے لئے اِکراہ میں بھی حق کہنا عزیمت وفرض تھا۔ ان کو کسی طرح اس کی رخصت نہ تھی، کیونکہ یہ لوگوں کے واسطے مقتدا بنائے گئے تھے۔ پس سحر کے ذریعہ یا شرکیہ وظائف کے ذریعہ علاج نہ تو اضطرار میں داخل ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''اللہ نے حرام چیز میں شفا نہیں رکھی''۔ اور فرمایا کہ ''حرام چیز شفا نہیں بلکہ اور بیماری ہے''۔ پھر ایک بیماری کے ہزاروں علاج ہوتے ہیں، اس لئے اس میں اضطرار کُجا؟ نیز خود علاج کوئی فرض وضروری چیز نہیں، بلکہ محض مباح ہے، اور ترکِ علاج کی فضیلت صحیح احادیث میں وارد ہے۔ اِکراہ بھی نہیں اس لئے کہ یہاں کوئی قتل کی دھمکی بصراحت نہیں اور سحر کو قاتل سمجھنا صریح قرآن کے خلاف ہے جیسا کہ فرمایا: (فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِۦ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَزَوْجِهِۦ) سحر سے حب وبغض کا عمل کیا جاتا ہے، یا تخییل کی صورت پیدا ہوتی ہے جو حقائق سے دور اور محض نظر بندی ہی نظر بندی ہے، یہ جو عام خیالات ہیں کہ جادو سے طبائع پلٹ جاتے ہیں، انسان کو طوطا و مرغ وغیرہ بنا دیا جاتا ہے، یہ محض خرافات اور بے اصل ہے۔ پس سحر کے واسطے کفر وسحر کی اجازت کسی طرح نہیں ثابت ہوئی۔ نہ اکراہ ہے نہ اضطرار، بلکہ اس کے ذریعہ شرک وشرکیات کا احترام واعزاز ہوتا ہے اور یہ اعتقاد قائم کیا جاتا ہے کہ شرک سے شرک دور ہوتا ہے۔ حالانکہ گندگی سے گندگی کیا دور ہوگی؟ بلکہ توحید سے شرک دور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنا خاص رحم فرمائے اور اپنی سیدھی راہ سے کسی کو گمراہ نہ کرے۔ آمین!

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ: "لَا يَحِلُّ السِّحْرَ إِلَّا سَاحِرٌ".

''جادو کو جادوگر ہی اتار سکتا ہے''۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''سحر زدہ سے جادو کو دور کرنا نشرہ کہلاتا ہے۔اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) یہ کہ جادو کو جادو ہی سے دور کیا جائے۔ یہ شیطانی عمل ہے اور ناجائز ہے، اس صورت میں جادو دور کرنے والا اور جس پر جادو ہوا ہو دونوں شیطان کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس کے پسندیدہ کام کرتے ہیں اور ایسے اعمال بجالاتے ہیں کہ شیطان خوش ہوکر سحر زدہ سے اپنا اثر ہٹا لیتا ہے۔حسن بصری کا قول اسی صورت پر محمول کیا جائے گا۔

(۲) دوسری قسم یہ ہے کہ دم، تعوذ، ادویات اور جائز و مباح ادعیہ کے ساتھ جادو کا علاج کیا جائے، یہ جائز ہے۔

مسائل ۲۷:

① جادو کا علاج جادو سے کرنے کی ممانعت ہے۔

② حرام اور جائز علاج میں ایسا فرق اور وضاحت ہے جس سے اشکال اور شبہات دور ہو جاتے ہیں۔

○○○○

باب:۲۸

بدفالی اور بدشگونی

ارشاد الٰہی ہے:

﴿أَلَآ إِنَّمَا طَـٰٓئِرُهُمْ عِندَ ٱللَّهِ وَلَـٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [الاعراف:۱۳۱]

''خبردار! ان کی بدشگونی (نحوست) اللہ کے ہاں (مقدر) ہے، لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے''۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿قَالُوا۟ طَـٰٓئِرُكُم مَّعَكُمْ ۚ أَئِن ذُكِّرْتُم ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ﴾ [یس:۱۹]

''رسولوں نے کہا تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے کیا (تم یہ باتیں) اس لئے کرتے ہو کہ تمہیں نصیحت کی گئی ہے؟ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) تم لوگ حد سے تجاوز کر چکے ہو''۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَا عَدْوَى، وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا هَامَةَ، وَلَا صَفَرَ". أَخْرَجَاهُ.

''کوئی بیماری متعدی نہیں، بدشگونی و بدفالی کی بھی کچھ حقیقت نہیں، نہ الو (کا بولنا کوئی اثر رکھتا) ہے۔ اور نہ ماہ صفر (منحوس ہے)''[1]۔

صحیح مسلم میں ان الفاظ کا اضافہ ہے:

"وَلَا نَوْءَ، وَلَا غُولَ". ''نچھتر اور بھوتوں کا بھی کوئی وجود نہیں''[2]، [3]۔

---

[1] صحیح البخاری: ۵۷۰۷، صحیح مسلم: ۲۲۲۰۔

[2] لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ستارے زمین اور اہل زمین پر اثر انداز ہوتے ہیں، اسے نچھتر کہتے ہیں۔ اسلام نے اس عقیدہ کی نفی کی ہے۔ لہٰذا ستارے کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔ [سعیدی]

[3] صحیح مسلم: ۲۰۲۰، ۲۲۲۲۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ، قَالُوا: وَمَا الْفَأْلُ؟ قال: الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ" ①.

"کوئی بیماری متعدی نہیں، نہ بدشگونی و بدفالی کی کچھ حقیقت ہے۔ اور مجھے فال پسند ہے"۔ صحابہ نے پوچھا: فال کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمدہ اور بہترین بات" ②۔

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ:

"ذُكِرَتِ الطِّيَرَةُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ:

"أَحْسَنُهَا الْفَأْلُ، وَلَا تَرُدُّ مُسْلِمًا، فَإِذَا رَأَى أَحَدَكُمْ مَا يَكْرَهُ، فَلْيَقُلْ: اللَّهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ".

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بدفالی اور بدشگونی کا تذکرہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ان سب سے بہتر تو فال ہے اور یہ کسی مسلمان کو (اس کے مقصد سے) باز نہیں رکھ سکتی۔ چنانچہ کوئی جب ناپسندیدہ چیز دیکھے تو یہ دعا کرے:" یا اللہ تیرے سوا کوئی بھلائیاں نہیں لاسکتا اور تیرے سوا کوئی برائیوں کو دور نہیں کرسکتا۔ اور تیری توفیق کے بغیر ہمیں نہ بھلائی کی طاقت اور نہ برائی سے باز رہنے کی ہمت ہے" ③۔

① صحیح البخاری: ۵۷۷۶، صحیح مسلم: ۲۲۲۳۔

② مثلاً کوئی کام کر رہا ہے، اس اثناء میں سہل یا فلح سنا اور اپنے معاملے کے آسان ہونے کا خیال کیا، یا کسی معاملہ میں کسی بات پر غور کر رہا ہے، راشد یا ہادی سنا، اور اس سے خیال کیا کہ میرا معاملہ رشد و ہدایت پر انجام پائے گا، یہ محض اتفاقی بات ہے۔ [السورتی]۔

③ سنن أبي داود: ۳۹۱۹، قال الالبانی: فی تصحیحہ نظر۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، وَمَا مِنَّا إِلَّا، وَلَكِنَّ اللَّهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ".

''بدفالی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جسے (بتقاضائے بشریت ایسا وہم نہ ہوتا ہو) مگر اللہ تعالیٰ توکل کی وجہ سے اس کو دفع کر دیتا ہے''[1]۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

"مَنْ رَدَّتْهُ الطِّيَرَةُ مِنْ حَاجَتِهِ؛ فَقَدْ أَشْرَكَ، قالوا: فَمَا كَفَّارَةُ ذَلِكَ؟ قال: أَنْ تَقُولَ اللَّهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ، وَلَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ، وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ".

''بدفالی نے جس شخص کو اس کے کام سے روک دیا، اس نے شرک کیا، صحابہ نے کہا: اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا کفارہ یہ دعا ہے: ''یا اللہ! تیری بھلائی کے سوا کوئی بھلائی ہیں اور تیرے شگون کے سوا کوئی شگون نہیں اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں''[2]۔

اور مسند احمد ہی میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

"إِنَّمَا الطِّيَرَةُ مَا أَمْضَاكَ، أَوْ رَدَّكَ".

''بدشگونی وہ ہے جو تجھے کسی کام میں لگا دے یا روک دے''[3]۔

---

① اس حدیث کو امام ابوداود: ۱۶۱۴، اور ترمذی: ۱۶۱۴، نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے اسے صحیح کہا اور آخری جملہ کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے۔

② مسند أحمد: ۷۰۴۵، المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۴۲۲، وصححہ الألبانی۔

③ مسند أحمد: ۱۸۲۴، قال المحقق: اسنادہ ضعیف۔

مسائل ۲۸:

① اس میں آیت ﴿أَلَآ إِنَّمَا طَٰٓئِرُهُمۡ عِندَ ٱللَّهِ﴾ اور ﴿قَالُواْ طَٰٓئِرُكُم مَّعَكُمۡ﴾ کے معنی پر واضح کیا گیا ہے۔

② اس میں امراض کے متعدی ہونے کی نفی ہے۔

③ بدفالی کی بھی نفی ہے۔

④ اُلّو کی آواز سے بدفالی لینے کی نفی ہے۔

⑤ ماہ صفر کی نحوست کے عقیدہ کی نفی ہے [1]۔

---

① مؤلف رحمہ اللہ نے حسب دستور اس باب میں جو قابل تشریح الفاظ آئے ہیں ان کی تشریح نہیں کی۔ اس لئے ہم پہلے تمام باب کا خلاصہ لکھ کر پھر مشکل الفاظ کی تشریح کریں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلام سے قبل جاہلوں اور بعض فلسفہ وطب کے مدعیوں میں یہ خیال قائم ہو چکا تھا جو اَب تک ملاحدہ اور بے دین لوگوں میں رائج ہے کہ بہت سی بیماریاں متعدی ہیں۔ اگر کسی بیمار کے پاس دوسرا بیٹھے یا اس کے ساتھ کھائے پیئے یا اس کا جھوٹا پانی پی لے تو وہ بیماری اسے بھی بالضرور لگ جاتی ہے۔ اس کے متعلق یہ بھی خیال تھا کہ ہر ایک بیماری کا ایک دیوتا یا بھوت پری وغیرہ ہے اور وہ فلاں فلاں چیز سے ناراض ہو کر مریض کو ہلاک کر دیتا اور فلاں فلاں چیز سے خوش ہوتا ہے۔ اس اعتقاد میں شرک کی بہت سی باتیں ہیں۔

(الف) یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری کا کوئی دیوتا ہے، صریح شرک اور عین وہم پرستی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

(ب) ضرر ونفع میں خدا کے سوا دوسروں کو شریک کرنا، اور بلا کسی معقول حجت اور دلیل یہ فیصلہ کرنا کہ فلاں فلاں بیماری متعدی ہے۔

(ج) یقیناً دنیا عالم اِسباب ہے۔ کھانے سے ہمارا پیٹ بھرتا ہے، اور پانی سے پیاس بجھتی ہے، آگ سے بدن جلتا اور برف سے سردی حاصل ہوتی ہے، کھلے میدان میں دھوپ لگتی اور سایہ میں ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ شرع نے ظاہری اسباب کی کبھی مخالفت نہیں کی، مگر باطنی اعتقاد میں وہ اعتقادات جو صریح توحید کے منافی ہیں رد کر دیئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ظاہری امور نہیں، پھر ان پر اعتقاد رکھنا توحید کے خلاف ہے کیونکہ توحید یہ ہے کہ باطنی امور میں صرف اللہ تعالیٰ کو مسبب الاسباب سمجھا جائے، نہ کسی اور چیز کو خواہ انسان ہو یا فرشتہ جن ہو یا کچھ اور مثلاً پانی سے پیاس بجھتی اور آگ جلاتی ہے،...

⑥ نیک فال منع نہیں، بلکہ مستحب ہے۔

...مگر کیا یہ طبیعت آگ اور پانی میں بذاتِ خود حاصل ہے، یا اس طبیعت پر کسی کا تصرف ہے جس کے حکم کے بغیر نہ پانی پیاس بجھائے نہ آگ جلائے۔ اس جگہ ملاحدہ وفلاسفہ جو ظاہری امور کے معتقد اور ذات باری تعالیٰ کے منکر ہیں یہ کہتے ہیں کہ یہ طبیعت خود بخود اس چیز میں ہے، اس کی اور کوئی علت نہیں۔ یہ ان کی حماقت اور ظاہر پرستی ہے۔

واقعہ وحقیقت سراسر اس کے خلاف ہے، ہم ہزاروں مرتبہ دیکھتے ہیں کہ آگ نہیں جلاتی اور پانی سے پاس نہیں بجھتی، بلکہ اور ترقی کر جاتی ہے۔ اگر اس کی کوئی اور علت نہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ طبیعت اپنا اثر نہ کرے۔ یہ تجربے ہزاروں مرتبہ ہو چکے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں۔ پس ظاہری اسباب کا ہم انکار نہیں کرتے، مگر ان اسباب کی کوئی باطنی علت بھی ہے یعنی امرِ الٰہی، جس کے ہوتے ہوئے وہ طبیعت اپنا اثر کر سکتی ہے، ورنہ وہ طبیعت اپنے اثر سے محروم رہے گی، یا یوں کہو کہ وہ کیفیت ذاتی نہیں، لہٰذا اس سے سلب ہو سکتی ہے۔ ہم طبیعت کے اسی حد تک معتقد ہیں جو ظاہر سے متعلق ہے، باقی حصہ پر شرع کا تصرف قبول کر کے اسے باطنی علت کے متعلق کرتے ہیں۔

انسانی علم کی بناء پر اولیات، مشاہدات، اور استقرار تجربہ وتو ہمات پر ہے۔ ان میں کوئی بھی ہر حیثیت سے قابل اعتماد ولائق اعتقاد نہیں۔ شرع درحقیقت اصل اصیل اور تمام علوم وفنون کی صحیح کسوٹی ہے۔ اس کے بغیر ایک لمحہ ادھر ادھر سے کھلی ضلالت وبربادی ہے۔

پس بیماریوں کے متعلق جس قدر صحیح اسباب اطباء نے بیان کئے، اگر شرع کی کسوٹی کے خلاف نہیں ہیں، قابل اعتماد اور صحیح سمجھے جائیں گے۔ اگر خلافِ شرع ہوں غلط اور باطل ٹھہریں گے۔ اس لئے کہ یہ محض ظنیات، توہمات یا تجربات وغیرہ پر مبنی ہیں، جن کا ہر حال میں صحیح ہونا کسی ذی عقل کے نزدیک معتبر نہیں، پھر ان بیماریوں کے متعلق جنہیں متعدی کہا جاتا ہے، زیادہ تر وہم وظن کا اثر ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عَدْوٰی (بیماری کا متعدی ہونا) کوئی چیز نہیں، ایک شخص نے کہا کہ ایک اونٹ کے کھجلی ہو جاتی ہے، پھر یہ چند تندرست اونٹوں میں پہنچ جاتا ہے تو سب کو لگ جاتی ہے، آپ نے فرمایا آخر اس پہلے کو کھجلی کس نے لگائی؟ طاعون کی بابت اسی واسطے فرمایا کہ جس جگہ ہو وہاں نہ جاؤ، شرع نے جہاں بُرے اعتقاد کی ممانعت فرمائی وہاں ایسے ذرائع واسباب سے بھی روک دیا جس کی بدولت ایسے اعتقاد پیدا ہونے کا شبہہ ہو، یہ بہترین حکمت اور اعلیٰ ترین اصولِ تحفظ ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ آگ ہو یا اور کوئی چیز، بلا حکمِ الٰہی کچھ ایذا نہیں دے سکتی، حقیقت یہی ہے، مگر خواہ مخواہ اپنے آپ کو ایسے امتحان میں مت ڈالو، نہ خدا کی قدرت کا امتحان کرو کہ یہ تمہارے منصب سے خارج اور تمہارے فرائض سے الگ ہے۔ امراض کے متعدی ماننے میں شرک کے علاوہ بدترین بداخلاقی کا اظہار بھی ہے۔ بسا اوقات اس سے انسان انسان کی ہمدردی سے دور چلا جاتا ہے جو انسانیت کے خلاف ہے۔...

⑦ اس میں فال کے مفہوم کی وضاحت ہے۔

...مثلاً طاعون کے مریض کی تیمارداری نہیں کی جاتی، چیچک والوں سے دور بھاگتے ہیں۔عموماً ایسے بیمار اکیلے پڑے پڑے مرجاتے ہیں، اور اپنے رشتہ داروں کی اعانت سے محروم ہوجاتے ہیں۔ ان تمام خرابیوں کو دیکھتے ہوئے شرعِ مطہر نے یہ اعلان فرمایا کہ یہ سب اوہام وخرافات ہیں۔کوئی بیماری کسی دوسرے کو ہرگز نہیں لگتی، نہ متعدی ہونا کوئی قابل اعتماد خیال ہے۔

رہا بدفالی لینا، بھوت سے ڈرنا، نجوم وغیرہ کے اعتقاد پر بارش کا انحصار سمجھنا، اُلّو کے متعلق بُرے یا بھلے اعتقاد رکھنا یہ سب اوہام پرستی اور شرک وجاہلیت کے کام ہیں۔واقعہ میں ظن کے سوا اس میں کوئی اصلیت نہیں۔ پھر شرع کے مقصد کے صریح خلاف ہیں،اس لئے کہ یہ اعتقاد سے متعلق ہیں۔ بالخصوص بھلائی برائی کے متعلق کسی باطنی چیز کو مسبب سمجھنا صاف شرک ہے،خواہ وہ ولی ہو یا قبر،نبی ہو یا فرشتہ، جن ہو یا اور کوئی آسمان وزمین کی چیز یہ اعتقاد صرف ذاتِ باری تعالیٰ سے مخصوص ہے،اور بس۔اب ہم مشکل الفاظ کی تشریح کرتے ہیں:

عدوی: مرض کا متعدی ہونا،ایک بیمار کا اثر دوسرے کو پہنچنا۔

طیرۃ، طیر، طائر: کسی چیز سے نحوست لینا، بدفالی لینا، بدشگون سمجھنا۔عموماً عرب لوگ پرندوں کو اڑا کر، یا جانوروں کو اپنے مقام سے بھگا کر نیک وبدفال لینے کے عادی تھے،اس لئے اس کا نام طیر وطائر وطیرہ رکھا گیا۔ایک روایت میں وارد ہے کہ اگر کسی چیز میں نحوست ہے تو ان تین چیزوں میں ہے،عورت،گھر،گھوڑا۔اس کی بابت علماء میں بے حد اختلاف ہے۔مؤلف کتاب علامہ محمد بن عبدالوہاب نجدی سے بھی اس کی تشریح طلب کی گئی تھی۔انھوں نے جواب دیا کہ یہ مسئلہ میری سمجھ میں اچھی طرح نہیں آیا، واقعہ یہ ہے کہ یہ مشکل مسئلہ ہے۔آخری رائے یہ ہے کہ اگر ان چیزوں میں کسی قسم کا خیال کرے گا تو گرفت نہ ہوگی۔گویا شرع نے عام خیال کی اس طرح تحدید کردی ہے،مگر کیا درحقیقت ان چیزوں میں کوئی شومی ہے،یہ الگ بات ہے۔

ھامۃ: اُلّو،اس کے دو معنی ہیں۔ایک یہ جو عام لوگ رات کو اُلّو کے بولنے پر بُرے بُرے اعتقاد رکھتے اور جس جگہ بولے اسے ویران ہونے والا بتاتے ہیں اور اسی قسم کے خیال جو اُلّو کی بابت مشہور ہیں۔ دوم وہ جو عرب زمانۂ جاہلیت میں خیال کرتے تھے کہ جب کسی مقتول کا بدلہ نہ لیا جائے تو اس کی کھوپڑی میں سے ایک اُلّو نکل کر پکارتا ہے:''اسقونی اسقونی'' (مجھے پلاؤ مجھے پلاؤ) جب بدلہ لے لیا جاتا وہ چپ ہوجاتا تھا، بدلہ لینے کا عقیدہ باطل ٹھہرایا گیا، جو حقیقی الفت واخوت کے خلاف اور جس سے آئے دن اتحاد کو نقصان پہنچنے کا خوف وخطرہ تھا۔

صَفَرْ کے بھی دو معنی ہیں۔ایک پیٹ کا کیڑا جس کی بابت مشہور ہے کہ یہ جس کے پیٹ میں ہو اس کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔دوسرے جاہلیت میں بجائے محرم صفر کو مہینہ حرام مقرر کرکے محرم کو حلال کرلیا کاتے تھے،تاکہ مسلسل تین مہینہ تک...

⑧ اگر نہ چاہتے ہوئے بدفالی کے وساوس وخیالات دل میں پیدا ہوجائیں تو وہ مضر نہیں، بلکہ اللہ پر توکل اور اعتماد کی وجہ سے ختم ہوجاتے ہیں۔

⑨ جس شخص کے دل میں بدفالی کے وسوسے پیدا ہوجائیں، وہ ان کو دور کرنے کے لئے زیر بحث باب میں مذکور دعا پڑھے۔

⑩ اس بات کی صراحت ہے کہ بدفالی شرک ہے۔

⑪ مذموم بدفالی کی تفصیل مذکور ہے۔

○○○○

...ان پر حرام مہینے نہ رہیں، کیونکہ جنگ وغارت کے بغیر ان کی گذر مشکل تھی۔ اسلام نے اسے باطل قرار دیا۔ فَالْ: کوئی عمدہ لفظ سن کر خوش ہونا۔ یہ ایک انسانی فطرت ہے، اس لئے بھلائی میں مستحسن اور برائی کو حرام قرار دیا، مگر عام جاہلوں اور بعض مدعیانِ علم میں عام طور پر جو دیوانِ حافظ اور قرآن مجید وغیرہ سے فال لینے کا چرچا ہے وہ قطعاً حرام اور کہانت میں داخل ہے۔ اسلام میں ایسا طریقہ کوئی نہیں ہے جس سے علمِ غیب حاصل ہوسکے یا آئندہ کے واقعات پر کوئی فیصلہ کیا جائے۔ بارش کے متعلق نچھتر سے فیصلہ کرنا یا یہ اعتقاد رکھنا کہ فلاں ستارہ نے بارش دی، عرب جاہلیت اور کفار کا قدیم دستور تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تردید فرما کر اعلان کیا کہ یہ شرک ہے۔ اس قسم کے وہمی امور اسلام کے سراسر خلاف اور کفریات ہیں۔

باب: ۲۹

علم نجوم کا شرعی حکم

امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں حضرت قتادہ رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

"خَلَقَ اللّٰهُ هٰذِهِ النُّجُومَ لِثَلَاثٍ: زِينَةً لِلسَّمَاءِ، وَرُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ، وَعَلَامَاتٍ يُهْتَدَى بِهَا، فَمَنْ تَأَوَّلَ فِيهَا غَيْرَ ذٰلِكَ؛ أَخْطَأَ، وَأَضَاعَ نَصِيبَهُ، وَتَكَلَّفَ مَا لَا عِلْمَ لَهُ بِهِ".

''اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو تین چیزوں (مقاصد) کے لئے بنایا ہے: ''آسمان کی زینت کے لئے، شیاطین کو مارنے اور بھگانے کے لئے، بحر وبر میں راہ معلوم کرنے کے لئے، جو شخص ان کے علاوہ کچھ اور سمجھتا ہے اس نے غلطی کی اور (ہر بھلائی سے) اپنا حصہ برباد کرلیا اور اس نے ایسے امر کا تکلف کیا، جس کا اسے کوئی علم نہیں''[1]۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے منازلِ قمر کا علم حاصل کرنے کو مکروہ اور ناپسند گردانا اور ابن عیینہ رحمہ اللہ نے بھی اس علم کے حصول کی اجازت نہیں دی۔

یہ دونوں روایتیں حرب نے [اپنے مسائل: ۱/ ۵۹۵ میں] بیان کی ہیں۔

امام احمد اور اسحاق نے اس (منازل قمر کے) علم کے حصول کی اجازت دی ہے[2]۔

اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلونَ الْجَنَّةَ: مُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَقَاطِعُ الرَّحِمِ، وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ".

---

① صحیح البخاری تعلیقا، ووصله الطبری: ۱۴/ ۱۹۳، وابن ابی حاتم: ۱۶۵۳۶۔

② فن نجوم جو غیب دانی اور نجوم کے اثرات بتاتا ہے وہ سرتاپا غلط اور اس کا سیکھنا حرام ہے، مگر منازلِ قمر اور تاروں کے طلوع وغروب اور مقامات کو جاننا جائز بلکہ بعض وقت ضروری ہے۔ [السورتی]

’’تین اشخاص جنت میں داخل نہیں ہو سکیں گے:

(۱) شراب نوشی کا عادی۔

(۲) قطع رحمی کرنے والا۔

(۳) اور جادو کو سچا ماننے والا‘‘[1]۔

مسائل ㉙:

① ستاروں کی تخلیق کی حکمتیں۔

② ان حکمتوں کے علاوہ کچھ اور سمجھنے والوں کی تردید ہے۔

③ منازل قمر حاصل کرنے میں اہل علم کے مابین اختلاف رائے موجود ہے۔

④ جادو کو باطل سمجھتے ہوئے بھی اس کی تصدیق کرنے پر وعید ہے۔

○○○○

---

① مسند أحمد: ۱۹۵۶۹، صحیح ابن حبان: ۵۳۴۶، وصححہ ابن حبان، والحاکم، والذھبی، والألبانی۔

باب:۳۰

نچھتر یعنی تاروں کے اثر سے بارش برسنے کا عقیدہ

ارشادالٰہی ہے:

﴿وَتَجۡعَلُونَ رِزۡقَكُمۡ أَنَّكُمۡ تُكَذِّبُونَ﴾ [الواقعۃ:۸۲]

''اور تم اپنی کمائی کی جگہ یہ بناتے ہو کہ اسے جھٹلاتے ہو''۔

اور حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"أَرْبَعَةٌ فِي أُمَّتِي مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ، لَا يَتْرُكُونَهُنَّ: الْفَخْرُ بِالْأَحْسَابِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالِاسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُومِ، وَالنِّيَاحَةُ.

وقال: النَّائِحَةُ إِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا؛ تُقَامُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانَ وَدِرْعٌ مِنْ جَرَبٍ" [1].

''میری امت میں جاہلیت کے چار کام ایسے ہیں جنہیں وہ نہیں چھوڑیں گے، حسب ونسب اور خاندانی شرف وفضیلت پر فخر کرنا۔ دوسروں کے نسب وخاندان میں عیب اور نقص نکالنا اور طعنہ زنی کرنا۔ تاروں کے اثر سے بارش ہونے کا عقیدہ رکھنا۔ اور نوحہ یعنی کسی کے مرنے پر رونا پیٹنا۔

اور فرمایا: ''نوحہ کرنے والی اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اسے گندھک کا کرتہ اور خارش (میں مبتلا کردینے والی) ذرع پہنا کر کھڑا کیا جائے گا''۔

اور ایک جگہ حضرت زید بن خالد جھنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ؛ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ

---

[1] صحیح مسلم: ۹۳۴۔

رَبُّكُمْ؟!، قالوا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قال: قال:

"أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ: فَأَمَّا مَنْ قال: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ؛ فَذَلِكَ مُؤْمِنٌ بِي كَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ. وَأَمَّا مَنْ قال: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا؛ فَذَلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ".

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر ایک ایسی رات کو ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، جس میں بارش ہو چکی تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیرا تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: ''کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟: صحابہ نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں کچھ مومن ہوئے ہیں اور کچھ کافر، جس نے کہا ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان لایا اور جس نے کہا ہم پر یہ بارش فلاں نچھتر یعنی تاروں کے اثر سے ہوئی ہے وہ میرا منکر ہوا اور تاروں (کی تاثیر) پر ایمان لایا''[1]۔

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کی روایت ہے، اس میں یہ ہے کہ بعض کہتے ہیں فلاں فلاں نچھتر (ستارہ) سچ (یعنی مفید) ثابت ہوا ہے، تو ان کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمادیں:

﴿فَلَآ أُقۡسِمُ بِمَوَٰقِعِ ٱلنُّجُومِ ۝٧٥ وَإِنَّهُۥ لَقَسَمٞ لَّوۡ تَعۡلَمُونَ عَظِيمٌ ۝٧٦ إِنَّهُۥ لَقُرۡءَانٞ كَرِيمٞ ۝٧٧ فِي كِتَٰبٖ مَّكۡنُونٖ ۝٧٨ لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا ٱلۡمُطَهَّرُونَ ۝٧٩ تَنزِيلٞ مِّن رَّبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ ۝٨٠ أَفَبِهَٰذَا ٱلۡحَدِيثِ أَنتُم مُّدۡهِنُونَ ۝٨١ وَتَجۡعَلُونَ رِزۡقَكُمۡ أَنَّكُمۡ تُكَذِّبُونَ﴾ [الواقعة:۷۵-۸۲]

---

[1] صحیح البخاری: ۸۴۶، صحیح مسلم: ۷۱۔

''مجھے تاروں کی منازل کی قسم ہے، اگر تم سمجھو تو یہ بڑی قسم ہے کہ بے شک یہ قرآن بلند رتبے والا ہے (جو) لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے، اسے وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو پاک ہیں۔ یہ رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے تو پھر کیا تم اس کلام سے بے اعتنائی اور بے مروتی کرتے ہو اور اپنا وظیفہ یہ بناتے ہو کہ تم اسے جھٹلاتے ہو؟[1]

مسائل (۳۰):

① سورہ واقعہ کی آیت کی تفسیر و توضیح (جس میں قرآن کو جھٹلانے والوں کا تذکرہ ہے)

② ان چار امور کا ذکر جو جاہلیت کی رسوم ہیں۔

③ ان چار میں سے بعض کفر ہیں۔

④ کچھ کفر ایسے بھی ہیں جن کی وجہ سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

⑤ ''أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ'' کے نتیجہ میں بعض لوگ کافر ہو جاتے ہیں۔

⑥ اس مقام پر ایمان کی حقیقت پر خوب غور کرنا چاہئے۔

⑦ اس مقام پر کفر کی حقیقت پر بھی غور کرنا چاہئے۔ (کہ معمولی سی بات کہنے سے انسان مومن ہو جاتا ہے یا کافر)۔

⑧ یہ کہنا کہ ''فلاں نچھتر صحیح و سچ (یعنی مفید) ثابت ہوا''، اس بات پر غور کرنا چاہئے (کہ یہ انتہائی غلط، بلکہ کفر ہے)۔

⑨ ''تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟'' سے ثابت ہوا کہ طالب علم کو بات ذہن نشین کرانے کے لئے استفہامی انداز اختیار کرنا جائز ہے۔

⑩ نوحہ کرنے والیوں کے عذاب و وعید کا علم ہوا۔

○○○○

① صحیح مسلم: ۷۳۔

باب:(۳۱)

اللہ تعالیٰ کی محبت دین کی بنیاد ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ ٱللَّهِ﴾

[البقرۃ:۱۶۵]

"کچھ لوگ ایسے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا ہمسر اور شریک ٹھہراتے ہیں اور ان سے یوں محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے ہونی چاہئے"۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلْ إِن كَانَ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَٰنُكُمْ وَأَزْوَٰجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَٰلٌ ٱقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَٰرَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٍ فِى سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُوا۟ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ﴾

[التوبۃ:۲۴]

"(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) آپ کہہ دیں کہ اگر تمہیں اپنے ماں باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، عزیز واقارب اور مال جو تم جمع کر چکے ہو اور تجارت جس کے ماند پڑنے کا تمہیں خدشہ رہتا ہے اور تمہارے گھر جو تمہیں پسند ہیں (یہ چیزیں اگر تمہیں) اللہ اور اس کے رسول اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نصیب نہیں کرتا"۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ، وَوَالِدِهِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ". أَخْرَجَاهُ.

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مجھے اپنی اولاد، (ماں) باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ سمجھے''①۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ: أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُه أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا. وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّهِ. وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ، كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ".

''تین اوصاف ایسے ہیں جس میں وہ پائے جائیں ان کی بدولت وہ ایمان کی مٹھاس محسوس کرتا ہے:

(۱) یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب سمجھے۔

(۲) کسی سے محض اللہ کے لئے محبت کرے۔

(۳) کفر میں لوٹنے کو۔ بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کفر سے بچالیا ہو۔ یوں ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالا جانا اسے ناپسند ہے''②۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"مَنْ أَحَبَّ فِي اللَّهِ، وَأَبْغَضَ فِي اللَّهِ، وَوَالَى فِي اللَّهِ، وَعَادَى فِي اللَّهِ، فَإِنَّمَا تُنَالُ وَلَايَةُ اللَّهِ بِذَلِكَ، وَلَنْ يَجِدَ عَبْدٌ طَعْمَ الْإِيمَانِ -وَإِنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ

---

① صحیح البخاری: ۱۵، صحیح مسلم: ۴۴۔

② صحیح البخاری: ۱۶، صحیح مسلم: ۴۳۔

وَصَوْمُهُ- حَتَّى يَكُونَ كَذَلِكَ، وَقَدْ صَارَتْ عَامَّةُ مُؤَاخَاةِ النَّاسِ عَلَى أَمْرِ الدُّنْيَا، وَذَلِكَ لَا يُجْدِي عَلَى أَهْلِهِ شَيْئاً". رَوَاهُ بنُ جَرِيرٍ.

''جو شخص (کسی سے صرف) اللہ کے لئے محبت رکھے، اللہ کے لئے بغض رکھے، اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کے لئے دشمنی رکھے (تو جان لینا چاہئے کہ) اللہ تعالیٰ کی ولایت (دوستی ومحبت) انہی کاموں سے حاصل ہوسکتی ہے اور کوئی بھی شخص ان امور کے بغیر ایمان کا ذائقہ اور مٹھاس نہیں پاسکتا اگرچہ وہ بہت نمازیں پڑھے اور بکثرت روزے رکھے۔ عام لوگوں کی آپس میں محبت اور تعلقات دنیاوی امور پر استوار ہیں۔ یہ چیز (اللہ تعالیٰ کے ہاں) اپنے کرنے والوں کے لئے کچھ سودمند ثابت نہ ہوگی''[1]۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ ٱلْأَسْبَابُ﴾ (کہ قیامت کے روز ان کے سارے اسباب ووسائل ختم ہوجائیں گے) کی تفسیر میں فرمایا کہ یہاں اسباب ووسائل سے مراد ''دوستی، محبت اور تعلقات'' ہیں[2]۔

مسائل ۳۱:

① سورۂ بقرہ کی آیت کی تفسیر (جس میں مشرکوں کی غیر اللہ کے لئے محبت کا تذکرہ ہے)

② سورۂ براءۃ کی آیت کی تفسیر (جس میں اللہ ورسول کے مقابلے میں دیگر چیزوں

① الزھد لابن المبارک: ۳۵۳، مصنف ابن أبی شیبہ: ۳۵۹۱۵۔

② اس اثر کو عبد بن حمید، ابن جریر: ۲/۷۳، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور حاکم: ۲/۲۷۲ نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

سے محبت کا انجام بیان ہوا ہے)۔

③ اپنی جان، اہل وعیال اور مال ومنال کے مقابلہ میں سب سے زیادہ محبت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہونی چاہئے۔

④ کسی صورت میں ایمان کی نفی کا مطلب' یہ نہیں کہ وہ شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہے[1]۔

⑤ ایمان کی ایک مٹھاس ہے، تاہم کبھی اس کا احساس ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔

⑥ چار قلبی اعمال ایسے ہیں جن کے بغیر انسان اللہ کی ولایت حاصل نہیں کرسکتا اور نہ ان کے بغیر ایمان کا ذائقہ چکھ سکتا ہے۔

⑦ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے واقعات وحقائق کی روشنی میں سمجھ لیا تھا کہ عام لوگوں کے تعلقات اور میل جول محض دنیا کی خاطر ہیں۔

⑧ اس باب میں ﴿وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ ٱلْأَسْبَابُ﴾ کی تفسیر پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

⑨ بعض مشرک بھی ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے بے انتہا محبت کرتے ہیں۔

⑩ آیت مبارکہ میں مذکور آٹھ اشیاء جس شخص کو اپنے دین سے زیادہ پیاری ہوں' اس کے لئے سخت وعید ہے۔

---

① اس جگہ مؤلف کا عام حکم صحیح نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ جب کسی شخص کے دل میں اللہ ورسول کی سچی محبت سب سے زیادہ نہ ہوتو اس کا ایمان ہی نہیں ہے۔ رہا ظاہراً اسلام میں رہنا یہ دوسری بات ہے۔ منافق بھی بظاہر مسلمان کہلاتے تھے اور ان پر اسلام کے احکام جاری ہوا کرتے تھے، مگر درحقیقت مسلمان نہ تھے۔ پس جو شخص اللہ ورسول کی سچی محبت میں ڈوبا ہوا نہ ہو، وہ قطعاً مسلمان نہیں ہے۔ یہ اسلام وایمان سے خارج محض نام کا مسلمان ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ کی گفتگو اسی بات کو ظاہر کرتی ہے۔ ہاں ایسے شخص کو تعلیم دی جائے گی اور اسے چاہئے کہ سوچ سمجھ کر جلد توبہ کرے، ورنہ یقین رکھے کہ ایسا جھوٹا اسلام اللہ کے نزدیک بیکار اور اس کے عمل برباد ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ [السورتی]۔

⑪ کسی کا اپنے باطل معبود سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے برابر محبت رکھنا شرک اکبر ہے[1]۔

○○○○

① حب فی اللہ، بغض فی اللہ، موالاۃ فی اللہ اور معاداۃ فی اللہ وہ اہم ترین اسلامی جُزہیں جن کے نہ ہونے سے اسلام و ایمان تو فنا ہوتا ہی ہے، مگر دنیاوی عزت و جاہ، ملک و سلطنت بھی فنا ہو جاتی ہے، اللہ و رسول کی سچی محبت کے یہ معنی ہیں کہ دنیا کی کوئی حکومت، رسم و رواج، خاندانی فیصلہ، اپنی خواہش کسی وقت بھی شرع کے فیصلہ پر مقدم نہ ہو۔ ہمیشہ شرع کو سب سے بالاتر اور سب پر فوق رکھا جائے۔ اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری بات پر مطلق توجہ نہ کی جائے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو وہی چیز رب والہ بن گئی۔ خواہ کوئی سلطنت ہو، یا امام و عالم، ولی و قطب ہو یا فقیر و جوگی، باپ بیٹا ہو یا اور کچھ۔ محبت کی شناخت کیونکر ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ محبوب کی عادات و اطوار، چال چلن، طرز و اداء پیاری معلوم ہوں، اس کے طریقے کو بلا چوں و چرا تسلیم کرے، اس کے فرمان میں حیلہ و حجت نہ کرے، اس کے حکم کے سامنے کسی غیر کے حکم کو نہ سنے۔! آج ہر مسلمان کو چاہئے کہ اپنے گریبان میں نظر ڈال کر دیکھے کہ وہ اللہ و رسول کی کس قدر محبت رکھتا ہے، اور غیر اللہ کی محبت میں کس قدر غرق و فنا ہو رہا ہے۔ اس محبت ِصادقہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ رشتہ ناتہ چھوڑ کر اللہ والوں سے خالص محبت اور اللہ کے دشمنوں سے خالص عداوت ہوگی۔ یہ ایک اعلیٰ قسم کی کسوٹی ہے۔

آؤ، ہم سب اس پر اپنے ایمان و اسلام کی جانچ کریں۔ اگر صحیح نہیں ہے تو آئندہ اصلاح کر کے صحیح کر لیں، ورنہ اسلام کے دعوے سے دست بردار ہو جانا چاہئے۔ اللہ نیک توفیق دے۔ آمین! [السورتی]۔

باب:(۳۲)

اللہ تعالیٰ کا خوف وڈر

ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَآءَهُۥ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران:۱۷۵]

''یہ شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، سوتم ان سے نہ ڈرو اور اگر تم ایمان رکھتے ہو تو صرف مجھ سے ڈرو''۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا ٱللَّهَ ۖ فَعَسَىٰٓ أُو۟لَٰٓئِكَ أَن يَكُونُوا۟ مِنَ ٱلْمُهْتَدِينَ﴾ [التوبۃ:۱۸]

''اللہ تعالیٰ کی مساجد کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ امید ہے کہ ایسے لوگ ہی ہدایت والوں میں سے ہوں گے''۔

نیز ارشاد عالی ہے:

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَقُولُ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ فَإِذَآ أُوذِىَ فِى ٱللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ ٱلنَّاسِ كَعَذَابِ ٱللَّهِ﴾ [العنکبوت:۱۰]

''اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، مگر جب ان کو اللہ کی راہ میں ایذا پہنچتی ہے' تو لوگوں کی ایذا کو (یوں) سمجھتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے''۔

اورحضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ مِنْ ضَعْفِ الْيَقِينِ: أَنْ تُرْضِيَ النَّاسَ بِسَخَطِ اللَّهِ، وَأَنْ تَحْمَدَهُمْ عَلَى رِزْقِ اللَّهِ، وَأَنْ تَذُمَّهُمْ عَلَى مَا لَمْ يُؤْتِكَ اللَّهُ، إِنَّ رِزْقَ اللَّهِ لَا يَجُرُّهُ حِرْصُ حَرِيصٍ، وَلَا يَرُدُّهُ كَرَاهِيَةُ كَارِهٍ".

''یہ ایمان ویقین کی کمزوری ہے کہ تو اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کرے اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق پر لوگوں کی تعریف کرے اور اللہ نہ دے تو لوگوں کی مذمت کرے۔ بے شک اللہ کے رزق کو نہ کسی حریص کا حرص کھینچ سکتا ہے اور نہ کسی ناپسند کرنے والے کی ناپسندیدگی اسے روک سکتی ہے''[1]۔

اورحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنِ الْتَمَسَ رِضَى اللَّهِ بِسَخَطِ النَّاسِ؛ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَرْضَى عَنْهُ النَّاسَ. وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَى النَّاسِ بِسَخَطِ اللَّهِ؛ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِ، وَأَسْخَطَ عَلَيْهِ النَّاسَ".

''جوشخص لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کو راضی رکھے، اللہ اس پر راضی ہوجاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے راضی رکھتا ہے اور جوشخص اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا کا طالب ہو، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوجاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے ناراض کردیتا ہے''[2]۔

---

① شعب الایمان: ۲۰۳، حلیۃ الاولیاء: ۵/ ۱۰۶، قال الشیخ سلیمان فی 'التیسیر: ۲/ ۸۵۶': اسنادہ ضعیف ومعناہ صحیح۔

② صحیح ابن حبان: ۲۷۶، وصححہ الالبانی۔

مسائل (۳۲):

① سورۂ آل عمران کی آیت کی تفسیر۔(جس میں اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرنے کی ترغیب ہے)

② سورہ براءۃ کی آیت کی تفسیر۔(جس میں اللہ تعالیٰ کی مساجد آباد کرنے والوں کی صفات ذکر کی گئی ہیں)

③ سورۃ العنکبوت کی آیت کی تفسیر۔(جس میں اللہ پر کمزور ایمان والوں کا تذکرہ ہوا)

④ ایمان کبھی قوی اور کبھی کمزور ہوتا رہتا ہے۔

⑤ ایمان کی کمزوری کی تین علامات ہیں۔

⑥ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنا' فرائض دین میں سے ایک فریضہ ہے۔

⑦ صرف اللہ تعالیٰ کا خوف، ڈر اور خشیت رکھنے والے کی فضیلت اور ثواب واضح ہوئے۔

⑧ اور جو شخص صرف اللہ سے نہ ڈرے بلکہ اس کے علاوہ غیر سے بھی ڈرے' اس کی سزا کا بیان ہوا ہے۔

○○○○

باب: ③③

صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے

اللہ ذوالجلال کا فرمان ہے:

﴿وَعَلَى ٱللَّهِ فَتَوَكَّلُوٓاْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴾ [المائدۃ:۲۳]

''اگر تم صاحب ایمان ہو تو صرف اللہ ہی پر توکل کرو''۔

نیز ارشاد الٰہی ہے:

﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ ٱللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتُهُۥ زَادَتْهُمْ إِيمَٰنًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴾ [الانفال:۲]

''صحیح معنوں میں اہل ایمان تو وہ ہیں جن کے دل اللہ کے ذکر سے لرز جاتے ہیں اور جب ان پر اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں''۔

ایک اور جگہ اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ حَسْبُكَ ٱللَّهُ وَمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴾ [الانفال:۶۴]

''اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ اور آپ کے پیروکار اہل ایمان کو بس اللہ کافی ہے''۔

اور ارشاد عالی ہے:

﴿وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى ٱللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُۥٓ﴾ [الطلاق:۳]

''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا تو اللہ اسے کافی ہوگا''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ:

﴿حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ ﴾ قَالَهَا إِبْرَاهِيمُ عليه السلام حِينَ أُلْقِيَ فِي النَّارِ،

وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَالُوا: ﴿إِنَّ ٱلنَّاسَ قَدْ جَمَعُواْ لَكُمْ فَٱخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَـٰنًا وَقَالُواْ حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ﴾ [آل عمران: ۱۷۳]

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا کہ: ''ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہتر کارساز ہے''۔ اور اسی طرح جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا کہ: ''بے شک (کافر) لوگوں نے تمہارے (مقابلے کے) لئے (لشکر) جمع کرلیا ہے، ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زیادہ ہوگیا اور کہنے لگے: ﴿حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ﴾[1]۔

مسائل (۳۳):

① اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنا دینی فریضہ ہے۔

② اور یہ ایمان کی شرطوں میں سے ہے۔

③ سورۂ انفال کی آیت کی تفسیر وتوضیح (جس میں اہل ایمان کی صفات کا ذکر ہے)

④ متعلقہ تفسیر آیت کا آخری کلمہ ﴿وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ ہے۔

⑤ سورۃ الطلاق کی آیت کی تفسیر۔ (جس میں ہے کہ اللہ پر توکل کرنے والوں کے لئے اللہ ہی کافی ہے)

⑥ اس سے کلمہ ﴿حَسْبُنَا ٱللَّهُ وَنِعْمَ ٱلْوَكِيلُ﴾ کی عظمت وفضیلت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے دو خلیلوں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شدید مشکل اور پریشانی کے وقت یہ کلمہ پڑھا تھا۔

○○○○

① صحیح البخاری: ۴۵۶۳۔

باب: ۳۴

اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہونا چاہئے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿أَفَأَمِنُواْ مَكْرَ ٱللَّهِۚ فَلَا يَأۡمَنُ مَكۡرَ ٱللَّهِ إِلَّا ٱلۡقَوۡمُ ٱلۡخَٰسِرُونَ﴾ [الاعراف:۹۹]

''کیا یہ لوگ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہوں''۔

نیز ارشاد ہے:

﴿قَالَ وَمَن يَقۡنَطُ مِن رَّحۡمَةِ رَبِّهِۦٓ إِلَّا ٱلضَّآلُّونَ﴾ [الحجر:۵۶]

''اور گمراہ لوگ ہی اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

"أَنَّ رَسُول اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم سُئِلَ عَنِ الْكَبَائِرِ؟ فقال: الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالْيَأْسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ، وَالْأَمْنُ مِنْ مَكْرِ اللَّهِ".

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبیرہ گناہوں کی بابت دریافت کیا گیا (کہ وہ کون کون سے ہیں؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا۔ اور اللہ کی تدبیر اور گرفت سے بے خوف ہونا''[1]۔

اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا:

"أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ: الْإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَالْأَمْنُ مِنْ مَكْرِ اللَّهِ، وَالْقُنُوطُ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ، وَالْيَأْسُ مِنْ رَوْحِ اللَّهِ".

---

① مسند البزار: ۱۰۶، تفسیر ابن أبي حاتم: ۵۲۰۱، وحسنہ الألبانی۔

''سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف ہونا۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے مایوس ہونا''[1]۔

مسائل (۳۴):

① سورۂ اعراف کی آیت کی تفسیر (جس میں اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہونے والوں کا تذکرہ ہے)۔

② سورۃ الحجر کی آیت کی تفسیر (جس میں ہے کہ گمراہ لوگ اللہ کی رحمت سے دور ہیں)

③ اللہ کی تدبیر سے بے خوف رہنے پر شدید وعید وارد ہے۔

④ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے پر بھی شدید وعید وارد ہے۔

○○○○

① تفسیر عبدالرزاق: ۱/ ۱۵۵، شعب الایمان: ۱۰۱۹، تفسیر الطبری: ۶/ ۶۴۸، ۶۵۲۔

باب: ۳۵

اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر صبر کرنا' ایمان باللہ کا حصہ ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمَن يُؤْمِنۢ بِٱللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ﴾ [التغابن:۱۱]

''اور جو کوئی اللہ پر ایمان لاتا ہے' اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے''[1]۔

حضرت علقمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هُوَ الرَّجُلُ تُصِيبُهُ الْمُصِيبَةُ فَيَعْلَمُ أَنَّهَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ، فَيَرْضَى وَيُسَلِّمُ".

''اس سے مراد ایسا شخص ہے جسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ سمجھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، چنانچہ وہ اس پر راضی ہو اور دل سے اسے تسلیم کرے''[2]۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ: الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ، وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ".

''لوگوں میں دو باتیں کفر کی ہیں: (لوگوں کے) نسبوں پر طعن کرنا اور فوت شدہ پر نوحہ کرنا''[3]۔

اور ایک مقام پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

① پوری آیت اس طرح ہے: ﴿مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۗ وَمَن يُؤْمِنۢ بِٱللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُۥ ۚ وَٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ﴾ کوئی مصیبت بھی بجز اللہ کے حکم کے نہیں پہونچتی، اور جو اللہ پر ایمان لائے گا' وہ اس کے دل کو ہدایت کرے گا، اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ اس کے صاف معنیٰ یہ ہیں کہ رنج و راحت صرف اللہ کی طرف سے ہے۔ [السورتی]۔

② صحیح البخاری تعلیقا، ووصلہ عبدالرزاق فی تفسیرہ: ۲/ ۲۹۵، والبیھقی فی شعب الایمان: ۹۵۰۳۔

③ صحیح مسلم: ۶۷۔

فرمایا:

"لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدودَ، وَشَقَّ الْجُيُوبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ".

"جو شخص (صدمے کے وقت) چہرے پر دوہتڑ مارے، گریبان پھاڑے اور جہالت کے بول بولے، وہ ہم میں سے نہیں"[1]، [2]۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ؛ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا. وَإِذَا أَرَادَ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ؛ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتَّى يُوَافِيَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ".

"جب اللہ تعالیٰ اپنے (کسی) بندے سے خیر خواہی کرنا چاہے تو اسے اس کے گناہوں کی سزا اسی دنیا میں جلد دے دیتا ہے اور جب اللہ اپنے (کسی) بندے سے برائی کا ارادہ کرے تو اس سے اس کے گناہ کی سزا کو روک لیتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کو اس کا پورا پورا حساب لے گا"[3]۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا:

"إِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللَّهَ تعالى إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ،

---

① جاہلیت کی دو آوازیں ہیں۔ ایک میت پر نوحہ واویلا کرنا، اور اس کے ناموں کو لے کر اس کے کاموں کا اظہار کرنا کہ یہ ایسا ویسا تھا۔ دوسری جاہلیت کی پکار جنگ وعصبیت کے وقت ہوا کرتی تھی کہ ہر قبیلہ اپنے باپ دادا کے نام پر لوگوں کو بلاتا تھا، آج کل یہ دونوں باتیں موجود ہیں۔ میت پر نوحہ بھی کرتے ہیں، اور خاندانی عصبیت کو بھی از سرِ نو زندہ کر رہے ہیں۔ کوئی قریشی بنا ہوا ہے، کوئی اپنی صنعت والوں کی حمایت پر کھڑا ہوا ہے۔ جیسے مومنین کی جماعت، کوئی پنجابی قوم کے واسطے کام کرتا ہے، کوئی کسی ملک کے نام سے تعصب پھیلا رہا ہے، حالانکہ اسلام ان سب سے بالاتر ہے۔

② صحیح البخاری: ۱۲۹۴، صحیح مسلم: ۱۰۳۔

③ سنن الترمذی: ۲۳۹۶، سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۱، وحسنہ الترمذی والألبانی۔

فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَي، وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السَّخُطُ".

''بڑی آزمائش میں بڑا بدلا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے' تو انہیں آزماتا ہے۔ جو شخص (اس آزمائش پر) راضی ہو' اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوجاتا ہے اور جو شخص (اس آزمائش پر) ناخوش ہو' اللہ تعالیٰ اس سے ناخوش اور ناراض ہوجاتا ہے''[1]۔

مسائل ۳۵:

① سورہ تغابن کی آیت کی تفسیر (جس میں ہے کہ اللہ مومن کے دل کو ہدایت بخشتا ہے)

② اللہ کے فیصلوں؛ یعنی تقدیر پر صبر کرنا بھی ایمان باللہ کا حصہ ہے۔

③ کسی کے نسب پر طعن کرنا (کفریہ کام ہے)۔

④ (صدمہ کے وقت) چہرے پر دوہتڑ مارنے، گریبان پھاڑنے اور جہالت کے بول بولنے والے شخص کے بارے میں سخت وعید وارد ہے۔

⑤ اس بات کی علامت کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے۔

⑥ اور جس کو عذاب وسزا دینا چاہے' اس کی علامت و پہچان بتائی گئی ہے۔

⑦ جس بندے سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہو' اس کی نشانی۔

⑧ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں؛ یعنی تقدیر پر ناخوشی کا اظہار کرنا حرام ہے۔

⑨ آزمائشوں پر راضی ہونے کا اجر وثواب بہت زیادہ ہے۔

○○○○

① سنن الترمذی: ۲۳۹۶، سنن ابن ماجہ: ۴۰۳۱، وحسنہ الترمذی والألبانی۔

باب: (۳۶)

ریاکاری ایک قابل مذمت برائی

ارشادالٰہی ہے:

﴿قُلۡ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٞ مِّثۡلُكُمۡ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمۡ إِلَٰهٞ وَٰحِدٞۖ فَمَن كَانَ يَرۡجُواْ لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلۡيَعۡمَلۡ عَمَلٗا صَٰلِحٗا وَلَا يُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدَۢا﴾ [الکھف:۱۱۰]

"(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ایک انسان ہوں (البتہ) میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے، پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو، اسے چاہئے کہ وہ نیک اعمال کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے"۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلاً أَشْرَكَ مَعِيَ فِيهِ غَيْرِي؛ تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ".

"میں تمام شرکاء سے بڑھ کر شرک سے مستغنی ہوں۔ جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس میں وہ میرے ساتھ میرے غیر کو بھی شریک کرے، تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں"[1]۔

اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِي مِنَ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ؟ قُلْنَا: بَلَى، قال: الشِّرْكُ الْخَفِيُّ -يَقُومُ الرَّجُلُ فَيُصَلِّي فَيُزَيِّنُ صَلَاتَهُ؛ لِمَا يَرَى مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ-".

---

[1] صحیح مسلم:۲۹۸۵۔

''کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس کا خوف مجھے تم پر مسیح دجال سے بھی زیادہ ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! (ضرور بتلائیے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''شرک خفی (وہ اس طرح کہ) کوئی شخص نماز کے لئے کھڑا ہو اور اپنی نماز کو محض اس لئے اچھی پڑھے کہ فلاں شخص اسے دیکھ رہا ہے''[①]۔

مسائل ۳۶:

① سورۃ الکہف کی آیت (۱۱۰) کی تفسیر (جس میں ہے کہ اللہ سے ملاقات کے لئے اچھے عمل ہونا اور شرک سے اجتناب ضروری ہے)۔

② عمل صالح میں اگر غیر اللہ کا معمولی سا بھی دخل ہو جائے تو وہ مردود اور ضائع ہو جاتا ہے۔

③ کسی عمل میں اگر غیر اللہ کو شریک کیا جائے تو اس کے ضائع ہونے کا بنیادی سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بالکل مستغنی ہے۔

④ اس عمل کے ضائع ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کیئے جانے والے تمام شرکاء سے افضل و اعلیٰ ہے۔

⑤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صحابہ کے بارے میں ریاکاری کا خدشہ تھا۔

⑥ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریا کی تعریف یہ فرمائی کہ کوئی آدمی نماز جیسے عمل کو اللہ کے لئے ادا کرتے ہوئے عمدہ طور پر اس لئے ادا کرے کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔

○○○○

① مسند أحمد: ۱۱۲۵۲، سنن ابن ماجہ: ۴۲۰۴، وحسنہ الألبانی وغیرہ۔

باب: ۳۷

انسان کا اپنے عمل سے دنیا چاہنا' ایک قسم کا شرک ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿مَن كَانَ يُرِيدُ ٱلْحَيَوٰةَ ٱلدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَٰلَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۝١٥ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ إِلَّا ٱلنَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا۟ فِيهَا وَبَٰطِلٌ مَّا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ﴾ [ھود:۱۵-۱۶]

"جو لوگ اس دنیا کی زندگی اور اس کی خوشنمائی کے طالب ہیں، ان کے اعمال کا سارا بدلہ ہم انہیں دنیا میں ہی دے دیتے ہیں اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی، ان کے لئے آخرت میں آگ کے سوا اور کچھ نہیں ہے، انہوں نے اس دنیا میں جو کچھ کیا وہ سب ضائع ہے اور جو کچھ کرتے رہے' سب برباد ہے"۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تَعِسَ عَبْدُ الدِّينَارِ، تَعِسَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ، تَعِسَ عَبْدُ الْخَمِيصَةِ، تَعِسَ عَبْدُ الْخَمِيلَةِ، إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ، وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ. تَعِسَ وَانْتَكَسَ، وَإِذَا شِيكَ فَلَا انْتَقَشَ.

طُوبَى لِعَبْدٍ آخِذٍ بِعِنَانِ فَرَسِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، أَشْعَثَ رَأْسُهُ، مُغْبَرَّةٍ قَدَمَاهُ، إِنْ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ كَانَ فِي الْحِرَاسَةِ، وَإِنْ كَانَ فِي السَّاقَةِ كَانَ فِي السَّاقَةِ، إِنِ اسْتَأْذَنَ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، وَإِنْ شَفَعَ لَمْ يُشَفَّعْ".

"روپے پیسے (درہم و دینار) کا بندہ ہلاک ہو اور چادر کمبل کا بندہ تباہ ہو، اگر اسے یہ چیزیں مل جائیں تو خوش اور نہ ملیں تو ناخوش اور ناراض ہو جاتا ہے، یہ برباد اور سرنگوں ہو،

اگر اسے کانٹا چبھے تو نکالا نہ جا سکے۔

اور اس بندے کے لئے خوشخبری ہے' جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی لگام تھامے ہوئے ہے، اس کا سر (بال) پراگندہ اور پاؤں گرد آلود ہیں۔ اگر اسے پہرہ پر لگا دیا جاتا ہے تو وہ پہرہ دیتا ہے اور اگر اسے فوج کے پیچھے رکھا جاتا ہے تو وہ پیچھے ہی رہتا ہے، اگر اجازت مانگے تو اجازت نہ ملے اور اگر وہ (کسی کی) سفارش کرے تو اس کی سفارش نہ مانی جائے"[1]۔

مسائل ۳۷:

① انسان کا آخرت کے عمل سے دنیا طلب کرنا (مذموم ہے)۔

② سورہ ہود کی آیت (۱۵-۱۶) کی تفسیر (جس میں طالب دنیا کی مذمت بیان ہوئی ہے)۔

③ (دنیا کے حریص) مسلمان کو "درہم، دینار اور کپڑوں کا بندہ" کہا گیا ہے۔

④ دینار و درہم، چادر اور کپڑے کے بندے (طالب) کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ: "إِنْ أُعْطِيَ رَضِيَ وَإِنْ لَمْ يُعْطَ سَخِطَ". اگر اس کی آرزو پوری ہو جائے' تو خوش، ورنہ ناخوش۔

⑤ اس میں حدیث کے لفظ "تَعِسَ وَانْتَكَسَ" کی تشریح اور وضاحت ہے۔

⑥ اور اس میں حدیث کے لفظ "وَإِذَا شِيكَ فَلَا انْتَقَشَ" کی بھی تشریح اور وضاحت ہے۔

⑦ حدیث میں مذکور صفات کے حامل مجاہد کی تعریف۔

○○○○

---

① صحیح البخاری: ۲۸۸۷۔

باب: ۳۸

اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیز کو حرام، یا حرام کردہ چیز کو حلال کرنے میں علماء وامراء کی اطاعت' ان کو رب کا درجہ دینا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"يُوشِكُ أَنْ تَنزِلَ عَلَيكُمْ حِجَارَةٌ مِنَ السَّمَاءِ، أَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَتَقُولُونَ قال: أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ!؟".

"(تمہارا یہی حال رہا تو) قریب ہے کہ تم پر آسمان سے پتھر برسیں، میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سناتا ہوں اور تم (اس کے مدمقابل) ابوبکر اور عمر کی بات کرتے ہو"[1]۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

"عَجِبْتُ لِقَوْمٍ عَرَفُوا الْإِسْنَادَ وَصِحَّتَهُ يَذْهَبُونَ إِلَى رَأْيِ سُفْيَانَ.

وَاللّٰهُ تعالى يَقُولُ: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ [النور:٦٣]

أَتَدْرِي مَا الْفِتْنَةُ؟ الْفِتْنَةُ الشِّرْكُ؛ لَعَلَّهُ إِذَا رَدَّ بَعْضَ قَوْلِهِ أَنْ يَقَعَ فِي قَلْبِهِ شَيْءٌ مِنَ الزَّيْغِ فَيَهْلِكَ".

"مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جو حدیث کی سند اور اس کے صحیح ہونے کا علم ہو جانے کے بعد بھی سفیان ثوری کی رائے پر عمل کرتے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "رسول کے حکم کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہئے کہ ان پر کوئی فتنہ یا سخت عذاب نہ آ پڑے"۔

---

[1] دیکھئے: مسند أحمد: ۵۰۵۲، حجۃ الوداع لابن حزم: ۳۹۱، جامع بیان العلم لابن عبد البر: ۲۳۷۸۔

جانتے ہو فتنہ کیا ہے؟ اس سے مراد 'شرک' ہے۔ ہوسکتا ہے کہ جو انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی بات کو چھوڑ دے تو اس کے دل میں کجی آ جائے اور وہ ہلاک ہو جائے"[1]۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا:

﴿ٱتَّخَذُوٓاْ أَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَٰنَهُمۡ أَرۡبَابٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِ وَٱلۡمَسِيحَ ٱبۡنَ مَرۡيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلَّا لِيَعۡبُدُوٓاْ إِلَٰهٗا وَٰحِدٗاۖ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَۚ سُبۡحَٰنَهُۥ عَمَّا يُشۡرِكُونَ﴾ [التوبۃ:۳۱]

"انہوں نے اپنے علماء، بزرگوں اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا رب بنا لیا، حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان کے شریک ٹھہرانے سے پاک ہے"۔

(حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا:

"إِنَّا لَسْنَا نَعْبُدُهُمْ، قَالَ: أَلَيْسَ يُحَرِّمُونَ مَا أَحَلَّ اللَّهُ؛ فَتُحَرِّمُونَهُ، وَيُحِلّونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ؛ فَتُحِلُّونَهُ؟، فقلت: بَلَى. قالَ: فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ".

ہم ان علماء اور بزرگوں کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا ایسا نہیں تھا کہ تم اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو ان کے کہنے پر حرام اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو ان کے کہنے پر حلال سمجھتے تھے؟"، میں نے کہا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یہی ان کی عبادت ہے"[2]۔

---

[1] الابانۃ لابن بطہ: ۹۷، الصارم المسلول لابن تیمیۃ: ۲/۱۱۶، ۱۱۷۔

[2] سنن الترمذی: ۳۰۹۵، وحسنہ الترمذی والألبانی۔

مسائل ㊳:

① سورۃ نور کی آیت (٦٣) کی تفسیر۔ (جس میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی نافرمانی سے ڈرایا گیا ہے)۔

② سورہ براءۃ کی آیت (۳۱) کی تفسیر (جس میں علماء اور بزرگوں کو رب بنانے والوں کا تذکرہ ہے)۔

③ عبادت کے اس معنی ومفہوم کا بیان جس کا حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تھا (یعنی اس میں اس بات پر تنبیہہ ہے کہ عبادت کا مفہوم صرف وہ نہیں جو عدی رضی اللہ عنہ نے سمجھا اور علماء اور بزرگوں کی عبادت کا انکار کیا، بلکہ عبادت کا معنی اس سے وسیع ہے)۔

④ (اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالمقابل کسی کو بھی پیش نہیں کیا جا سکتا، خواہ اس کا مقام کتنا ہی بلند اور ارفع کیوں نہ ہو، جیسا کہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور امام احمد نے سفیان ثوری کے نام پیش کرنے پر انکار کیا۔

⑤ اس میں اس بات پر بھی تنبیہہ ہے کہ اب حالات اس حد تک تبدیل ہو چکے ہیں کہ اکثر عوام کے نزدیک بزرگوں کی عبادت ہی افضل ترین عمل کی حیثیت اختیار کر گئی ہے اور اسے ولایت کہا جاتا ہے، اسی طرح علم وفقہ کے نام پر اہل علم کی بھی عبادت ہوتی ہے۔ پھر اس قدر حالات بدلے کہ اللہ کے سوا ان کی بھی پرستش ہونے لگی جو صالح نہ تھے اور دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ ان کی بھی عبادت ہونے لگی جو اصحاب علم نہیں، بلکہ جاہل مطلق ہیں۔

○○○○

باب: (۳۹)

ایمان کا دعویٰ کرنے والوں میں سے بعض کی حقیقت

ارشاد الٰہی ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ ءَامَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ [النساء:۶۰]

”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو (کتاب) آپ ﷺ پر نازل ہوئی اور جو (کتابیں) آپ سے پہلے نازل ہوئیں' ان سب پر ایمان رکھتے ہیں، (مگر) چاہتے ہیں کہ اپنا مقدمہ طاغوت کے پاس لے جا کر فیصلہ کرائیں۔ حالانکہ انہیں اس طاغوت کے ساتھ کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور شیطان انہیں بھٹکا کر راہ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے“۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا﴾ [النساء:۶۱-۶۲]

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کی ہے اور آؤ رسول کی طرف' تو آپ دیکھیں گے کہ منافق آپ سے اعراض کریں گے اور رک جائیں گے اور پھر (ان کا کیا حال ہوتا ہے کہ جب ان کے اپنے اعمال کے سبب ان پر کوئی مصیبت آ پڑے تو آپ کی خدمت میں قسمیں اٹھاتے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے تو صرف

اچھائی اور صلح کرانے کا ارادہ کیا تھا“۔

نیز ارشاد عالی ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ قَالُوٓا۟ إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ﴾ [البقرۃ:۱۱]

”اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو، تو کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کرتے ہیں“۔

اور مزید ایک مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تُفْسِدُوا۟ فِى ٱلْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَـٰحِهَا وَٱدْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ ٱللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ ٱلْمُحْسِنِينَ﴾ [الاعراف:۵۶]

”اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ کرو اور خوف اور طمع کے ساتھ اس (اللہ) کو پکارو، یقیناً اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہی ہے“۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَفَحُكْمَ ٱلْجَـٰهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ ٱللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ [المائدۃ:۵۰]

”(یہ لوگ اگر اللہ کے قانون کو نہیں مانتے) تو کیا پھر یہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ اور جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں“۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعاً لِمَا جِئْتُ بِهِ".

”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) ایمان دار نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی تمام تر خواہشات اس شریعت کے تابع نہ ہو جائیں، جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا

ہوں"[1]۔

امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے اور اسے ہم نے کتاب الحج میں صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

"كَانَ بَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْمُنَافِقِينَ وَرَجلٌ مِنَ الْيَهُودِ خُصُومَةٌ، فَقال الْيَهُودِيُّ: نَتَحَاكَمُ إِلَى مُحَمَّدٍ -عَرَفَ أَنَّهُ لَا يَأْخُذُ الرِّشْوَةَ-. وَقال الْمُنَافِقُ: نَتَحَاكَمُ إِلَى الْيَهُودِ -لِعِلْمِهِ أَنَّهُم يَأْخُذُونَ الرِّشْوَةَ-. فَاتَّفَقَا عَلَى أَنْ يَأْتِيَا كَاهِناً فِي جُهيْنَةَ فَيَتَحَاكَمَا إِلَيْهِ؛ فَنَزَلَتْ: ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ ءَامَنُوا۟ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ﴾ [النساء:٦٠] الْآيَةَ"[2].

ایک منافق اور ایک یہودی کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا، یہودی جانتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رشوت نہیں لیتے، اس لئے اس نے کہا کہ ہم یہ معاملہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

لیکن منافق نے کہا کہ ہم یہ معاملہ یہود کی پاس لے چلتے ہیں، وہ جانتا تھا کہ یہودی رشوت لیتے ہیں۔ آخر کار دونوں اس بات پر راضی ہو گئے کہ بنو جہینہ کے ایک کاہن سے فیصلہ کرا لیا جائے تو درج ذیل آیت اتر پڑی:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى ٱلَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ ءَامَنُوا۟ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ﴾ [النساء:٦٠] الْآيَةَ".

---

[1] السنۃ لأبي عاصم: ۱۵، الابانہ لابن بطۃ: ۲۷۹، المدخل للبیہقی: ۲۰۹، اسنادہ ضعیف، ولکن معناہ صحیح قطعا، وأصلہ فی القرآن کثیر۔

[2] تفسیر الطبری: ۷/۱۹۰، تعظیم قدر الصلاۃ للمروزی: ۱۸۴، وصححہ ابن حجر۔

بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ:

نَزَلَتْ فِي رَجُلَيْنِ اخْتَصَمَا، فقال: أَحَدُهُمَا: نَتَرَافَعُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وقال: الْآخَرُ: إِلَى كَعْبِ بنِ الْأَشْرَفِ. ثُمَّ تَرَافَعَا إِلَى عُمَرَ رضی اللہ عنہ، فَذَكَرَ لَهُ أَحَدهُمَا الْقِصَّةَ، فَقَالَ: لِلَّذِي لَمْ يَرْضَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكَذَلِكَ؟! قَالَ: نَعَمْ، فَضَرَبَهُ بِالسَّيْفِ؛ فَقَتَلَهُ".

یہ آیت ان دو آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی جن کا آپس میں اختلاف ہو گیا تھا، تو ان میں سے ایک نے کہا کہ: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ معاملہ پیش کرتے ہیں۔ دوسرے نے کہا: نہیں یہ معاملہ کعب بن اشرف کے پاس لے چلتے ہیں، چنانچہ (وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیصلہ کرانے کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئے۔ تو ایک نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسرے سے پوچھا کیا یہ ٹھیک کہہ رہا ہے؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں''، چنانچہ حضرت عمر نے تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا[1]۔

مسائل (۳۹):

① سورۂ نساء کی آیت (۶۰) کی تفسیر اور طاغوت کے معنی کی وضاحت ہے۔

② سورۃ بقرہ کی آیت (۱۱) ﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ﴾ کی تفسیر (جس میں ہے کہ فساد کرنے والے اپنے آپ کو صلاح کار کہتے ہیں)۔

③ سورۃ اعراف کی آیت (۵۶) ﴿وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا﴾ کی تفسیر۔

---

① تفسیر الثعلبی: ۳/ ۲۲۷، أسباب النزول للواحدی: ۳۰۰، قال ابن حجر: وهذا الاسناد وإن كان ضعيفا لكن يتقوى بطريق مجاهد۔

(جس میں زمین میں فساد کرنے سے روکا گیا ہے)۔

④ سورہ مائدہ کی آیت (۵۰) ﴿أَفَحُكْمَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ يَبْغُونَ﴾ کی تفسیر (جس میں ہے کہ اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں)۔

⑤ پہلی آیت کی تفسیر میں شعبی کے قول کی وضاحت ہے۔

⑥ سچے اور جھوٹے ایمان کی تفسیر ہے۔

⑦ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منافق کے ساتھ سلوک والا واقعہ بیان ہوا ہے۔

⑧ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی شخص کو اس وقت تک ایمان حاصل نہیں ہو سکتا، جب کہ اس کی تمام تر خواہشات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی تابع نہ ہو جائیں۔

باب: (۴۰)

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور اس کے منکر کا انجام

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ ۚ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ﴾ [الرعد:۳۰]

"اور یہ لوگ رحمان کو نہیں مانتے، آپ (ان سے) کہہ دیں کہ وہی (رحمن) میرا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میرا اسی پر بھروسہ ہے اور وہی میری پناہ گاہ ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:

"حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُونَ، أَتُرِيدُونَ أَنْ يُكَذَّبَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ؟!".

"لوگوں کو وہی باتیں بتاؤ جنہیں وہ پہچان سکیں۔ (جو باتیں ان کے فہم وشعور سے بالا ہوں وہ سنا کر) کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے؟"[1]۔

امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے معمر سے ابن طاؤس اور پھر اس کے باپ طاؤس کے طریق سے بیان کیا ہے کہ:

"أَنَّهُ رَأَى رَجُلاً انْتَفَضَ لَمَّا سَمِعَ حَدِيثاً عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصِّفَاتِ؛ اسْتِنْكَاراً لِذَلِكَ، فقال: مَا فَرَقُ هَؤُلَاءِ؟ يَجِدُونَ رِقَّةً عِنْدَ مُحْكَمِهِ، وَيَهْلِكُونَ عِنْدَ مُتَشَابِهِهِ" انْتَهى.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا جسے صفات الٰہی کے بارے میں ایک حدیث سن کر یوں کپکپی آ گئی کہ گویا اسے یہ حدیث اچھی نہیں لگی (اور انکار کر دیا)، تو یہ منظر

---

[1] صحیح البخاری: ۱۲۷۔

دیکھ کر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

"ان لوگوں کا ڈر عجیب ہے کہ اللہ کی محکم آیات سن کر ان پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور متشابہ آیات سن کر اور نہ مان کر ہلاک ہوتے ہیں"[1]۔

اور جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رحمان کا ذکر سنا تو انہوں نے اس کا انکار کیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ﴾ اور وہ رحمان کا انکار کرتے ہیں[2]۔

مسائل (۴۰):

① اللہ تعالیٰ کے کسی نام یا کسی صفت کے انکار سے ایمان بالکل چلا جاتا ہے۔

② سورہ رعد کی آیت (۳۰) کی تفسیر۔ (جس میں اللہ کی صفت رحمن کا تذکرہ ہے)۔

③ جس بات کو سامع سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اسے چھوڑ دینا چاہیے۔

④ اس علت کا تذکرہ جس سے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب ہوتی ہے، اگرچہ انکار کرنے والے کا ارادہ تکذیب نہ ہی ہو۔

⑤ اس سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے اللہ کے اسماء یا صفات میں سے کسی ایک کا بھی انکار کیا' وہ اس کے باعث ہلاکت سے دو چار ہوا۔

○○○○

① تفسیر عبد الرزاق: ۳/ ۲۳۹، السنۃ لابن أبی عاصم: ۴۸۵، تفسیر الطبری: ۵/ ۲۱۴، إسنادہ صحیح۔

② دیکھئے کتب تفسیر۔

باب: ۴۱

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کفر ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَعۡرِفُونَ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ ثُمَّ يُنكِرُونَهَا وَأَكۡثَرُهُمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ﴾ [النحل: ۸۳]

"یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہوئے بھی انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے) ناشکرے ہیں"۔

اس آیت کی تفسیر میں مجاہد فرماتے ہیں:

"هُوَ قَوْلُ الرَّجُلِ: هَذَا مَالِي، وَرِثْتُهُ عَنْ آبائِيَ".

''انسان کا یوں کہنا کہ یہ مال تو مجھے آباؤ اجداد کی طرف سے ورثہ میں ملا ہے' اللہ کی نعمت کا انکار ہے''[1]۔

عون بن عبداللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"يَقُولُونَ: لَوْلَا فُلَانٌ؛ لَمْ يَكُنْ كَذَا".

"لوگوں کا یہ کہنا کہ اگر فلاں نہ ہوتا تو یوں ہو جاتا' اللہ کی نعمت کا انکار ہے"[2]۔

ابن قتیبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"يَقُولُونَ هَذَا بِشَفَاعَةِ آلِهَتِنَا".

"لوگوں کا یہ کہنا کہ: 'یہ چیز ہمارے معبودوں کی سفارش سے ملی ہے' بھی اس آیت میں داخل ہے"[3]۔

---

① تفسیر الطبری: ۱۴/ ۳۲۶، الدرالمنثور لسیوطی: ۹/ ۹۴۔

② تفسیر الطبری: ۱۴/ ۳۲۶، الدرالمنثور لسیوطی: ۹/ ۹۴۔

③ تفسیر غریب القرآن لابن قتیبہ: ۲۴۸۔

شیخ الاسلام ابو العباس ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے زید بن خالد جہنی کی اس حدیث کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "إِنَّ اللَّهَ تعالى قال: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بي وَكَافِرٌ.." "آج صبح میرے بندوں میں سے کچھ تو مجھ پر ایمان لانے والے اور کچھ کفر کرنے والے ہیں"۔ (یہ حدیث پہلے گزر چکی ہے) کے بعد یوں فرمایا: "کتاب وسنت میں یہ بات بکثرت وارد ہے، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت فرماتے ہیں جو اللہ کے انعام اور رحمت کو کسی غیر کی طرف نسبت کرتے ہیں اور اللہ تعالی کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں"۔

اس بات کی وضاحت کے لئے بعض اسلاف نے یہ مثال ذکر کی ہے:

كَانَتِ الرِّيحُ طَيِّبَةً، وَالْمَلَّاحُ حَاذِقاً. وَنَحْوُ ذَلِكَ مِمَّا هُوَ جارٍ عَلَى أَلْسِنَةِ كَثِيرٍ".

"بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہوا بہت ہی خوب تھی، ملاح ماہر اور تجربہ کار تھا وغیرہ اقوال جو بہت سے لوگ کہتے رہتے ہیں"[1]۔

مسائل (۴۱):

① اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی پہچان اور انکار کی وضاحت ہے۔

② اس بات کا علم کہ اللہ کی نعمتوں کے انکار کی یہ صورتیں لوگوں کی زبان پر مروج ہیں۔

③ ایسی باتیں کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار ہے۔

④ ایک ہی دل میں دو متضاد باتوں (یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار اور اقرار) کا مجتمع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

○○○○

---

① مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ: ۸/ ۳۳۔

باب: ۴۲

اللہ کا شریک ٹھہرانے کی بعض مخفی صورتیں

ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَلَا تَجۡعَلُواْ لِلَّهِ أَندَادٗا وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ﴾ [البقرۃ:۲۲]

”پس دانستہ طور پر کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراؤ“۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ:

"الْأَنْدَادُ: هُوَ الشِّرْكُ، أَخْفَى مِنْ دَبِيبِ النَّمْلِ عَلَى صَفَاةٍ سَوْدَاءَ فِي ظُلْمَةِ اللَّيْلِ؛ وَهُوَ أَنْ تَقُولَ: وَاللَّهِ، وَحَيَاتِكِ يا فُلَانَةُ وَحَيَاتِي.

وَتَقُولُ لَوْلَا كُلَيْبَهُ هَذَا لَأَتَانَا اللُّصُوصُ، وَلَوْلَا الْبَطُّ فِي الدَّارِ لَأَتَانَا اللُّصُوصُ.

وَقَوْلُ الرَّجُلِ لِصَاحِبِهِ: مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتَ. وَقَوْلُ الرَّجُلِ: لَوْلَا اللَّهُ وَفُلَانٌ. لَا تَجْعَلْ فِيهَا فُلَانٌ. هَذَا كُلُّهُ بِهِ شِرْكٌ".

’’انداد‘‘ سے مراد شرک ہے، جو رات کے اندھیرے میں سیاہ پتھر پر چیونٹی کے چلنے سے بھی زیادہ مخفی ہے۔ شرک یہ ہوتا ہے کہ تم یوں کہو: اللہ کی قسم اور تیری زندگی کی قسم۔ یا تمہارا یوں کہنا: اے فلاں! میری جان کی قسم۔

یا تمہارا یوں کہنا: اگر اس کی کتیا نہ ہوتی تو ہمارے گھر چور آ جاتے، یا تمہارا یوں کہنا: اگر گھر میں بطخ نہ ہوتی تو ہمارے گھر چور آ جاتے۔

یا یوں کہنا: جو اللہ چاہے اور تم چاہو یا یوں کہنا: اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں نہ ہوتا تو...

تم اس قسم کی باتوں میں اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ رکھو۔ یہ سب اللہ کے ساتھ شرک کی

باتیں ہیں"[1]۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ؛ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ".

"جس شخص نے اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کی قسم اٹھائی، اس نے کفر کیا یا شرک کا ارتکاب کیا"[2]۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"لَأَنْ أَحْلِفُ بِاللَّهِ كَاذِباً أَحَبُّ إِلَيّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ بِغَيْرِهِ صَادِقاً".

"میرے نزدیک غیر اللہ کی سچی قسم اٹھانے سے، اللہ کی جھوٹی قسم اٹھانا زیادہ بہتر ہے"[3]، [4]۔

اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَاتَقُولُوا: مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ فُلَانُ، وَلَكِنْ قُولُوا: مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانُ".

"یوں نہ کہو کہ: جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے، بلکہ یوں کہو جو اللہ چاہے اور پھر جو فلاں چاہے"[5]۔

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: ۲۲۹، وسندہ جید۔

② مسند أحمد: ۶۰۷۲، سنن أبي داود: ۳۲۵۱، سنن الترمذي: ۱۵۳۵، وحسنہ الترمذي، وصححہ ابن حبان، والحاکم، وابن القیم، والألباني۔

③ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اللہ کی جھوٹی اسم کھانا گناہ نہیں، صحابی یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہر حال میں غیر اللہ کی قسم بہت بڑا گناہ ہے، خواہ سچی بات پر کھائی جائے۔ [السورتی]

④ المعجم الکبیر للطبراني: ۸۹۰۲، مصنف عبد الرزاق: ۱۵۹۲۹، مجمع الزوائد: ۴/۱۷۷، وصححہ الألباني۔

⑤ سنن أبي داود: ۴۹۸۰، مسند أحمد: ۲۳۲۶۵، وصححہ النووي والألباني۔

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ:

"أَنَّهُ يَكْرَهُ أَنْ يَقُولَ الرَّجُلُ: أَعُوذُ بِاللَّهِ وَبِكَ. وَيَجُوزُ أَنْ يَقُولَ: بِاللَّهِ ثُمَّ بِكَ. وَيَقُولُ: لَوْلَا اللَّهُ ثُمَّ فُلَانٌ. وَلَا تَقُولُوا لَوْلَا اللَّهُ وَفُلَانٌ".

''أَعُوذُ بِاللَّهِ وَبِكَ'' کہ 'میں اللہ کی اور تیری پناہ چاہتا ہوں' کہنا ناپسندیدہ اور ناجائز ہے، البتہ ''أَعُوذُ بِاللَّهِ ثُمَّ وَبِكَ'' کہ میں اللہ کی اور پھر تیری پناہ چاہتا ہوں' کہنا جائز ہے۔ اسی طرح ''لَوْلَا اللَّهُ ثُمَّ فُلَانٌ'' اگر اللہ نہ ہوتا اور پھر فلاں نہ ہوتا تو . . . کہہ سکتے ہیں۔ البتہ ''لَوْلَا اللَّهُ وَفُلَان'' اگر اللہ اور فلاں نہ ہوتا . . نہیں کہہ سکتے"[1]، [2]۔

مسائل (۴۲):

① انداد کے بارے میں سورہ بقرہ کی آیت (۲۲) کی تفسیر ہے۔

② یہ بھی ثابت ہوا کہ صحابہ کرام شرک اکبر کے بارے میں نازل شدہ آیت کی تفسیر یوں کرتے تھے کہ وہ شرک اصغر کو بھی شامل ہو جاتی۔

③ غیر اللہ کی قسم شرک ہے۔

④ غیر اللہ کے نام کی سچی قسم' اللہ کے نام کی جھوٹی قسم سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔

⑤ ''وَاو'' (اور) اور ''ثُمَّ'' (پھر) کے الفاظ میں معنوی فرق ہے۔

○○○○

---

① اس میں گفتگو کے آداب ومراتب کے لحاظ کی تعلیم دی گئی ہے، نیز شرک کے راستوں کو بند کرنا بھی مقصود ہے۔ [السورتی]۔

② مصنف عبدالرزاق: ۱۹۸۱۱، الصمت لابن أبي الدنيا: ۳۴۷۔

باب: ۴۳

اللہ تعالیٰ کی قسم پر کفایت نہ کرنے والے شخص کا حکم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، مَنْ حَلَفَ بِاللَّهِ فَلْيَصْدُقْ، وَمَنْ حُلِفَ لَهُ بِاللَّهِ فَلْيَرْضَ، وَمَنْ لَمْ يَرْضَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ".

”تم اپنے آباؤ اجداد کی قسمیں نہ اٹھاؤ[1]۔ جو شخص اللہ کی قسم اٹھائے وہ سچ بولے اور جس کے لئے اللہ کی قسم اٹھائی جائے وہ راضی ہو جائے اور جو راضی نہ ہو اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں“[2]۔

مسائل ۴۳:

① آباؤ اجداد کی قسم کی ممانعت ہے۔

② جس شخص کے لئے اللہ کی قسم اٹھائی جائے، اسے حکم ہے کہ وہ اس قسم پر راضی ہو جائے۔

③ اللہ کی قسم لے کر بھی راضی نہ ہونے والے کے لئے وعید وارد ہوئی ہے۔

○○○○

① اب دادا یا غیر اللہ کے نام کی خواہ ولی ہو یا نبی قسم کھانا شرعاً حرام ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے، آپ نے حضرت عمر کو ایک مرتبہ اپنے باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو بلند آواز سے فرمایا: ”اپنے باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ، جسے قسم کھانی ہو وہ اللہ کی قسم کھائے“۔ حضرت عمر نے اس روز سے کبھی خود ایسی قسم نہ کھائی نہ کسی دوسرے کی ایسی قسم نقل کی۔ اللہ اکبر، احکام شرعیہ کی یہ عظمت تھی کہ ممنوع چیز کسی طریقہ سے زبان پر جاری نہ ہو۔ کہاں آج کل کے مسلمان کہ وقت بے وقت ہر ایک جائز و ناجائز عمل کرتے ہیں، اور مقولہ مشہور ”نقل کفر کفر نہ باشد“ کے لحاظ سے بے دھڑک دوسروں کے برے الفاظ نقل کر دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے عمل کا محاسبہ کرتے اور حساب سے ڈرتے تھے۔ [السورتی]۔

② سنن ابن ماجہ: ۲۱۰۱، وصححہ الألبانی۔

باب: (۴۴)

'جواللہ چاہے اور آپ چاہیں' کہنے کا حکم

حضرت قتیلہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

"أَنَّ يَهُودِياً أَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فقال: إِنَّكُمْ تُشرِكُونَ؛ تَقُولُونَ: مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتَ، وَتقُولُونَ: وَالْكَعْبَةِ. فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إِذَا أَرَادُوا أَنْ يَحلِفُوا أَنْ يَقُولُوا: "وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، وَأَنْ يَقُولُوا: مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ شِئتَ". رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَصَحَّحَهُ.

ایک یہودی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا: تم (مسلمان) لوگ شرک کرتے ہو کہ یوں کہتے ہو: ''مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتَ'' جواللہ چاہے اور تم چاہو۔ نیز تم کہتے ہو: ''وَالْكَعْبَةِ'' کعبہ کی قسم، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ:

"قسم اٹھانی ہو تو کعبہ کی بجائے رب کعبہ کی قسم اٹھائیں اور ''مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتَ'' کی بجائے ''مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ شِئتَ'' کہا کریں کہ جواللہ چاہے اور پھر آپ چاہیں"[1]۔

سنن نسائی ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

"أَنَّ رَجُلاً قال لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتَ، فَقالَ: أَجَعَلْتَنِي لِلّهِ نِداً؟ قُلْ مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ".

ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہا: جواللہ چاہے اور آپ چاہیں''، تو آپ نے فرمایا:" تو نے مجھے اللہ کا شریک ٹھہرایا ہے، (صرف اتنا کہا کرو) ''مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ'' جواللہ اکیلا چاہے"[2]۔

---

[1] سنن النسائی: ۳۷۷۳، مسند أحمد: ۲۷۰۹۳، وصححہ النسائی والحاکم وابن حجر والألبانی۔

[2] مسند أحمد: ۲۱۱۷، سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۷، الأدب المفرد للبخاری: وصححہ الألبانی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مادری بھائی حضرت طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"رَأَيْتُ كَأَنِّي أَتَيْتُ عَلَى نَفرٍ مِنَ الْيَهُودِ، فَقُلْتُ: إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُولُونَ: عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ. قَالُوا: وَأَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُولُونَ: مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ مُحَمَّدُ.

ثُمَّ مَرَرْتُ بِنَفَرٍ مِنَ النَّصَارَى، فَقُلْتُ: إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُولُونَ: الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ. قَالُوا: وَأَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُولُونَ: مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ مُحَمَّدُ.

فَلَمَّا أَصْبَحْتُ أَخْبَرْتُ بِهَا مَنْ أَخْبَرْتُ، ثُمَّ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرْتُهُ؛ فَقَالَ: "هَلْ أَخْبَرْتَ بها أَحداً؟ قُلْتُ: نَعَمْ. قال: فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قال:

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ طُفَيْلاً رَأَى رُؤْيَا، أَخْبَرَ بِهَا مَنْ أَخْبَرَ مِنْكُمْ، وَإِنَّكُمْ قُلْتُمْ كَلِمَةً كَانَ يَمْنَعُنِي كَذَا وَكَذَا أَنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْهَا؛ فَلَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ مُحَمَّدُ، وَلَكِنْ قُولُوا: مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ".

”میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میرا گزر یہودیوں کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا۔ میں نے کہا: تم اچھے لوگ ہو، اگر حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا نہ کہو، تو انہوں نے جواباً کہا: تم بھی اچھے ہو اگر ”مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ مُحَمَّدُ “ (جو اللہ اور محمد چاہے) نہ کہو۔

تو اس کے بعد میرا گزر عیسائیوں کے ایک گروہ کے پاس سے ہوا۔ میں نے کہا: تم اچھے لوگ ہو، اگر مسیح عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا نہ کہو۔ انہوں نے جواباً کہا: تم بھی اگر ”مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ مُحَمَّدُ “ نہ کہو تو بہت اچھے ہو“۔

صبح ہوئی تو میں نے یہ خواب کچھ لوگوں سے ذکر کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

میں آیا اور آپ سے ساری بات ذکر کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے یہ خواب کسی کو بتایا بھی ہے؟ میں نے کہا: ''جی ہاں''۔ (آپ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے) اللہ کی حمد و ثناء کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''أما بعد! طفیل نے خواب دیکھا ہے اور اس نے بعض کو بتایا بھی ہے، تم ایک جملہ بولا کرتے ہو، تمہیں اس بات سے روکنے میں میرے لئے فلاں فلاں چیز (شرم) مانع تھی۔ تم ''مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ'' نہ کہا کرو بلکہ صرف مَا شَاءَ اللَّهُ کہا کرو''[1]۔

مسائل (۴۴):

① یہودی شرک اصغر سے واقف تھے۔

② انسان کی خواہش ہو تو حق اور باطل کو معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

③ آنے والے نے ''مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتَ'' کہا، تو آپ نے ناگواری کا اظہار کیا اور فرمایا کہ: "أَجَعَلْتَنِي لِلَّهِ نِدًّا؟!" تو نے مجھے اللہ کا شریک ٹھرایا ہے۔ تو جس نے یوں کہا: ''مَا لِي مَنْ أَلُوذُ بِهِ سِوَاكَ'' کہ یا رسول اللہ! آپ کے سوا کوئی ایسا نہیں جس کی میں پناہ حاصل کر سکوں۔" اس کے مشرک ہونے میں کیا شک ہے؟

④ ''مَا شَاءَ اللَّهُ وَشِئْتَ'' وغیرہ کلمات شرک اکبر نہیں ہیں۔ (ورنہ آپ اس سے روک دیتے) اور یوں نہ فرماتے کہ تمہیں اس لفظ سے روکنے میں مجھے ہچکچاہٹ مانع رہی۔

⑤ اچھا خواب بھی وحی کی ایک قسم ہے۔

⑥ اچھا خواب کبھی کبھار بعض احکام کی مشروعیت کا سبب بن جاتا ہے۔

○○○○

---

① مسند أحمد: ۲۰۶۹۴، سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۸، سنن الدارمی: ۲۷۴۱، وصححہ الألبانی۔

باب: ۴۵

زمانے کو گالی دینا
درحقیقت اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچانے کے مترادف ہے

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُم بِذَٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾ [الجاثیة:۲۴]

"اور وہ کہتے ہیں ہماری زندگی تو صرف دنیا ہی کی ہے کہ ہم (یہاں) مرتے اور جیتے ہیں اور زمانہ ہمیں مار دیتا ہے۔ اور انہیں حقیقت کا کچھ علم نہیں اور محض گمان سے کام لیتے ہیں"۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ:

"قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ، يَسُبُّ الدَّهْرَ، وَأَنَا الدَّهْرُ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ".

"اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''ابن آدم زمانے کو گالی دے کر (برا بھلا کہہ کر مجھے ایذا دیتا ہے، کیونکہ میں ہی زمانہ (کا خالق اور مالک) ہوں۔ دن رات کو میں ہی تبدیل کرتا ہوں"[1]۔

اور ایک روایت میں ہے کہ:

"لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ، فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهْرُ".

"زمانہ کو برا بھلا نہ کہو کیونکہ دراصل اللہ ہی زمانہ ہے"[2]۔

---

① صحیح البخاری: ۴۸۲۶، صحیح مسلم: ۲۲۴۶۔ ② صحیح مسلم: ۲۲۴۶۔

مسائل ۴۵:

① زمانے کو گالی دینے اور برا بھلا کہنے کی ممانعت ہے۔

② زمانے کو برا بھلا کہنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کو ایذا پہنچانا قرار دیا ہے۔

③ ''فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهْرُ'' پر غور وفکر کرنا چاہئے۔

④ بسا اوقات انسان سب وشتم کا مرتکب ہو جاتا ہے، اگرچہ اس کی نیت نہ بھی ہو۔

○○○○

باب: ۴۶

'قاضی القضاۃ' وغیرہ القاب کی شرعی حیثیت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"إِنَّ أَخْنَعَ اسْمٍ عِنْدَ اللَّهِ: رَجُلٌ يُسَمَّى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ، لَا مَالِكَ إِلَّا اللَّهُ".

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے گھٹیا اور حقیر وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو شہنشاہ کہلوائے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بادشاہ نہیں"[1]۔

حضرت سفیان رحمہ اللہ نے "مَلِكَ الْأَمْلَاكِ" "بادشاہوں کا بادشاہ" کا ترجمہ "شَاهَانْ شَاه" یعنی "شہنشاہ" کیا ہے[2]۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی وارد ہیں:

"أَغْيَظُ رَجُلٍ عَلَى اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَأَخْبَثُهُ".

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مغضوب اور بڑا خبیث شخص (وہ ہے جو اپنے آپ کو شہنشاہ کہلوائے)"[3]۔

---

① صحیح البخاری: ۶۲۰۶، صحیح مسلم: ۲۱۴۳۔

② صحیح البخاری: ۶۲۰۶، صحیح مسلم: ۲۱۴۳۔

③ صحیح مسلم: ۲۱۴۳۔

مسائل (۴۶):

① کسی کو ’ملک الاملاک‘ یعنی شہنشاہ کہنے کی ممانعت ہے۔

② اس قسم کے دیگر الفاظ اسماء اور القاب بھی منع ہیں، جیسا کہ سفیان رحمہ اللہ نے مثال دے کر سمجھایا۔

③ اس قسم کے الفاظ کی ناپسندیدگی کو سمجھنا اور ان پر غور کرنا چاہیے، اگرچہ دل میں اس لفظ کا حقیقی معنی مراد نہ بھی ہو تب بھی یہ ناپسندیدہ اور ممنوع ہیں۔

④ سمجھنا چاہیے کہ ایسے القاب کو صرف اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کے پیش نظر ناپسند اور منع کیا گیا ہے۔

○○○○

باب: ⑷⑺

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی تعظیم اور اس وجہ سے (کسی کے) نام کی تبدیلی

حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی کنیت ابوالحکم تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَكَمُ، وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ، فَقَالَ: إِنَّ قَوْمِي إِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ أَتَوْنِي، فَحَكَمْتُ بَيْنَهُم، فَرَضِي كِلا الْفَرِيقَيْنِ، فَقَالَ: مَا أَحْسَنَ هَذَا! فَمَالَكَ مِنَ الْوَلَدِ؟، قُلْتُ: شُرَيْحٌ، وَمُسْلِمٌ، وَعَبْدُ اللَّهِ. قَالَ: فَمَنْ أَكْبَرُهُمْ؟ قُلْتُ: شُرَيْحٌ، قال: فَأَنْتَ أَبُو شُرَيْحٍ". رَوَاهُ أَبُو دَاوُد وَغَيْرُهُ.

''حَکَم تو اللہ تعالیٰ ہے اور حُکم بھی اسی کا نافذ ہوتا ہے''۔

تو ابوشریح رضی اللہ عنہ نے کہا: ''میری قوم میں جب کسی بات پر اختلاف ہوجائے تو وہ میرے پاس آتے ہیں، تو میں ان کا فیصلہ کر دیتا ہوں، جس پر دونوں فریق راضی ہوجاتے ہیں''۔

آپ نے فرمایا: ''یہ کیسی اچھی بات ہے''۔ پھر فرمایا: ''تمہاری اولاد میں کون کون ہیں؟ میں نے کہا: شریح، مسلم اور عبداللہ۔ آپ نے پوچھا: ''ان میں سب سے بڑا کون ہے؟'' میں نے کہا: ''شریح''، تو آپ نے فرمایا: ''تم ابوشریح ہو''[1]۔

---

① سنن أبي داود: ۴۹۵۵، سنن النسائی: ۵۳۸۷، وصححہ الألبانی وغیرہ۔

مسائل ﴿۴۷﴾:

① اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا مکمل احترام، اگرچہ دوسرے کے لئے استعمال کرتے وقت ان کا معنی مقصود نہ ہی ہو۔

② اللہ تعالیٰ کے اسماء کے احترام کے پیش نظر (شرکیہ اور غلط) ناموں کو تبدیل کر دینا۔

③ کنیت رکھنے کے لیے سب سے بڑے بیٹے کا انتخاب کرنا۔

باب: ۴۸

اللہ تعالیٰ، قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مذاق اڑانے والے شخص کا حکم

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ﴾ [التوبة:٦٥]

"اور اگر آپ ان سے پوچھیں (کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے؟) تو کہیں گے ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ تمہاری دل لگی کے لئے اللہ تعالیٰ اس کی آیات اور اس کے رسول ہی رہ گئے) ہیں"۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما، محمد بن کعب، زید بن اسلم اور قتادہ رحمہم اللہ سے روایت ہے، ان سب کی روایات آپس میں مل گئی ہیں (ان کے الفاظ ذرا مختلف ہیں، لیکن مفہوم یہ ہے کہ):

"أَنَّهُ قَالَ رَجُلٌ فِي غَزْوَةِ تبوك: مَا رَأَيْنَا مِثْلَ قُرَّائِنا هؤُلَاءِ؛ أَرْغَبَ بُطُوناً، وَلَا أَكْذَبَ أَلْسُناً، وَلَا أَجْبَنَ عِنْدَ اللِّقَاءِ۔ يَعْنِي رَسُولَ اللَّه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَأَصْحَابَهُ الْقُرّاءَ۔

فَقَالَ لَهُ عَوْفُ بنُ مَالِكٍ: كَذَبْتَ؛ وَلَكِنَّكَ مُنَافِقٌ، لَأُخْبِرَنَّ رَسُولَ اللَّه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. فَذَهَبَ عَوْفٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِيُخْبِرَهُ، فَوَجَدَ الْقُرْآن قَدْ سَبَقَهُ. فَجاءَ ذَلِكَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَقَدِ ارْتَحَلَ وَرَكِبَ نَاقَتَهُ، فَقال: يا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّما كُنَّا نَخُوضُ وَنتَحَدَّثُ حَدِيثَ الرَّكْبِ؛ نَقْطَعُ بِهِ عَنَّا الطَّرِيقَ.

فَقال: ابْنُ عُمَرَ :كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ؛ مُتَعَلِّقاً بِنِسْعَةِ نَاقَةِ رَسُولِ اللَّه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وَإِنَّ الْحِجارَةَ تَنْكِبُ رِجْلَيْهِ، وَهُوَ يَقُولُ: ﴿إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ﴾،

فَيَقُولُ لَهُ رَسُولُ اللَّه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ﴿أَبِٱللَّهِ وَءَايَٰتِهِۦ وَرَسُولِهِۦ كُنتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُونَ﴾، مَا يَلْتَفِتُ إِلَيْهِ، وَمَا يَزِيدُهُ عَلَيْهِ".

غزوہ تبوک میں ایک منافق نے کہا: "ہم نے پیٹ کے پجاری، زبان کے جھوٹے اور میدان جنگ میں سب سے زیادہ بزدل ان علم والوں سے بڑھ کر اور کوئی نہیں دیکھے۔ اسکی مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے قراء صحابہ تھے۔

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے اسے کہا کہ تو جھوٹا ہے اور (پکا) منافق ہے، میں تمہاری بات نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضرور بتاؤں گا۔

چنانچہ عوف رضی اللہ عنہ بتانے کی غرض سے آپ کے پاس گئے مگر ان کے آنے سے پہلے وحی نازل ہو چکی تھی۔ وہ منافق بھی آپ کی خدمت میں (معذرت کے لئے) آ پہنچا، آپ اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہو چکے تھے۔ وہ بولا یا رسول اللہ! ہم لوگ تو محض دل بہلانے کے لئے ایسی بات چیت اور سواروں کی سی باتیں کر رہے تھے، تا کہ سفر کی مشقت طے کر سکیں (اور بوریت نہ ہو)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''وہ منظر اب بھی میرے سامنے ہے۔ گویا وہ شخص آپ کی اونٹنی کے کجاوے کی رسی کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور پتھر اس کے پاؤں (راستے سے) ہٹا رہے ہیں اور وہ کہہ رہا ہے: "ہم تو محض بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے''۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں: "کیا تم اللہ تعالیٰ اس کی آیات اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے ہو۔ تم نے ایمان لانے کے بعد (یہ بات کر کے) کفر کا ارتکاب کیا ہے"۔ چنانچہ آپ نہ تو اس کی طرف التفات فرما رہے تھے اور نہ اس پر کچھ مزید فرما رہے تھے''[1]۔

---

① تفسیر الطبری: ۱۱/ ۵۴۳-۵۴۶، تفسیر ابن أبی حاتم: ۶/ ۱۸۲۹-۱۸۳۰، اسنادہ صحیح۔

مسائل ⑭⑧:

① اس سے بڑا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ جو شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرام کا مذاق اڑائے، وہ کافر ہے۔

② جو بھی ایسی بات کرے، خواہ کوئی ہو، اس پر اس آیت کی روشنی میں (کفر کا) حکم لگایا جائے گا۔

③ چغلی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نصیحت اور خیر خواہی کرنے میں، فرق ہے۔

④ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز عفو و درگزر اور اللہ کے دشمنوں کے ساتھ سختی سے پیش آنے میں، فرق ہے۔

⑤ بعض عذر ناقابل قبول ہوتے ہیں۔

باب: ۴۹

اللہ تعالیٰ کے انعامات واحسانات کا شکریہ

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِن رُّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِندَهُ لَلْحُسْنَىٰ ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا عَمِلُوا وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ﴾ [فصلت:۵۰]

”اور اگر تکلیف پہنچنے کے بعد ہم اسے اپنی رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو کہتا ہے یہ تو میرا حق تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت (کبھی) آئے گی۔ اور اگر میں واقعی اپنے رب کی طرف لوٹایا گیا تو میرے لئے وہاں بھی خوشحالی ہے، پس کفر کرنے والوں کو ہم ضرور بتائیں گے کہ وہ کیا کام کرتے رہے۔ اور انہیں ہم سخت عذاب سے دوچار کریں گے“۔

مجاہد رحمہ اللہ نے (هَٰذَا لِي) کی تفسیر میں فرمایا کہ: "هَذَا بِعَمَلِي، وَأَنَا مَحْقُوقٌ بِهِ". ”یہ مال و دولت تو میری محنت و کاوش کا نتیجہ ہے اور میں اس کا مستحق ہوں“[1]۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس لفظ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "يُرِيدُ مِنْ عِنْدِي". ”اس کی مراد یہ ہے کہ یہ مال تو ہے ہی میرا“[2]۔

آیت مبارکہ: ﴿إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِي﴾ کہ یہ مال مجھے میرے علم کی بدولت ملا ہے) کی تفسیر میں قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "عَلَى عِلْمٍ مِنِّي بِوُجُوهِ الْمَكَاسِبِ". ”وہ کہتا ہے کہ یہ مال مجھے کمائی کے تجربے اور علم کی بدولت ملا ہے“[3]۔

---

① تفسیر الطبری: ۲۰/ ۴۵۸، ۴۵۹۔ ② تفسیر القرطبی: ۱۶/ ۳۲۱۔

③ تفسیر عبد الرزاق: ۲/ ۱۷۴، تفسیر الطبری: ۱۸/ ۳۲۶، تفسیر ابن أبی حاتم: ۹/ ۳۰۱۲، رقم: ۱۷۱۲۳۔

دوسرے اہل علم نے اس آیت کی تفسیر میں کہا: "عَلَى عِلْمٍ مِنَ اللَّهِ أَنِّي لَهُ أَهْلٌ".
"وہ کہتا ہے کہ یہ مال و دولت مجھے اس لئے ملا کہ میں اللہ کے علم میں اس کا اہل ہوں"[1]۔

اور مجاہد کے قول کا معنی بھی یہی ہے کہ: "أُوتِيتُهُ عَلَى شَرَفٍ". یہ مال و دولت مجھے بزرگی و شرف کی بنا پر ملا ہے[2]۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ ثَلَاثَةً مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ: أَبْرَصَ، وَأَقْرَعَ، وَأَعْمَى، فَأَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ، فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مَلَكاً، فَأَتَى الْأَبْرَصَ، فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: لَوْنٌ حَسَنٌ، وَجِلْدٌ حَسَنٌ، وَيَذْهَبُ عَنِّي الَّذِي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ. قَالَ: فَمَسَحَهُ، فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهُ، وَأُعْطِيَ لَوْناً حَسَناً، وَجِلْداً حَسَناً، قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْإِبِلُ أَوِ الْبَقَرُ ـ شَكَّ إِسْحَاقُ ـ فَأُعْطِيَ نَاقَةً عُشَرَاءَ، وَقَالَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيهَا.

قَالَ: فَأَتَى الْأَقْرَعَ، فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ: شَعْرٌ حَسَنٌ، وَيَذْهَبُ عَنِّي الَّذِي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ. قال: فَمَسَحَهُ، فَذَهَبَ عَنْهُ، وَأُعْطِيَ شَعْراً حَسَناً، قَالَ: فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: الْبَقَرُ، أَوِ الْإِبِلُ، فَأُعْطِيَ بَقَرَةً حَامِلاً، وقَالَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِيهَا.

قال: فَأَتَى الْأَعْمَى، فَقَالَ: أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: أَنْ يَرُدَّ اللَّهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأُبْصِرَ بِهِ النَّاسَ. قال: فَمَسَحَهُ، فَرَدَّ اللَّهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ، قَالَ: فَأَيِّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: ۹/ ۳۰۱۲، رقم: ۱۷۱۲۵۔

② تفسیر الطبری: ۲۰/ ۲۲۱۔

قَالَ:الْغَنَمُ، فَأُعْطِيَ شَاةً وَالِداً۔

فَأُنْتِجَ هَذَان وَوَلَّدَ هَذَا، فكَانَ لِهَذَا وادٍ مِنَ الْإِبِلِ، وَلِهَذَا وَادٍ مِنَ الْبَقَرِ، وَلِهَذَا وَادٍ مِنَ الْغَنَمِ.

قَالَ: ثُمَّ أَنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ. فقَالَ: رَجُلٌ مِسْكِينٌ، قَدْ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفرِي، فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا باللَّهِ ثُمَّ بِكَ، أَسْأَلُكَ بِالَّذِي أَعْطَاكَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ، وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ، وَالْمَالَ، بَعِيراً أَتَبَلَّغُ بِهِ فِي سَفَرِي، فَقَالَ: الْحُقُوقُ كَثِيرَةٌ. فَقَالَ لَهُ: كَأَنِّي أَعْرِفُكَ، أَلَمْ تَكُنْ أَبْرَص يَقْذِرُكَ النَّاسُ؛ فَقِيراً فَأَعْطَاكَ اللَّهُ؟ فَقَالَ: إِنَّمَا وَرِثْتُ هَذَا المَالَ كَابِراً عَنْ كَابِرٍ، فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ كَاذِباً فَصَيَّرَكَ اللَّهُ إِلَى مَا كُنْتَ.

قَالَ: وَأَتَى الْأَقْرَعَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِهَذَا، وَرَدّ عَلَيْهِ مِثْلَ مَا رَدّ عَلَيْهِ هَذَا، فَقَالَ: إِنْ كُنْتَ كَاذِباً فَصَيَّرَكَ اللَّهُ إِلَى مَا كُنْتَ.

قال: وَأَتَى الْأَعْمَى فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ، فَقَالَ: رَجُلٌ مِسْكِينٌ وَابْنُ سَبِيلٍ، قَدْ انْقَطَعَتْ بِيَ الْحِبَالُ فِي سَفَرِي، فَلَا بَلَاغَ لِيَ الْيَوْمَ إِلَّا باللَّه ثُمَّ بِكَ، أَسْأَلُكَ بِالَّذِي رَدّ عَلَيْكَ بَصَرَكَ، شَاةً أَتَبَلَّغُ بِهَا فِي سَفَرِي. فَقَالَ: قَدْ كُنْتُ أَعْمَى فَرَدّ اللَّهُ إِلَيَّ بَصَرِي، فَخُذْ مَا شِئْتَ وَدَعْ مَا شِئْتَ، فَوَاللَّهِ لَا أَجْهَدُكَ الْيَوْمَ بِشَيْءٍ أَخَذْتَهُ للهِ. فقَالَ: أَمْسِكْ مَالَكَ، فَإِنَّمَا ابْتُلِيتُمْ فَقَدْ رُضِيَ عَنْكَ، وَسُخِطَ عَلَى صَاحِبَيْكَ" أَخْرَجَاهُ.

"بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے، جن میں ایک کوڑھی، دوسرا گنجا اور تیسرا نابینا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آزمائش کی غرض سے ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا۔ وہ فرشتہ ابرص (برص کے

مریض یعنی سفید کوڑھ والے) کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: تمہیں کونسی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ مریض نے کہا اچھا رنگ اور خوبصورت جلد اور یہ کہ مجھ سے یہ بیماری رفع ہوجائے جس کے سبب لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری رفع ہوگئی۔اچھا رنگ اور خوبصورت جلد مل گئی۔فرشتے نے پھر پوچھا تمہیں کونسا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: اونٹ یا گائے۔(راوی اسحاق کو ان دونوں لفظوں کے بارے میں تردد ہے کہ کونسا لفظ اس نے کہا) چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی دی گئی اور فرشتے نے دعا کی) ''بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیھَا'' اللہ تیرے لئے اس اونٹنی میں برکت فرمائے۔

اس کے بعد وہ فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے کہا: "تجھے کونسی سی چیز زیادہ پسند ہے؟" اس نے کہا: خوبصورت بال اور یہ کہ مجھ سے یہ بیماری رفع ہوجائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا اس کی بیماری ختم ہوگئی اور اسے خوبصورت بال مل گئے۔فرشتے نے اس سے پوچھا تمہیں کونسا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا اونٹ یا گائے۔ چنانچہ اسے ایک حاملہ گائے دے دی گئی۔فرشتے نے دعا کی ''بَارَکَ اللّٰہُ لَکَ فِیھَا'' تیرے لئے اللہ اس گائے میں برکت فرمائے۔

اس کے بعد وہ فرشتہ نابینے کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ: تجھے کونسی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری بینائی لوٹا دے، تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔فرشتے نے کہا: تمہیں کونسا مال زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: بکریاں، چنانچہ اسے حاملہ بکری دے دی گئی۔

کچھ عرصہ بعد اونٹنی نے خوب بچے دیئے۔گائے اور بکری نے بھی خوب بچے جنے، چنانچہ سابقہ کوڑھی کی اونٹوں سے ایک وادی بھر گئی اور گائے اور بکری والوں کے پاس بھی گائے اور

بکریوں کا میدان بھر گیا۔

پھر وہ فرشتہ ابرص (کوڑھے) کے پاس اس کی پہلی شکل وصورت میں آیا اور کہا میں مسکین غریب آدمی ہوں، میرا زادراہ ختم ہو گیا ہے۔ آج اللہ کی مدد یا پھر آپ کے تعاون کے بغیر گھر نہیں پہنچ سکتا۔ جس اللہ نے آپ کو خوبصورت رنگ، خوبصورت جلد اور اس قدر کثیر مال عطا کیا ہے اس کے نام پر ایک اونٹ مانگتا ہوں، تاکہ میں اس پر سفر کر کے گھر پہنچ جاؤں۔ اس آدمی نے کہا: میری ضرورتیں بہت زیادہ ہیں (میں تمہیں اونٹ نہیں دے سکتا تو فرشتے نے کہا: غالباً میں تجھے اچھی طرح جانتا ہوں، کیا تو ابرص (کوڑھا) نہ تھا؟ لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے اور تو انتہائی غریب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ مال عطا کیا۔ وہ بولا: یہ مال تو مجھے آباؤ اجداد سے وراثت میں ملا ہے۔

فرشتے نے کہا: ”اگر تو اس بات میں جھوٹا ہو تو اللہ تجھے پہلے جیسا بنا دے“۔

پھر وہ فرشتہ اسی پہلی شکل وصورت میں گنجے کے پاس آیا اور اسے بھی وہی باتیں کہیں جو ابرص (کوڑھے) سے کہی تھیں تو اس نے بھی وہی جواب دیئے۔ تو فرشتے نے کہا: اگر تو جھوٹا ہو تو اللہ تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تو پہلے تھا۔

پھر وہ فرشتہ اسی پہلی شکل وصورت میں اس نابینا کے پاس آیا اور کہا میں ایک غریب مسافر ہوں میرا زادراہ ختم ہو گیا ہے، اللہ کی مدد یا پھر آپ کے تعاون کے بغیر میں آج گھر نہیں پہنچ سکتا۔ جس اللہ نے آپ کو بینائی عطا کی۔ اس کے نام پر آپ سے ایک بکری کا سوال ہے تاکہ اپنا سفر مکمل کر سکوں۔ اس نے کہا میں نابینا تھا۔ اللہ نے مجھے میری بینائی لوٹا دی۔ جتنا چاہو لے جاؤ اور جو چاہو چھوڑ جاؤ۔ تو آج اللہ کے نام پر جو کچھ لے جائے، میں تجھ سے کچھ نہ کہوں گا۔ تو فرشتے نے کہا: اپنا مال اپنے پاس ہی رکھو، تمہارا امتحان لیا گیا۔ اللہ

تعالیٰ تجھ سے راضی اور تیرے دوسرے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہو گیا ہے"[1]۔

مسائل ۴۹:

① سورہ فصلت کی آیت (۵۰) کی تفسیر (جس میں ناشکرے انسان کو وعید سنائی گئی)۔

② ﴿لَيَقُولَنَّ هَٰذَا لِي﴾ کی تفسیر

③ ﴿إِنَّمَآ أُوتِيتُهُۥ عَلَىٰ عِلْمٍ عِندِيٓ﴾ کی تفسیر۔

④ ان تین افراد کے اس عجیب واقعہ میں جو عظیم عبرتیں پوشیدہ ہیں' اس کی طرف اشارہ ہے۔

○○○○

① صحیح البخاری: ۳۴۶۴، صحیح مسلم: ۲۹۶۴۔

باب:۵۰

اولاد ملنے پر اللہ کے ساتھ شرک کرنا

ارشادالٰہی ہے:

﴿فَلَمَّآ ءَاتَىٰهُمَا صَٰلِحًا جَعَلَا لَهُۥ شُرَكَآءَ فِيمَآ ءَاتَىٰهُمَاۚ فَتَعَٰلَى ٱللَّهُ عَمَّا يُشۡرِكُونَ﴾ [الاعراف:۱۹۰]

"جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحیح وتندرست بچہ دیا' تو انہوں نے اس عنایت میں دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھہرا دیا۔ پس اللہ تعالیٰ ان شرکیہ باتوں سے جو یہ کرتے ہیں، بلند تر ہے"۔

ابن حزم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"اتَّفَقُوا عَلَى تَحْرِيمِ كُلِّ اسْمٍ مَعَبَّدٍ لِغَيْرِ اللَّهِ؛ كَعَبْدِ عُمَرٍو، وَعَبْدِ الْكَعْبَةِ، وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ، حَاشَا عَبْدَ الْمُطَّلِبِ".

"مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس نام میں غیر اللہ کی عبدیت کا اظہار ہو' وہ حرام ہے۔ مثلاً عبد عمرو اور عبد الکعبہ وغیرہ۔ البتہ عبد المطلب اس سے مستثنیٰ ہے۔ (کیونکہ اس کا معنی غلام کا ہے۔ یہ لفظ اس معنی میں مستعمل نہیں جو اللہ کے عبد سے مراد ہوتا ہے)[1]،[2]۔

---

① آنحضرت ﷺ کے دادا کا نام شیبہ تھا۔ یہ مدینہ میں اپنی والدہ کے پاس تھے، چچا مطلب انہیں مدت کے بعد جب واپس لائے تو لوگوں نے انہیں دیکھ کر کہا: مطلب غلام لایا، مطلب غلام لایا۔ مطلب نے کہا، یہ میرا غلام نہیں بھتیجا ہے۔ مگر عبدالمطلب کی شہرت ہوگئی۔ اس کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اس قسم کے شرک کے نام بدل دیا کرتے تھے جس میں غیر اللہ کی عبودیت کا اظہار ہو، مگر اسے آپ نے نہیں بدلا۔ غزوہ حنین میں فرمایا: أَنَا النَّبِيُّ لَا الْكَذِبْ: أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ گویا یہ نام بطور لقب مشہور ہو گیا۔ [السورتی]۔

② مراتب الاجماع:۱۷۹۔

مذکورہ بالا آیات کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"لَمَّا تَغَشَّاهَا آدَمُ؛ حَمَلَتْ، فَأَتَاهُمَا إبلِيسُ، فَقَالَ: إِنِّي صَاحِبُكُمَا الَّذِي أَخْرَجْتُكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ، لَتُطِيعَنِّي أَوْ لَأَجْعَلَنَّ لَهُ قَرْنَيْ أَيِّلٍ، فَيَخْرُجُ مِنْ بَطْنِكِ فَيَشُقَّهُ، وَلَأَفْعَلَنَّ وَلَأَفْعَلَنَّ - يُخَوِّفُهُمَا - سَمِّيَاهُ عَبْدَ الْحَارِثِ، فَأَبَيَا أَنْ يُطِيعَاهُ، فَخَرَجَ مَيْتاً. ثُمَّ حَمَلَتْ، فأتاهُمَا، فقَالَ مِثْلَ قَوْلِهِ، فَأَبَيَا أَنْ يُطِيعَاهُ، فَخَرَجَ مَيْتاً. ثُمَّ حَمَلَتْ، فَأَتَاهُمَا، فَذَكَرَ لَهُمَا، فَأَدْرَكَهُمَا حُبُّ الْوَلَدِ، فَسَمَّيَاهُ عَبْدَ الْحَارِثِ؛ فَذَلِكَ قَوْلُهُ: ﴿جَعَلَا لَهُۥ شُرَكَآءَ فِيمَآ ءَاتَىٰهُمَا﴾. رَوَاهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ.

”جب آدم وحوا علیہما السلام آپس میں ملے تو حوا حاملہ ہوئیں، ابلیس ان کے پاس آیا اور کہنے لگا، میں وہی ہوں جس نے تمہیں جنت سے نکالا۔ تم میری بات مانو ورنہ میں اس کے سر پر بارہ سینگا کے دو سینگ بنا دوں گا، جن کی وجہ سے یہ بچہ تمہارا پیٹ چیر کر نکلے گا۔ میں یہ کردوں گا میں وہ کردوں گا، ایسی باتیں کر کے انہیں خوب ڈرایا دھمکایا اور کہا تم اس بچے کا نام عبدالحارث رکھنا۔ چنانچہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام نے اس کی بات نہ مانی اور بچہ مردہ پیدا ہوا، حوا دوبارہ حاملہ ہوئیں تو شیطان نے آکر پھر وہی بات کہی لیکن آدم اور حوا علیہما السلام نے اس کی کوئی بات نہ مانی اور بچہ مردہ پیدا ہوا۔ پھر جب حوا تیسری مرتبہ حاملہ ہوئی تو شیطان پھر آیا اور وہی باتیں کرنے لگا۔ ان کے دل میں بچے کی محبت پیدا ہوئی اور انہوں نے بچے کی ولادت کے بعد اس کا نام عبدالحارث رکھ دیا۔ یعنی ﴿جَعَلَا لَهُۥ شُرَكَآءَ فِيمَآ ءَاتَىٰهُمَا﴾ کا معنی ہے[1]۔

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: ۸۶۵۴، تفسیر الطبری: ۱۰/ ۶۲۴، ۶۲۵، علامہ ابن عثیمین کہتے ہیں: ”هذه قصة مكذوبة، ليست صحيحة إطلاقًا“ یہ قصہ گھڑا ہوا ہے، قطعاً صحیح نہیں ہے، شرح ریاض الصالحین: ۲/ ۴۷۸، شرح مسلم: ۱/ ۴۲۵۔

ابن ابی حاتم ہی نے اسے بسند صحیح حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے (وہ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ: "شُرَكَاءَ فِي طَاعَتِهِ، وَلَمْ يَكُنْ فِي عِبَادَتِهِ". "آدم وحوا نے شیطان کا صرف کہا مانا تھا، اس کی عبادت نہیں کی تھی"[1]۔

نیز ابن ابی حاتم ہی نے بسند صحیح مجاہد رحمہ اللہ سے ﴿لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا﴾ کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ: "أَشْفَقَا أَلَّا يَكُونَ إِنْسَاناً".

آدم اور حوا کو خدشہ تھا کہ مبادا ہمارا بچہ انسان نہ ہو[2]۔

حضرت حسن بصری اور سعید رحمہم اللہ وغیرہ سے بھی اس قسم کے اقوال مروی ہیں[3]۔

مسائل ۵۰:

① ہر وہ نام جس میں عبدیت کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو، حرام ہے۔

② سورۃ اعراف کی آیت (۱۹۹) کی تفسیر (جس میں شرکیہ ناموں سے منع کیا گیا ہے)۔

③ قصہ مذکورہ میں جس شرک کا ذکر ہے، وہ صرف نام رکھنے کی حد تک تھا، حقیقی شرک نہ تھا۔

④ کسی کے ہاں صحیح وتندرست بیٹی پیدا ہو تو یہ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

⑤ اسلاف امت شرک فی الطاعۃ اور شرک فی العبادۃ میں فرق کرتے تھے۔

○○○○

① تفسیر ابن اَبی حاتم: ۸۶۵۹۔ ② تفسیر ابن اَبی حاتم: ۸۶۴۸۔

③ تفسیر ابن اَبی حاتم: ۸۶۴۶، تفسیر الطبری: ۱۰/ ۶۲۹، ۶۲۶۔

باب: ۵۱

اسماء حسنیٰ کا بیان

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَلِلَّهِ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ فَٱدْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا۟ ٱلَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِىٓ أَسْمَـٰٓئِهِۦ﴾

[الاعراف:۱۸۰]

''اور اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں، پس تم اسے انہی ناموں سے پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد (کجی) کرتے ہیں؟''[1]۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں الحاد کا معنی: 'شرک' نقل کیا ہے[2]۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کا قول ہے کہ:

"سَمُّوا اللَّاتَ مِنْ الْإِلٰهِ، وَالْعُزّٰى مِنَ الْعَزِيزِ". مشرکین نے ''اللہ'' سے ''اللّاتَ'' اور ''الْعَزِيزِ'' سے ''الْعُزّٰى'' مشتق کیا ہے[3]۔

اعمش کا قول ہے کہ: "يُدْخِلُونَ فِيها مَا لَيْسَ مِنْهَا". اسماء الٰہی میں الحاد سے مراد یہ ہے کہ وہ ان میں ایسے ناموں کو بھی داخل کر جاتے ہیں' جو اس میں شامل نہیں ہیں[4]۔

---

① صحیح البخاری کتاب الدعوات میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹/اسماء حسنی ہیں۔ جو انہیں یاد کرلے گا وہ جنت میں داخل ہو گا، اللہ ایک ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ جامع ترمذی میں اللہ تعالیٰ کے یہ ۹۹/اسماء حسنی بیان ہوئے ہیں۔

② تفسیر عبدالرزاق: ۱/ ۲۴۴، تفسیر الطبری: ۱۰/ ۵۹۷، تفسیر ابن أبی حاتم: ۸۶۸۶۔

③ تفسیر ابن أبی حاتم: ۸۵۸۴، تفسیر الطبری: ۱۰/ ۵۹۷۔

④ تفسیر ابن أبی حاتم: ۸۵۸۷۔

مسائل (۵۱):

① اللہ تعالیٰ کے لئے اسماء کا اثبات ہے۔

② اللہ تعالیٰ کے سب نام اچھے ہیں۔

③ اسماء حسنیٰ کے ذریعہ دعا مانگنے کا حکم آیا ہے۔

④ جو جاہل اور ملحد ان کا انکار کریں' ان سے معارضہ نہیں کرنا چاہیے۔

⑤ اسماء الٰہی میں الحاد کی تفسیر بیان ہوئی۔

⑥ الحاد کرنے والوں کے لئے وعید تہدید کا پتہ چلا۔

○○○○

باب: ۵۲

'السلام علی اللہ' کہنے کی ممانعت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

"كُنَّا إِذَا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِي الصَّلَاةِ؛ قُلْنَا: السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ مِنْ عِبَادِهِ، السَّلَامُ عَلَى فُلَانَ، فقَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَا تَقُولُوا: السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ؛ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّلَامُ".

''نماز میں جب ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوتے' تو ہم ''السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ مِنْ عِبَادِهِ، السَّلَامُ عَلَى فُلَانَ وَفُلَانَ'' اللہ تعالیٰ پر اس کے بندوں کی طرف سے سلام ہو، فلاں فلاں شخص پر بھی سلام ہو' کہتے، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لَاتَقُولُوا: السَّلَامُ عَلَى اللَّهِ'' نہ کہا کرو، کیونکہ اللہ تو خود 'السلام' (سلامتی والا) ہے''[1]۔

مسائل ۵۲:

① سلام کی تفسیر و وضاحت بیان ہوئی۔

② یہ کلمہ مسلمانوں کا ایک دوسرے کے لئے تحفہ ہے۔

③ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہنا' درست نہیں۔

④ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ لفظ نہ کہنے کی علت وسبب کا پتہ چلا۔

⑤ اس تحیہ کی تعلیم جو اللہ تعالی کے لئے زیبا اور لائق ہے۔ یعنی التَّحِيَّاتُ اللهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ۔

○○○○

① صحیح البخاری: ۸۳۵، صحیح مسلم: ۴۰۲۔

باب:۵۳

'اے اللہ اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے' کہنے کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ: اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ، اللَّهُمَّ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ، لِيَعْزِمِ الْمَسْأَلَةَ؛ فَإِنَّ اللَّهَ لَا مُكْرِهَ لَهُ".

"تم میں سے کوئی یوں دعا نہ کرے کہ یا اللہ! اگر تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے، یا اللہ! تو چاہتا ہے تو مجھ پر رحم فرما۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے پورے وثوق سے سوال و دعا کرے، کیونکہ کوئی اللہ تعالیٰ کو مجبور کرنے اور اس پر دباؤ ڈالنے والا نہیں"[1]۔

اور ایک روایت میں مزید اضافہ ہے کہ:

"وَلْيُعْظِمِ الرَّغْبَةَ؛ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَتَعَاظَمُهُ شَيْءٌ أَعْطَاهُ". **"اور چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بڑی بڑی رغبت اور خواہش کرے، کیونکہ اس کے ہاں کوئی چیز بڑی نہیں"[2]۔**

مسائل ۵۳:

① دعا میں استثناء کی ممانعت، یعنی یوں نہ کہنا چاہئے کہ یا اللہ! تو چاہتا ہے تو مجھے بخش دے۔

② دعا میں استثناء کی ممانعت کی علت بیان ہوئی۔

③ پورے وثوق سے دعا کرنے کا حکم ہے۔

④ اللہ تعالی سے بڑی بڑی رغبت وخواہش کرنے کا حکم ہے۔

⑤ اللہ تعالی سے بڑی بڑی رغبت وخواہش کرنے کے حکم کی علت کا پتہ چلا ہے۔

○○○○

---

① صحیح البخاری: ۶۳۳۹، صحیح مسلم: ۲۶۷۹۔

② صحیح مسلم: ۲۶۷۹۔

باب: ۵۴

’میرا بندہ یا میری بندی‘ کہنے کی ممانعت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لا يقُلْ أَحَدُكُمْ: أَطْعِمْ رَبَّكَ، وَضِّئْ رَبَّكَ، وَلْيَقُلْ: سَيِّدِي وَمَوْلَايَ. وَلَا يقُلْ أَحَدُكُمْ: عَبْدِي وَأَمَتِي، وَلْيَقُلْ: فَتَايَ وَفَتَاتِي، وَغُلَامِي".

”تم میں سے کوئی (اپنے غلام کو) یوں نہ کہے کہ اپنے رب (آقا) کو کھانا کھلا۔ اپنے رب (آقا) کو وضو کرا، بلکہ یوں کہے، میرا سردار میرا آقا اور تم میں سے کوئی اپنے غلام یا لونڈی کو میرا بندہ یا بندی نہ کہے، بلکہ یوں کہے: میرا خادم، میری خادمہ اور میرا غلام“[1]۔

مسائل ۵۴:

① ”عَبْدِي وَأَمَتِي“ (میرا غلام اور میری لونڈی) کے الفاظ کہنے منع ہیں۔

② کوئی غلام اپنے آقا کو رَبِّی (میرا رب) نہ کہے اور نہ کسی غلام کو یوں کہا جائے کہ ”أَطْعِمْ رَبَّكَ“ اپنے رب کو کھانا کھلا۔

③ مالک اور آقا کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ”عبدی اور اُمتی“ کی بجائے ”فَتَايَ وَفَتَاتِي وَغُلَامِي“ کے الفاظ استعمال کرے۔

④ غلام کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ اپنے آقا کو ”سَيِّدِي اور مَوْلَايَ“ کے الفاظ سے پکارے۔

⑤ اس میں اصل مقصود یہ ہے کہ عقیدہ توحید مکمل طور پر پختہ ہو، حتی کہ الفاظ کے استعمال میں بھی توحید کے پیش نظر احتیاط شرط ہے۔ ○○○○

---

① صحیح البخاری: ۲۵۵۲، صحیح مسلم: ۲۲۴۹۔

باب: ۵۵

اللہ کے نام پر سوال کرنے والے کو خالی ہاتھ نہ لوٹایا جائے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَأَعِيذُوهُ، وَمَنْ سَأَلَ بِاللّٰهِ فَأَعْطُوهُ، وَمَنْ دَعَاكُمْ فَأَجِيبُوهُ، وَمَنْ صَنَعَ إِلَيْكُمْ مَعروفاً فكَافِئُوهُ، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا مَا تُكَافِئُوهُ؛ فَادْعُوا لَهُ حَتَّى تَرَوْنَ أَنَّكُمْ قَدْ كَافَأْتُمُوهُ".

"جو شخص اللہ کے نام پر سوال کرے، اسے کچھ نہ کچھ دو۔ اور جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر پناہ طلب کرے، اسے پناہ دو۔ اور جو شخص تمہاری دعوت کرے، اس کی دعوت قبول کرو۔ اور جو شخص تمہارے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرے، تم بھی اسے اس کا بدلہ دو۔ اگر تم بدلہ نہ دے سکو تو اس کے حق میں اس قدر دعا کرو کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے"[1]۔

مسائل ۵۵:

① جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر پناہ طلب کرے، اسے پناہ دی جائے۔

② جو شخص اللہ کا نام لے کر سوال کرے، اسے کچھ نہ کچھ دینا چاہیے۔

③ دعوت قبول کرنے کا حکم۔

④ کسی کے حسن سلوک کا بدلہ دینا چاہیے۔

⑤ جو شخص احسان کا بدلہ نہ دے سکتا ہو وہ محسن کے حق میں دعا ہی کر دے۔

⑥ محسن کے حق میں اس قدر دعا کرے کہ یقین ہو جائے کہ اب بدلہ چکایا جا چکا ہے۔

○○○○

---

① سنن أبي داود: ۱۶۷۲، ۵۱۰۹، سنن النسائی: ۲۵۶۷، وصححہ الحاکم والنووی والألبانی۔

باب: ⑤⑥

اللہ تعالی کا واسطہ دے کر صرف جنت مانگی جائے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لَا يُسْأَلُ بِوَجْهِ اللَّهِ إِلَّا الْجَنَّةَ".

"اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر جنت کے سوا کچھ نہ مانگا جائے"[1]۔

مسائل ⑤⑥:

① اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر، سب سے بڑے مقصود و مطلوب (جنت) کے علاوہ کچھ نہ مانگا جائے۔

② اللہ تعالیٰ کے لئے چہرہ کا اثبات ہو رہا ہے۔

○○○○

① سنن أبی داود: ۱۶۷۱، قال ابن عثیمین: اسناه ضعیف، لکن معناه صحیح۔

باب: ۵۷

کسی پریشانی کے بعد 'اگر' کہنے کا حکم

ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَاهُنَا﴾ [آل عمران: ۱۵۴]

"یہ لوگ کہتے ہیں اگر ہمارے بس میں کچھ ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے"۔

نیز ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا﴾ [آل عمران: ۱۶۸]

"یہ وہ لوگ ہیں جو خود تو (گھروں میں) بیٹھے رہے اور اپنے (ان) بھائیوں کی نسبت (جنہوں نے اللہ کی راہ میں جانیں قربان کیں) کہنے لگے کہ اگر یہ ہماری بات مان لیتے تو مارے نہ جاتے"۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ، وَلَا تَعْجَزْ. وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ: لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ، لَكَانَ كَذَا وَكَذَا، وَلَكِنْ قُلْ: قَدَّرَ اللَّهُ وَمَا شَاءَ فَعَلَ؛ فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ".

"اس چیز کی حرص کر، جو تیرے لئے مفید ہو، اور صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ۔ اور عاجز ہو کر نہ بیٹھ جا۔ اور اگر تجھے کوئی مصیبت اور پریشانی آپہنچے تو یوں نہ کہہ کہ اگر میں یہ کر لیتا، تو یوں ہو جاتا۔ بلکہ یوں کہہ! یہ اللہ کا فیصلہ ہے، اس نے جو چاہا سو کیا۔ اس لئے کہ 'اگر' کہنا شیطانی عمل دخل کا سبب بنتا ہے"[1]۔

---

① صحیح مسلم: ۲۶۶۴۔

مسائل ۵۷:

① سورہ آل عمران کی دو آیات (۱۵۴، ۱۶۸) کی تفسیر۔ (جس میں کلمہ 'اگر' کہنے والوں کا تذکرہ ہے)۔

② کسی مصیبت اور پریشانی کے آنے پر 'اگر' کہنا منع ہے۔

③ 'اگر' کہنے کی ممانعت کی علت کہ اس سے شیطانی عمل دخل کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

④ اچھی گفتگو کی طرف رہنمائی ہے۔

⑤ مفید چیز کا شوق و حرص کرنے اور اس سلسلے میں اللہ سے مدد مانگنے کا حکم ہے۔

⑥ اس کے برعکس عاجز بن کر بیٹھ رہنے سے منع کیا گیا ہے۔

باب: ۵۸

ہوا اور آندھی کو گالی دینے کی ممانعت

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا تَسُبُّوا الرِّيحَ؛ فإذا رَأَيْتُمْ ما تَكْرَهُونَ؛ فقولوا: اللَّهُمَّ إِنَّا نَسأَلُكَ مِنْ خَيْرِ هَذِهِ الرِّيحِ، وَخَيْرِ مَا فِيها، وَخَيْرِ مَا أُمِرَتْ بِهِ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هَذِهِ الرِّيحِ، وَشَرِّ مَا فِيها، وَشَرِّ ما أُمِرَتْ بِهِ". صَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ.

"ہوا کو گالی نہ دو۔ جب تم ناپسندیدہ (ہوا) دیکھو تو یہ دعا پڑھو!: "اے اللہ! ہم تجھ سے اس ہوا اور جو اس میں ہے اور جس کا اسے حکم دیا گیا ہے' کی بہتری اور بھلائی کا سوال کرتے ہیں۔ اور (اے اللہ!) ہم اس ہوا کے شر اور جو اس کے اندر شر ہے اور جس شر کا اسے حکم دیا گیا ہے' سے تیری پناہ مانگتے ہیں" [1]۔

مسائل ۵۸:

① ہوا کو گالی دینے سے منع کیا گیا ہے۔

② اس میں اس بات کی رہنمائی کی گئی ہے کہ جب انسان کو کوئی ناپسندیدہ چیز نظر آئے تو نفع مند چیز کا سوال کرے۔

③ اس میں یہ رہنمائی بھی کی گئی ہے کہ یہ ہوا' از خود نہیں چلتی، بلکہ یہ اللہ کے حکم کی پابند ہے۔

④ اس میں یہ بیان بھی ہے کہ ہوا کو کبھی بھلائی اور کبھی نقصان کا حکم ہوتا ہے۔

○○○○

---

① سنن الترمذی: ۲۲۵۲، وصححہ الترمذی والحاکم والألبانی۔

باب: ۵۹

اللہ تعالیٰ کی بابت بدگمانی کرنے کی مخالفت

ارشاد الٰہی ہے:

﴿يَظُنُّونَ بِٱللَّهِ غَيْرَ ٱلْحَقِّ ظَنَّ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ ۖ يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ ٱلْأَمْرِ مِن شَىْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ ٱلْأَمْرَ كُلَّهُۥ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ فِىٓ أَنفُسِهِم مَّا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ ٱلْأَمْرِ شَىْءٌ مَّا قُتِلْنَا هَٰهُنَا ۗ قُل لَّوْ كُنتُمْ فِى بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ ٱلَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ ٱلْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۖ وَلِيَبْتَلِىَ ٱللَّهُ مَا فِى صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِى قُلُوبِكُمْ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ﴾ [آل عمران: ۱۵۴]

”وہ اللہ کے بارے میں (ایام) جاہلیت کے ناحق گمان کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ (اس امر میں) ہمیں بھی کچھ اختیار نہیں؟ آپ فرما دیں کہ (ان امور میں کسی کا کچھ حصہ نہیں) سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں، یہ لوگ اپنے دلوں میں (بہت سی باتیں) مخفی رکھتے ہیں جو آپ پر ظاہر نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم یہاں مارے نہ جاتے۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ تم اگر اپنے گھروں میں بھی ہوتے، تو جن کی موت لکھی تھی، ضرور اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے۔ (یہ سارا ماجرا اس لئے پیش آیا کہ) اللہ تعالیٰ تمہارے سینوں کی بات کو آزمائے اور تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے اسے خالص کر دے اور نکھار دے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ دلوں کا حال خوب جانتا ہے“۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

﴿ٱلظَّآنِّينَ بِٱللَّهِ ظَنَّ ٱلسَّوْءِ ۚ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ ٱلسَّوْءِ﴾ [الفتح: ۶]

”جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے برے گمان رکھتے ہیں، ان پر برے حادثے واقع ہوں“۔

ابن قیم رحمہ اللہ پہلی آیت کے بارے فرماتے ہیں کہ:

”زیر نظر آیت میں لوگوں کے جس جاہلانہ ناحق گمان کا ذکر ہے۔ اس کی تفسیر یہ ہے کہ وہ یہ گمان کرنے لگے تھے کہ اللہ سبحانہ اپنے رسول کی مدد نہیں کرے گا اور اس کی دعوت عنقریب مٹ جائے گی۔ اور یہ لوگ گمان کرنے لگے تھے کہ جو مصیبت مسلمانوں کو آئی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور حکمت سے نہیں تھی۔

اور یہ بھی تفسیر کی گئی ہے کہ یہ لوگ اللہ کی تقدیر، حکمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابی کا انکار کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ دین تمام ادیان پر غالب نہیں آئے گا۔ منافقین اور مشرکین کا یہی وہ برا گمان ہے، جس کا سورۃ الفتح کی اس آیت میں ذکر ہوا ہے۔ ﴿ٱلظَّآنِّينَ بِٱللَّهِ ظَنَّ ٱلسَّوْءِ ۚ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ ٱلسَّوْءِ﴾

کیونکہ یہ ایسا گمان ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان و مرتبہ کے خلاف ہے، جیسا کہ یہ اس کی حکمت، تعریف، بزرگی اور سچے وعدہ کے بھی خلاف ہے۔

پس جو شخص یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ باطل کو حق پر دائمی غلبہ دے گا اور اس وجہ سے حق مٹ جائے گا، یا جو شخص یہ سمجھے کہ یہ فیصلہ اللہ کی قضا و قدر سے نہیں ہوا، یا جو شخص یہ سمجھے کہ اللہ کی تقدیر قابل تعریف حکمت تامہ پر مبنی نہیں، بلکہ یہ سمجھے کہ یہ محض اس کی مشیت ہے۔ ﴿ذَٰلِكَ ظَنُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنَ ٱلنَّارِ﴾ [ص:۲۷] تو یہ کافروں کا گمان ہے اور ان کے لئے جہنم کی آگ کا عذاب ہے“۔

اور اکثر لوگ اپنے اور غیروں سے متعلقہ کاموں میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں سوء ظن رکھتے ہیں، اس بدگمانی سے صرف وہی لوگ سلامت رہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ، اس کے اسماء وصفات اور اس کی حکمت و تعریف کے اسباب کو پہچانتے ہیں۔

پس ہر عقل مند شخص کو جو اپنی بھلائی چاہتا ہو' چاہئے کہ وہ مذکورہ بالا باتوں کا اہتمام کرے اور اللہ کے حضور اپنی اس بدگمانی اور سوءِ ظنی کی معافی مانگے اور توبہ واستغفار کرے۔ اور اگر آپ لوگوں کی باتوں پر غور کریں' تو آپ دیکھیں گے کہ اکثر لوگ تقدیر کے بارے میں ملامت کا پہلو لئے ہوئے ہیں اور بے راہ روی کا شکار ہیں اور تقدیر کا شکوہ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ فلاں کام یوں ہونا چاہئے تھا اور فلاں یوں۔ خود کو ملنے والی اشیاء کو بعض لوگ کم خیال کرتے ہیں اور بعض زیادہ۔ آپ بھی اپنا جائزہ لیں کیا آپ اس بد گمانی سے بچے ہوئے ہیں؟

فَإِنْ تَنْجُ مِنْهَا تَنْجُ مِنْ ذِي عَظِيمَةٍ وَإِلَّا فَإِنِّي لَا إِخَالُكَ نَاجِياً

(ترجمہ) اگر آپ اس سے محفوظ ہیں تو آپ ایک بہت بڑی بات سے بچے ہوئے ہیں، وگرنہ میں نہیں سمجھتا کہ آپ اس سے بچے ہوں[1]۔

مسائل ۵۹:

① سورۃ آل عمران کی آیت (۱۵۴) کی تفسیر (جس میں اللہ کے بارے برے گمان رکھنے والوں کا تذکرہ ہے)۔

② سورۃ الفتح کی آیت (٦) کی تفسیر (جس میں برا گمان کرنے پر برے حادثے ہونگے)۔

③ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بدگمانی کی بہت سی صورتیں ہیں، جن کا شمار ممکن نہیں۔

④ اس بدگمانی سے وہی شخص محفوظ رہ سکتا ہے' جو اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی پہچان کے ساتھ ساتھ اپنے نفس کی معرفت سے بھی بہرہ مند ہو۔

○○○○

---

① زاد المعاد لابن القیم: ۳/ ۲۲۸-۲۳۵ باختصار۔

باب:⑥⓪

منکرین تقدیر کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"وَالَّذِي نَفْسُ ابْنِ عُمَرَ بِيَدِهِ! لَوْ كَانَ لِأَحَدِهِمْ مِثْلُ أُحُدٍ ذَهَباً، ثُمَّ أَنْفَقَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ؛ مَا قَبِلَهُ اللَّهُ مِنْهُ حَتَّى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ. ثُمَّ اسْتَدَلَّ بِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: الْإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ".

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی جان ہے، اگر کسی کے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کردے، تو اس کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت تک قبول نہ ہوگا' جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لائے، پھر انہوں نے اپنی اس بات پر بطور دلیل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد پیش کیا کہ: "ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، قیامت کے دن اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے"[1]۔

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے کہا:

"يا بُنَيَّ إِنَّكَ لَنْ تَجِدَ طَعْمَ الْإِيمَانِ حَتَّى تَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ''.

"بیٹا! تو اس وقت تک لذتِ ایمان سے لطف اندوز نہیں ہوسکتا جب تک یہ یقین نہ کرلے کہ جو (تکلیف) تجھے پہنچنے والی ہے' وہ تجھ سے کبھی ٹل نہیں سکتی، اور جو نہیں پہنچنی' وہ

---

① صحیح مسلم:۸۔

کبھی تم تک پہنچ نہیں سکتی۔

بیٹا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

"إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ: فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ، فَقَالَ: رَبِّ! وَمَاذَا أَكْتُبُ؟ قَالَ: أُكْتُبْ مَقَادِيرَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ".

يا بُنَيَّ! سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُولُ: مَنْ مَاتَ عَلَى غَيْرِ هَذَا فلَيْسَ مِنِّي".

"اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم پیدا فرمایا اور اسے لکھنے کا حکم دیا، اس نے کہا: "اے میرے رب! کیا لکھوں؟ اللہ نے فرمایا: قیامت تک آنے والی ہر چیز کی تقدیر لکھ دے"۔

بیٹا! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص اس عقیدے کے علاوہ کسی دوسرے عقیدے پر مرا، وہ میری امت سے نہیں [1]۔

اور احمد کی ایک روایت میں ہے:

"إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ: الْقَلَم، ثُمَّ قَالَ لَهُ: اكْتُبْ، فَجَرَى فِي تِلْكَ السَّاعَةِ بِمَا هُوَ كائِنٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ".

"اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے لکھنے کا حکم دیا، چنانچہ اس نے اس وقت قیامت تک ہونے والی ہر بات لکھ دی" [2]۔

اور ابن وہب کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"فَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ أَحْرَقَهُ اللَّهُ بِالنَّارِ".

---

① مسند أحمد: ۲۲۷۰۷، سنن أبي داود: ۴۷۰۰، سنن الترمذي: ۲۱۵۵، وصححہ الترمذي، والطبري، وابن الأثير، والألباني۔

② مسند أحمد: ۲۲۷۰۵۔

"جو شخص اچھی بری تقدیر پر ایمان نہیں لایا، اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں جلائے گا"[1]۔

ابن دیلمی نے ایک مقام پر کہا:

"أَتَيْتُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ رضی اللہ عنہ، فَقُلْتُ: فِي نَفْسِي شَيْءٌ مِنَ الْقَدَرِ؛ فَحَدِّثْنِي بِشَيْءٍ لَعَلَّ اللَّهَ يُذْهِبَهُ مِنْ قَلْبِي، فَقَالَ: لَوْ أَنْفَقْتَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَباً مَا قَبِلَهُ اللَّهُ مِنْكَ حَتَّى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ، وَتَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ، وَمَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، وَلَوْ مُتَّ عَلَى غَيْرِ هَذَا؛ لَكُنْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ. قَالَ: فَأَتَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بنَ مَسْعُودٍ، وَحُذَيْفَةَ بنَ الْيَمَانِ، وَزَيْدَ بنَ ثَابِتٍ رضی اللہ عنہم، فَكُلُّهُمْ حَدَّثَنِي بِمِثْلِ ذَلِكَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم".

"میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا: "میرے دل میں تقدیر کے بارے میں کچھ خدشات ہیں، آپ کوئی حدیث بیان فرمائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ میرے دل سے ان خدشات کو ختم کر دیں"۔ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دو تو تمہارا یہ عمل اس وقت تک قبول نہ ہو گا جب تک کہ تم تقدیر پر ایمان نہ لاؤ اور یہ یقین نہ رکھو کہ جو تکلیف تمہیں پہنچنے والی ہے، وہ تم سے ٹل نہیں سکتی تھی اور جو نہیں آنے والی، وہ کبھی تم تک پہنچ نہیں سکتی۔ اگر تمہارا عقیدہ اس کے خلاف ہوا اور تم اسی طرح مر گئے تو تم جہنمی ہو گئے"۔ ابن دیلمی کہتے ہیں اس کے بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے پاس گیا اور ان کو اپنے خدشات سے آگاہ کیا تو انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی حدیث سنائی[2]۔

---

[1] القدر لابن وھب: ۲۶، وفی سندہ انقطاع۔

[2] مسند أحمد: ۲۱۵۸۹، سنن أبي داود: ۴۶۹۹، سنن ابن ماجہ: ۷۷، وصححہ ابن حبان والألبانی۔

مسائل (٦٠):

① تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے۔

② تقدیر پر ایمان لانے کی کیفیت کیا ہونی چاہیے۔

③ تقدیر پر ایمان نہ لانے والے شخص کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں۔

④ جس شخص کا تقدیر پر ایمان نہ ہو، وہ لذتِ ایمان سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔

⑤ اس چیز کا ذکر ہوا جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا۔

⑥ اس چیز کا بیان ہے کہ قلم نے اسی وقت قیامت تک ہونے والے تمام امور لکھ ڈالے۔

⑦ تقدیر پر ایمان نہ لانے والے سے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیزاری اور لاتعلقی کا بیان۔

⑧ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سلف صالحین شبہات پیدا ہونے کی صورت میں' اہل علم کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور ان کی بابت ان سے پوچھا کرتے تھے۔

⑨ اہل علم نے (تقدیر کے متعلق) ان کے تمام شبہات کا جواب دے کر ان کا ازالہ کر دیا ہے اور اپنے دلائل کو براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔

○○○○

باب:⑥١

تصویر بنانا ایک قبیح فعل ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي؛ فَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً، أَوْ لِيَخْلُقُوا حَبَّةً، أَوْ لِيَخْلُقُوا شَعِيرَةً" أَخْرَجَاهُ.

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا' جو میری مخلوق جیسی مخلوق بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ لوگ ایک ذرہ ایک دانہ یا ایک جو ہی بنا کر دکھلائیں"[1]۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"أَشَدُّ النَّاسِ عَذَاباً يَوْمَ الْقِيَامَةِ: الَّذِينَ يُضَاهِئُونَ بِخَلْقِ اللَّهِ".

"قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا' جو پیدا کرنے اور بنانے میں اللہ تعالیٰ کی مشابہت کرتے ہیں"[2]۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

"كُلُّ مُصَوِّرٍ فِي النَّارِ، يُجْعَلُ لَهُ بِكُلِّ صُورَةٍ صَوَّرَهَا نَفْسٌ يُعَذَّبُ بِهَا فِي جَهَنَّمَ".

"ہر مصور جہنم میں جائے گا۔ اس کی بنائی ہوئی ہر تصویر کے بدلے ایک جان بنائی جائے گی، جس کے ذریعہ اس (مصور) کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا"[3]۔

---

① صحیح البخاری: ۵۹۵۳، صحیح مسلم: ۲۱۱۱۔
② صحیح البخاری: ۵۹۵۴، صحیح مسلم: ۲۱۰۷۔
③ صحیح البخاری: ۲۲۲۵، صحیح مسلم: ۲۱۱۰۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فِي الدُّنْيَا، كُلِّفَ أَنْ يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ".

"جس شخص نے دنیا میں کوئی تصویر بنائی، اسے قیامت کے دن اس بات کا مکلف بنایا جائے گا کہ وہ اس تصویر میں روح پھونکے، مگر وہ اس میں روح نہیں پھونک سکے گا"[1]۔

اور ابوالھیاج کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا:

"أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وآله وسلم: أَلَّا تَدَعَ صُورَةً إِلَّا طَمَسْتَهَا، وَلَا قَبْراً مُشْرِفاً إِلَّا سَوَّيْتَهُ".

"کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں، جس پر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا تھا وہ یہ کہ: "کسی تصویر کو مٹائے اور کسی بلند قبر کو زمین کے برابر کئے بغیر نہ چھوڑنا"[2]۔

مسائل (۶۱):

① تصویر بنانے والوں کے لئے سخت وعید آئی ہے۔

② تصویر اتارنے کی علت اور وجہ یہ ہے کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کی جناب میں بہت بڑی بے ادبی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا، جو میری مخلوق جیسی مخلوق بنانے کی کوشش کرتا ہے"۔

③ اس میں اللہ تعالی کی قدرت اور مخلوق کی عاجزی اور کمزوری کا بیان ہے کہ یہ لوگ ایک ذرہ یا ایک دانہ یا ایک جو ہی بنا کر دکھلائیں۔

---

① صحیح البخاری: ۵۹۶۳، صحیح مسلم: ۲۱۱۰۔

② صحیح مسلم: ۹۶۹۔

④ تصویر بنانے والوں کو سب سے زیادہ اور سخت عذاب ہوگا۔

⑤ اللہ تعالیٰ ہر تصویر کے بدلے ایک جان پیدا کرے گا، جس کے ذریعے تصویر بنانے والوں کو جہنم میں عذاب دیا جائے گا۔

⑥ مصور کو اس کی بنائی ہر تصویر میں روح پھونکنے کا مکلف بنایا جائے گا۔

⑦ اس میں یہ بیان بھی ہے کہ تصویر جہاں بھی ہو اسے مٹا دینے کا حکم ہے۔

OOOO

باب:(۶۲)

کثرت سے قسم اٹھانا

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَٱحۡفَظُوٓاْ أَيۡمَٰنَكُمۡ﴾ [المائدۃ:۸۹]

"اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"الْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مَمْحَقَةٌ لِلْكَسْبِ".

"قسم سامان کے لیے مفید (یعنی فروخت کرنے کا ذریعہ) تو ہے، مگر اس سے برکت ختم ہو جاتی ہے"[1]۔

اور حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ، وَلَا يُزَكِّيهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: أُشَيْمِطٌ زَانٍ، وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ، وَرَجُلٌ جَعَلَ اللَّهَ بِضَاعَتَهُ، لَا يَشْتَرِي إِلَّا بِيَمِينِهِ، وَلَا يَبِيعُ إِلَّا بِيَمِينِهِ".

"تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ (قیامت کے دن) جن سے اللہ تعالیٰ نہ تو بات کرے گا اور نہ انہیں (گناہوں سے) پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا: (۱) بوڑھا زانی۔ (۲) متکبر فقیر۔ (۳) اور وہ جس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا مال سمجھا ہوا ہے کہ قسم ہی سے خریدتا ہے اور قسم ہی سے بیچتا ہے"[2]۔

---

[1] صحیح البخاری:۲۰۸۷، صحیح مسلم:۱۶۰۶۔

[2] المعجم الکبیر للطبرانی:۶۱۱۱، شعب الایمان:۴۵۱۱، وصححہ الالبانی۔

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ -قَالَ عِمْرَانُ: فَلَا أَدْرِي أَذَكَرَ بَعْدَ قَرْنِهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا؟-، ثُمَّ إِنَّ بَعْدَكُمْ قَوْمًا يَشْهَدُونَ وَلَا يُسْتَشْهَدُونَ، وَيَخُونُونَ وَلَا يُؤْتَمَنُونَ، وَيَنْذُرُونَ وَلَا يُوفُونَ، وَيَظْهَرُ فِيهِمُ السِّمَنُ".

"میری امت کا سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر وہ جو اس کے بعد ہوگا، پھر وہ جو اس کے بعد ہوگا"۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، مجھے یاد نہیں پڑتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانے کے بعد دو زمانوں کا ذکر کیا تھا، یا تین کا؟ پھر آپ نے ارشاد فرمایا: "پھر تمہارے بعد ایسے لوگ ہوں گے جو بغیر مانگے گواہی دیں گے، خائن ہوں گے، امانت دار نہیں ہوں گے، نذر مانیں گے، تو پوری نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہوگا"①۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةَ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ، وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ".

"سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے، اس کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن کی گواہی قسم سے پہلے اور قسم گواہی سے پہلے ہوگی"②، ③۔

---

① صحیح البخاری: ۳۶۵۰، صحیح مسلم: ۲۵۳۵۔

② یعنی وہ لوگ نہ گواہی کے بارے میں احتیاط کریں گے اور نہ قسم کے بارے میں۔ بلکہ آناً فاناً قسم اور گواہی کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ سعیدی۔

③ صحیح البخاری: ۲۶۵۲، صحیح مسلم: ۲۵۳۳۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كَانُوا يَضْرِبُونَنَا عَلَى الشَّهَادَةِ وَالْعَهْدِ، وَنَحْنُ صِغَارٌ".

''بچپن میں ہمیں ہمارے بزرگ گواہی اور عہد پر قائم رہنے کے لئے مارا کرتے تھے''[1]۔

مسائل (۶۲):

① قسموں کی حفاظت کی بڑی تاکید ہے۔

② یہ خبر کہ قسم سامان فروخت کرنے کا ذریعہ تو ہے، مگر اس سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔

③ جو شخص مال خریدنے اور بیچنے کے وقت خواہ مخواہ قسمیں اٹھائے، اس کے لئے وعید شدید ہے۔

④ اس میں یہ تنبیہ بھی ہے کہ اگرچہ اسباب گناہ چھوٹے ہی ہوں، مگر میلان کے سبب صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتے ہیں۔

⑤ اس میں ان لوگوں کی مذمت بیان کی گئی ہے جو طلب کیے بغیر قسمیں اٹھاتے ہیں۔

⑥ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرون ثلاثہ یا قرون اربعہ کی تعریف اور اس کے بعد جو ہوگا، اس کی پیشین گوئی فرمائی۔

⑦ اس میں ان لوگوں کی مذمت ہے جو گواہی طلب کئے بغیر گواہی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

⑧ اسلاف امت چھوٹے بچوں کو گواہی اور عہد پر قائم رہنے کے لئے مارا کرتے تھے۔

○○○○

---

① صحیح البخاری: ۲۶۵۲، صحیح مسلم: ۲۵۳۳۔

باب: (٦٣)

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ذمہ اور ضمانت دینے کا حکم

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَأَوْفُوا۟ بِعَهْدِ ٱللَّهِ إِذَا عَٰهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا۟ ٱلْأَيْمَٰنَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ ٱللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ﴾ [النحل:۹۱]

”اور جب تم اللہ تعالیٰ سے عہد (واثق) کرو تو اس کو پورا کرو اور جب پکی قسمیں کھاؤ تو ان کو مت توڑو کہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال سے باخبر ہے“۔

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ إِذَا أَمَّرَ أَمِيراً عَلَى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ؛ أَوْصَاهُ بِتَقْوَى اللَّهِ، وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْراً، ثم قَالَ:

اغْزُوا بِسْمِ اللَّهِ، فِي سَبِيلِ اللَّهِ، قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ، اغْزُوا وَلَا تَغُلُّوا، وَلَا تَغْدِرُوا، وَلَا تُمَثِّلُوا، وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيداً، وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ؛ فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ -أَوْ خِلَالٍ-. فَأَيَّتُهُنَّ مَا أَجَابُوكَ؛ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ، وَكُفَّ عَنْهُمْ:

ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ؛ فَإِنْ هُم أَجَابُوكَ؛ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ. ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِنْ دَارِهِمْ إِلَى دَارِ الْمُهَاجِرِينَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذَلِكَ؛ فَلَهُمْ مَا لِلْمُهَاجِرِينَ، وَعَلَيْهِمْ مَا عَلَى الْمُهَاجِرِينَ. فَإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنْهَا فَأَخْبِرْهُمْ

أَنَّهُم يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ الْمُسْلِمِينَ، يَجْرِي عَلَيْهِمْ حُكْمَ اللَّهِ تَعَالَى الَّذِيْ يَجْرِيْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، وَلَا يَكُونُ لَهُمْ فِي الْغَنِيمَةِ وَالْفَيْءِ شَيْءٌ؛ إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ الْمُسْلِمِينَ.

فَإِنْ هُمْ أَبَوْا فَاسْأَلْهُمُ الْجِزْيَةَ، فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ مِنْهُمْ وَكُفَّ عَنْهُمْ.

فَإِنْ هُمْ أَبَوْا؛ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَقَاتِلْهُمْ. وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ، فَأَرَادُوكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللَّهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ؛ فَلَا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللَّهِ وَلا ذِمَّةَ نَبِيِّهِ؛ وَلَكِنْ اجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكَ، فَإِنَّكُمْ إِنْ تُخْفِرُوا ذِمَمَكُمْ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكُمْ أَهْوَنُ مِنْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَّة اللَّهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ. وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ، فَأَرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ عَلَى حُكْمِ اللَّهِ، فَلَا تُنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِ اللَّهِ، وَلَكِنْ أَنْزِلْهُمْ عَلَى حُكْمِكَ. فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي، أَتُصِيبُ حُكْمَ اللَّهِ فِيهِمْ أَمْ لَا". رَوَاهُ مُسْلِم.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کو بڑی فوج یا کسی دستے پر امیر مقرر فرماتے تو اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اپنے ہم سفر مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی وصیت کرتے اور فرماتے:

"اللہ تعالی کی راہ میں اس کا نام لے کر لڑائی کرنا۔ اور ہر اس شخص سے لڑنا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ لڑائی کرنا اور خیانت نہ کرنا۔ بدعہدی نہ کرنا۔ مثلہ نہ کرنا (یعنی کسی مقتول کے اعضاء نہ کاٹنا) اور نہ بچوں کو قتل کرنا۔

جب مشرک دشمن سے تمہارا سامنا ہو تو انہیں تین باتوں کی پیش کش کرنا، اگر وہ ان میں سے کوئی ایک بات بھی مان لیں تو منظور کر لینا اور جنگ سے رُک جانا:

ا۔ سب سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ اسے قبول کر لیں تو اسے منظور کر لینا

اور انہیں دار الکفر سے دار السلام کی طرف ہجرت کی دعوت دینا۔ اور انہیں بتانا کہ اگر وہ ہجرت کریں گے تو انہیں وہ سب حقوق حاصل ہوں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں اور جو بار مہاجرین کو برداشت کرنا پڑتا ہے' انہیں بھی برداشت کرنا ہوگا۔ اور اگر وہ ہجرت کرنے سے انکار کریں تو پھر یہ لوگ ان بدوی مسلمانوں کی طرح ہوں گے، جن پر اللہ کا حکم جاری ہے، انہیں مال غنیمت یا مال فیئے سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ الا یہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہوں۔

۲۔ اور اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کردیں' تو پھر ان سے جزیہ طلب کرنا، اگر وہ جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں تو قبول کر لینا اور جنگ سے رک جانا۔

۳۔ اگر وہ جزیہ دینے سے بھی انکار کردیں تو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر ان سے لڑائی کرنا۔ اور جب تم قلعہ بند دشمن کا محاصرہ کرو اور دشمن چاہیں کہ تم انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی امان، تحفظ اور ضمانت دے دو تو ایسا ہرگز نہ کرنا، بلکہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے امان اور تحفظ دینا، اس لئے کہ اگر تم اپنا یا اپنے ساتھیوں کا ذمہ (ضمانت) توڑ دو تو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ذمہ کو توڑنے سے کم تر ہوگا۔ اور جب تم قلعہ میں بند کسی دشمن کا محاصرہ کرو اور وہ چاہے کہ تم اسے اللہ کے حکم و فیصلہ پر اتارو یعنی ان سے صلح کرلو تو ایسا بھی نہ کرنا، تمہیں کیا علم کہ تم ان کے بارے میں اللہ کے فیصلے کو پاسکو گے یا نہیں؟"[1]۔

---

① صحیح مسلم: ۱۷۳۱۔

مسائل ﴿۶۳﴾:

① اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کے ذمہ اور ضمانت میں فرق ہے۔

② اس میں یہ ہدایت ہے کہ جب دو خطرناک صورتیں درپیش ہوں تو ان میں سے جو آسان اور بہتر ہو اسے اختیار کر لینا چاہئے۔

③ آنحضرت اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان کہ: "أُغْزُوَا بِسْمِ اللَّهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ". اللہ کی راہ میں اس کے نام سے جہاد کرو۔

④ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد کہ: "قَاتِلُوا مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ". جو کفر باللہ کا مرتکب ہو اس سے لڑو۔

⑤ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد کہ: "اِسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَقَاتِلْهُمْ". اللہ سے مدد طلب کر اور کفار سے قتال کر۔

⑥ اللہ تعالیٰ اور اہل علم کے حکم و فیصلہ میں فرق ہے۔

⑦ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت صحابی بھی کوئی حکم یا فیصلہ کرے، تو وہ بھی نہیں جانتا کہ یہ حکم اور فیصلہ اللہ کے حکم کے مطابق ہے یا نہیں؟

باب:(٦٤)

اللہ تعالیٰ پر قسم کھانا

حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"قَالَ رَجُلٌ: وَاللَّهِ لَا يَغْفِرُ اللَّهُ لِفُلَانٍ، فَقَالَ اللَّهُ: مَنْ ذَا الَّذِي يَتَأَلَّى عَلَيَّ أَنْ لَّا أَغْفِرَ لِفُلَانٍ؟! إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُ وَأَحْبَطْتُ عَمَلَكَ". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

"ایک آدمی نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں آدمی کی مغفرت نہیں کرے گا"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "یہ کون ہوتا ہے جو مجھ پر قسم اٹھاتا ہے کہ میں فلاں کی مغفرت نہیں کروں گا۔ میں نے اس کی مغفرت کر دی اور تیرے (یعنی قسم اٹھانے والے کے) اعمال ضائع کر دیئے ہیں"[1]۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ:

"أَنَّ الْقَائِلَ رَجُلٌ عَابِدٌ". قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: "تَكَلَّمَ بِكَلِمَةٍ أَوْبَقَتْ دُنْيَاهُ وَآخِرَتَهُ".

"یہ کہنے والا ایک عابد و زاہد شخص تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس نے صرف ایک ایسی بات کر دی، جس نے اس کی دنیا و آخرت کو تباہ کر کے رکھ دیا"[2]۔

① صحیح مسلم: ۲٦۲۱۔

② مسند أحمد: ۸۲۹۲، سنن أبی داود: ۴۹۰۱، صحیح ابن حبان: ۵۷۱۲، اسنادہ صحیح۔

مسائل ۶۴:

① اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھانے سے تحذیر و تخویف ہے۔

② دوزخ انسان کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔

③ جنت بھی انسان کے ایسے ہی قریب ہے۔

④ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درج ذیل فرمان کی تصدیق و تائید ہے کہ: "إِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالكَلِمَةِ" بسا اوقات انسان کوئی ایسا کلمہ کہہ جاتا ہے جس سے اس کی دنیا و آخرت برباد ہو جاتی ہے۔

⑤ بعض اوقات انسان کی کسی ایسے سبب سے بخشش ہو جاتی ہے، جو اس کے یہاں انتہائی ناپسندیدہ ہوتا ہے۔

○○○○

باب: ⑥⑤

اللہ تعالیٰ کو سفارشی کے طور پر مخلوق کے سامنے نہیں پیش کیا جاسکتا

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بدوی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہنے لگا:

"يا رَسُولَ اللَّهِ! نُهِكَتِ الْأَنْفُسُ، وَجاعَ الْعِيالُ، وَهَلَكَتِ الْأَمْوالُ، فَاسْتَسْقِ لَنا رَبَّكَ، فَإِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِاللَّهِ عَلَيْكَ وبِكَ عَلَى اللَّهِ، فَقالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم: سُبْحانَ اللَّهِ! سُبْحانَ اللَّهِ! فَما زالَ يُسَبِّحُ حَتَّى عُرِفَ ذلِكَ فِي وُجُوهِ أَصْحابِهِ؛ ثُمَّ قالَ: وَيْحَكَ، أَتَدْرِي ما اللَّهُ؟ إِنَّ شَأْنَ اللَّهِ أَعْظَمُ مِنْ ذلِكَ، إِنَّه لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللَّهِ عَلَى أَحَدٍ .." وَذَكَرَ الْحَدِيثَ.①

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جانیں تلف ہوگئیں، بچے بھوکے مر گئے اور مال برباد ہوگیا، آپ ہمارے لئے اپنے رب سے بارش کی دعا فرمائیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کو آپ کے پاس اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور سفارشی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اس کی بات سن کر) بار بار سبحان اللہ، سبحان اللہ پڑھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدستور سبحان اللہ پڑھتے رہے، یہاں تک کہ اس کا اثر صحابہ کرام کے چہروں پر ظاہر ہوا۔ پھر آپ نے فرمایا: "تجھ پر افسوس! کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کیا ہے؟ (یعنی اس کا کیا مقام اور کیا شان ہے؟) اللہ تعالیٰ کی شان اس سے کہیں بلند ہے۔ اسے کسی کے سامنے سفارشی کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا"۔

① سنن أبي داود: ۴۷۲۶، السنة لابن أبي عاصم: ۵۸۷، ۵۸۸۔

مسائل ⑥⑤:

① آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''نَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ'' (یعنی ہم اللہ تعالیٰ کو آپ کے پاس سفارشی کے طور پر پیش کرتے ہیں) کہنے والے بدوی پر ناگواری اور انکار کا اظہار فرمایا۔

② بدوی کی بات سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک اس قدر متغیر ہوا کہ اس کے اثرات صحابہ کرام کے چہروں پر بھی ظاہر ہوئے۔

③ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کی بات کے دوسرے حصے "نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اَللّٰهِ". ''یعنی ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کے پاس سفارشی پیش کرتے ہیں'' پر نکیر نہیں فرمائی۔

④ سبحان اللہ کے مفہوم و تفسیر پر تنبیہ ہوتی ہے۔

⑤ یہ بھی ثابت ہوا کہ مسلمان (صحابہ کرام) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے بارش کی دعا کرایا کرتے تھے۔

باب: (٦٦)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گلشن توحید کی حفاظت فرمانا اور شرک کے راستوں کو بند کرنا

حضرت عبداللہ بن مخیر رضی اللہ عنہ نے کہا:

"انْطَلَقْتُ فِي وَفْدِ بَنِي عَامِرٍ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقُلْنا: أَنْتَ سَيِّدُنَا، فَقَالَ: السَّيِّدُ اللَّهُ، قُلْنا: وَأَفْضَلُنَا فَضْلاً، وَأَعْظَمُنَا طَوْلاً، فَقَالَ: قُولُوا بِقَوْلِكُمْ، أَوْ بَعْضِ قَوْلِكُمْ، وَلَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ".

''میں بنو عامر کے ایک وفد میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، ہم نے کہا: '' آپ ہمارے سردار ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سردار تو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ ہے''، پھر ہم نے کہا: '' آپ مقام ومرتبہ میں ہم سب سے افضل اور بہت زیادہ احسان کرنے والے ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ یا اس طرح کی (جائز اور مناسب) بات کہا کرو اور (خیال رکھنا کہ) شیطان تمہیں کہیں پھانس نہ لے''[1]۔

وَعَن أَنَسٍ رضی اللہ عنہ: "أَنَّ نَاساً قَالَوا: يا رَسُولَ اللَّهِ! يَا خَيْرَنَا وَابْنَ خَيْرِنَا، وَسَيِّدَنَا وَابْنَ سَيِّدِنَا، فَقَالَ: يا أَيُّهَا النَّاسُ! قُولُوا بِقَوْلِكُمْ، وَلَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ، أَنَا مُحَمَّدٌ، عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِي أَنزَلَنِي اللَّهُ".

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چند لوگوں نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! اور اے

---

① سنن أبي داود: ٤٨٠٦، مسند أحمد: ١٦٣٠٧، وصححه الألباني۔

ہم سب سے بہتر اور ہمارے بہتر کے بیٹے! اور اے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے! آپ نے فرمایا: ”اے لوگو! تم وہی باتیں کرو جو تم کرتے ہو، کہیں شیطان تمہیں بہکا نہ دے۔ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے اس مرتبے اور مقام سے بڑھا دو جو اللہ نے مجھے عطا کیا ہے“[1]۔

مسائل (٦٦):

① مبالغہ آمیزی سے لوگوں کو ڈرانا۔

② جس شخص کو 'أنتَ سيدنا' (کہ آپ ہمارے سردار ہیں) کہا جائے اسے جواب میں کیا کہنا چاہیے؟

③ ان لوگوں نے اگرچہ بات صحیح کہی تھی، مگر اس کے باوجود آپ نے فرمایا کہ: "لَا يَسْتَجْرِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ" شیطان کہیں تمہیں پھانس نہ لے۔

④ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کہ: "مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي". 'میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مقام و مرتبہ سے بڑھا دو' کی وضاحت ہوئی۔

○○○○

① السنن الكبرىٰ للنسائی: ١٠٠٠٦، مسند أحمد: ١٢٥٥١، صحیح ابن حبان: ٦٢٤٠، واسناده صحیح۔

باب: ٦٧

اللہ تعالیٰ کی عظمت ورفعت

ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ [الزمر:٦٧]

”اور انہوں نے کما حقہ اللہ کی قدر نہیں کی، قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور سارے آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور بلند ہے“۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"جَاءَ حَبْرٌ مِنَ الْأَحْبَارِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فقَالَ: يا مُحَمَّدُ! إِنَّا نَجِدُ أَنَّ اللَّهَ يَجْعَلُ السَّمَاواتِ عَلَى إِصْبَعٍ، والْأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ، والشَجَرَ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالْمَاءَ والثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ، وَسَائِرَ الْخَلائِقِ عَلَى إِصْبَعٍ، فِيَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ. فَضَحِكَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ؛ تَصْدِيقاً لِقَوْلِ الْحَبْرِ، ثُمَّ قَرَأَ: ﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ﴾.

ایک یہودی عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم اپنی کتاب میں یہ بات لکھی ہوئی) پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سارے آسمانوں کو ایک انگلی پر، تمام زمینوں کو ایک انگلی پر، تمام درختوں کو ایک انگلی پر، پانی کو ایک انگلی پر، کیچڑ کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھ کر فرمائے گا: ”میں ہی بادشاہ ہوں“۔

آپ اس کی بات سن کر (بطور تصدیق) ہنس پڑے۔ حتی کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہوگئیں۔

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: "اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کما حقہ قدر نہیں کی، حالانکہ قیامت کے دن ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور سارے آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوں گے"①۔

اور ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں:

"وَالْجِبَالَ وَالشَّجَرَ عَلَى إِصْبَعٍ، ثُمَّ يَهُزُّهُنَّ، فَيَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَنَا اللَّهُ".

"اور (اللہ تعالیٰ قیامت کو تمام پہاڑ اور درختوں کو ایک انگلی پر رکھے گا، پھر ان کو ہلا کر کہے گا، میں ہی بادشاہ ہوں، میں ہی اللہ ہوں"②۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ:

"يَجْعَلُ السَّمَاوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالْمَاءَ والثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ، وَسَائِرَ الْخَلْقِ عَلَى إِصْبَعٍ".

"اللہ تعالی تمام آسمانوں کو ایک انگلی پر اور پانی اور کیچڑ کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر رکھے گا"③۔

اور ایک جگہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"يَطْوِي اللَّهُ السَّمَاوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنَى، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا

---

① صحیح البخاری: ۴۸۱۱، صحیح مسلم: ۲۷۸۶۔

② صحیح مسلم: ۲۷۸۶۔

③ صحیح البخاری: ۷۵۱۳۔

الْمَلِكُ، أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟ ثُمَّ يَطْوِي الْأَرَضِيينَ السَّبْعَ، ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِشِمَالِهِ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟".

"اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ کر اپنے دست راست میں لے گا اور فرمائے گا: ''میں ہی بادشاہ ہوں، (زمین میں) سرکشی اور تکبر کرنے والے (آج) کہاں ہیں؟''، پھر اللہ تعالیٰ ساتوں زمینوں کو لپیٹ کر اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر فرمائے گا: ''میں ہی بادشاہ ہوں، (زمین میں) سرکشی اور تکبر کرنے والے (آج) کہاں ہیں؟''[1]۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: "مَا السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرَضُونَ السَّبْعُ فِي كَفِّ الرَّحْمَنِ؛ إِلَّا كَخَرْدَلَةٍ فِي يَدِ أَحَدِكُمْ".

"ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اللہ رحمن کے ہاتھ میں یوں ہوں گے، جیسے تمہارے ہاتھ میں رائی کا دانہ ہوتا ہے"[2]۔

اور ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے یونس نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ابن وہب نے خبر دی وہ کہتے ہیں ابن زید نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَا السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ فِي الْكُرْسِيِّ، إِلَّا كَدَرَاهِمَ سَبْعَةٍ أُلْقِيَتْ فِي تُرْسٍ".

"ساتوں آسمان کرسی کے بالمقابل یوں ہیں، جیسے سات درہم کسی ڈھال میں ڈال دیئے جائیں"[3]۔

---

① صحیح مسلم: ۲۷۸۸۔

② تفسیر الطبری: ۲۰/۲۴۶۔

③ تفسیر الطبری: ۴/۵۳۹، مرسل، وفیہ ابن زید ضعیف۔

اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ:

"مَا الْكُرْسِيّ فِي الْعَرْشِ؛ إِلَّا كَحَلَقَةٍ مِنْ حَدِيد أُلْقِيَتْ بَيْنَ ظَهْرَيْ فَلَاةٍ مِنَ الْأَرْضِ".

"اللہ تعالیٰ کی کرسی اس کے عرش کی مقابلے میں یوں ہے جیسے لوہے کا ایک کڑا کسی وسیع و عریض میدان میں پھینک دیا جائے"[1]۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"بَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَالَّتِي تَلِيهَا خُمْسُ مِئَةِ عَامٍ. وبَيْنَ كُلِّ سَمَاءٍ خُمْسُ مِئَةِ عَامٍ. وبَيْنَ السَمَاءِ السَّابِعَةِ وَالْكُرْسِيّ خُمْسُ مِئَةِ عَامٍ. وبَيْنَ الْكُرْسِيّ وَالْمَاءِ خُمْسُ مِئَةِ عَامٍ. والْعَرْشُ فَوْقَ الْمَاءِ. وَاللَّهُ فَوْقَ الْعَرْشِ، لَا يَخْفى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ أَعْمَالِكُمْ".

"پہلے اور دوسرے آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ اسی طرح ہر آسمان سے اگلے آسمان تک اتنا ہی فاصلہ ہے۔ اور ساتویں آسمان اور کرسی کے درمیان اور کرسی اور پانی کے درمیان بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ اللہ کا عرش پانی کے اوپر ہے اور اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہے (یاد رکھو!) تمہارا کوئی عمل اس (اللہ) سے پوشیدہ نہیں"[2]۔

حافظ ذہبی کا قول ہے کہ "اس حدیث کی اور بھی سندیں ہیں"۔

---

[1] صحیح ابن حبان: ۳۶۱، العظمۃ: ۲۵۹، العرش لابن أبي شیبۃ: ۵۸، وصححہ ابن حبان والألبانی۔

[2] یہ حدیث ابن مہدی نے حماد بن سلمہ سے اور انہوں نے عاصم سے اور انہوں نے زر سے بیان کی عبداللہ کے طریق سے مروی ہے۔ اور اسے مسعودی نے عاصم، ابووائل اور عبداللہ لیم کے واسطہ سے روایت کیا۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"هَلْ تَدْرُونَ كَمْ بَيْنَ السَمَاءِ وَالْأَرْضِ؟ قُلْنا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ: بَيْنَهُمَا مَسِيرَةُ خَمْسِمِائَة سَنَةٍ. ومن كُل سَمَاءٍ إِلَى سَمَاءٍ مَسِيرَةُ خُمْسُ مِئَةِ سَنَةٍ. وَكِثْفُ كُلِّ سَمَاءٍ؛ مَسِيْرَةُ خَمْسُمِائَة سَنَةٍ. وبَيْنَ السَمَاءِ السَّابِعَةِ وَالْعَرْشِ بَحْرٌ، بَيْنَ أَسْفَلَهِ وَأَعْلَاهُ كَمَا بَيْنَ السَمَاءِ وَالْأَرْضِ. وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتعَالَى فَوْقَ ذَلِكَ، ولَيْسَ يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْ أَعْمَالِ بَنِي آدَمَ". ①

"کیا تم جانتے ہو کہ زمین اور آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے، ساتویں آسمان اور عرش الٰہی کے درمیان ایک سمندر ہے۔ اس کے نیچے اور اوپر والے حصوں کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ہے۔ بنو آدم کے اعمال میں سے کوئی عمل اس سے پوشیدہ اور مخفی نہیں"۔

---

① سنن أبي داود: ۴۷۲۳، سنن الترمذی: ۳۳۲۰، ضعفه الألباني والأرناؤط۔

مسائل(۶۷):

① قرآن کریم کی آیت ﴿وَٱلۡأَرۡضُ جَمِيعٗا قَبۡضَتُهُۥ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ﴾ کی تفسیر ہوئی۔

② اس حدیث میں مذکور اور اس جیسی دیگر باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک یہود میں موجود و محفوظ تھیں؛ چنانچہ انہوں نے نہ تو ان باتوں کا انکار کیا اور نہ کوئی تاویل کی۔

③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہودی عالم نے جب ان باتوں کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی اور مزید تائید کے لیے قرآن کریم بھی نازل ہوا۔

④ یہودی عالم کی ان عظیم علمی باتوں پر آپ کا ہنسنا۔ (خوشی کی وجہ سے تھا)۔

⑤ اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کا اثبات اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے دست راست میں آسمان اور دوسرے ہاتھ میں زمینیں ہوں گی۔

⑥ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے بایاں ہونے کی صراحت ہے [1]۔

⑦ اللہ تعالیٰ اس وقت بڑے بڑے سرکش اور متکبرین کو پکاریں گے۔

⑧ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے مقابلہ میں آسمان اور زمین ایسے ہیں، جیسے کسی کے ہاتھ میں رائی کا دانہ ہوتا ہے۔

⑨ آسمان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی کرسی بڑی ہے۔

---

① اس روایت سے یہ نہ خیال کرنا چاہئے کہ یہی آپ کا فرمان ہے ممکن ہے راوی کے لفظ ہوں، کیونکہ صحیح ترین روایتوں میں اللہ کے لئے جو صفت آئی ہے اس میں ''وکِلْتا یدَیہِ یَمینٌ'' کا لفظ ہے، یعنی اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ اس جگہ سے معلوم ہوا کہ ''ید'' اللہ کی خاص صفت ہے، اس کو انسانی ہاتھوں سے کوئی تعلق نہیں، اس لئے ''کِلْتا یدَیہِ یَمینٌ'' فرمایا، یعنی اس کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ [السورتی]۔

⑩ کرسی کی نسبت عرش الٰہی بڑا ہے۔

⑪ عرش الٰہی کرسی اور پانی علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔

⑫ ہر دو آسمانوں کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کا ہے۔

⑬ ساتویں آسمان اور کرسی کے درمیانی فاصلہ کی وضاحت ہوئی۔

⑭ کرسی اور پانی کے درمیانی مسافت کا بیان ہوا۔

⑮ عرش الٰہی پانی کے اوپر ہے۔

⑯ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں۔

⑰ زمین و آسمان کے درمیان مسافت کا بیان ہوا۔

⑱ ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔

⑲ ساتوں آسمانوں کے اوپر جو سمندر ہے، اس کے نیچے اور اوپر کے حصوں کے درمیان بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

وَالْحَمْدُ للهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ.